

بانی دُرس نظامی

استاذ البیت علیہ السلام الدین محمد انصاری فرنگی محلی
کے حالات زندگی پر مکتمل کتاب

جامع مسجد جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ

درستہ البنات کا انصاری منظر

تحریر: محمد رضا انصاری فرنگی محلی

نظر ثانی: فقیر اثر انصاری فیض پوری

دوسری تصانیف :

- (۱) ادب المجاہلی۔ ڈاکٹر طہ حسین مسری کی کتاب الادب المجاہلی کا ترجمہ صفحات ۱۰۰۔ ۲۲۷/۱۹
(۲) انجمن ترقی اور ادب دہلی ۱۹۳۵ء
(۳) مجذوب اور ان کا کلام، ڈاکٹر، فرنگی محل کتاب گھر صفحات ۱۲۸۔ ۲۰۰/۱۹۔ ۱۹۵۰ء
(۴) فتاویٰ فرنگی محل، ڈاکٹر، فرنگی محل کتاب گھر صفحات ۲۰۵۔ ۲۴۵/۱۹۔ ۱۹۵۵ء
(۵) حج کا سفر۔ ڈاکٹر، فرنگی محل کتاب گھر صفحات ۲۳۳۔ ۳۰۰/۱۹۔ ۱۹۵۵ء

نوش نویسنده: ... سید مظفر حسین عارف نوابو صاحب

قواعد انشاغت: ۱۵۰ ۱۴۹ ۱۴۸ ۱۴۷ ۱۴۶ ۱۴۵ ۱۴۴ ۱۴۳ ۱۴۲ ۱۴۱ ۱۴۰ ۱۳۹ ۱۳۸ ۱۳۷ ۱۳۶ ۱۳۵ ۱۳۴ ۱۳۳ ۱۳۲ ۱۳۱ ۱۳۰ ۱۲۹ ۱۲۸ ۱۲۷ ۱۲۶ ۱۲۵ ۱۲۴ ۱۲۳ ۱۲۲ ۱۲۱ ۱۲۰ ۱۱۹ ۱۱۸ ۱۱۷ ۱۱۶ ۱۱۵ ۱۱۴ ۱۱۳ ۱۱۲ ۱۱۱ ۱۱۰ ۱۰۹ ۱۰۸ ۱۰۷ ۱۰۶ ۱۰۵ ۱۰۴ ۱۰۳ ۱۰۲ ۱۰۱ ۱۰۰ ۹۹ ۹۸ ۹۷ ۹۶ ۹۵ ۹۴ ۹۳ ۹۲ ۹۱ ۹۰ ۸۹ ۸۸ ۸۷ ۸۶ ۸۵ ۸۴ ۸۳ ۸۲ ۸۱ ۸۰ ۷۹ ۷۸ ۷۷ ۷۶ ۷۵ ۷۴ ۷۳ ۷۲ ۷۱ ۷۰ ۶۹ ۶۸ ۶۷ ۶۶ ۶۵ ۶۴ ۶۳ ۶۲ ۶۱ ۶۰ ۵۹ ۵۸ ۵۷ ۵۶ ۵۵ ۵۴ ۵۳ ۵۲ ۵۱ ۵۰ ۴۹ ۴۸ ۴۷ ۴۶ ۴۵ ۴۴ ۴۳ ۴۲ ۴۱ ۴۰ ۳۹ ۳۸ ۳۷ ۳۶ ۳۵ ۳۴ ۳۳ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

پولہ سالہ سچا شاعرتہ ۱۹۵۳ء مطابق ہجری قمریہ ۱۳۷۲ء
 یار دوم ۱ دسمبر ۱۹۵۳ء قمری ۱۳۷۲ء
 قیمت ۲۰۰ روپے
 افشار قیاض پریس لاہور پاکستان
 ملنے کے لئے

(۱) علی گڑھ اسلام آباد یونیورسٹی، ملی کونسل برائے تعلیمات اسلامی، اسلامیہ یونیورسٹی، مفتی محمد

(۲) صدق یک آئینی و کپری در د.

۲۱ فریقہ عمل لکھنؤ ۲۲
۲۳ انصاری فارغ التحصیل پاکستان ہیفین یونیورسٹی شیخوپورہ پاکستان

بجانبہ

اساتذہ کرام

- ۱۔ حضرت مولانا اقیام الدین محمد عبدالباری مانتھی علی رحمہ اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) بیسویں صدی ہجری کی زبان سواد کے سے ہوئے،
۲۔ مولوی محمد بشیر دوم دین النور مدرسہ نظامیہ فرائض محل (ایمان آباد) کے دو کوش پڑھائے،
۳۔ حافظ واجد علی میدان پوری سوم مدرسہ حفظ و تدوین نظامیہ (پانچ سو سالہ حفظ کر کے)،
۴۔ حافظ غلام مصطفیٰ احمد خیر آبادی مرحوم (تفصیلی طور پر حفظ کر کے)،
۵۔ عمر ابی نوالا محمد سلامت الشرفی علی مرحوم (رحمۃ اللہ علیہ) مدرسہ اعزازی مدینہ نظامیہ (غازی کی پہل)
کتاب اور لگاتار بستان پڑھائی،
۶۔ والد ماجد مولوی محمد سیادت الشرفی مرحوم (رحمۃ اللہ علیہ) (لگاتار پڑھائی اور صاحب کیا)،
۷۔ عمر ابی نوالا مفتی محمد عنایت الشرفی مرحوم (رحمۃ اللہ علیہ) مدرسہ نظامیہ (نجومیہ شرح آتہ عالم
پرانیہ النو صغریٰ کبریٰ، شرح تہذیب، تصبی مع میرزا میرزا بلال امیر زادران، شرح جنسی شہرت
عقائد نسفی، مسائل ترمذی، سلطانیہ مجموعہ مشکوٰۃ، شرح عقائد نبوی، تفسیر منبیا، مسلم القوت اور حسن انداز دعا)
- ۸۔ ابن عساکر الحنفی مفتی محمد عبدالقادر مرحوم (رحمۃ اللہ علیہ) مدرسہ نظامیہ (فصل اکبری، کثر الدقائق، شرح
دکاء الیس مختصر المعانی، نور انوار، ہدیۃ الحیرین، الاموال، مساجید، مطول پڑھائی،
- ۹۔ ابن عمر ابی نوالا محمد قطب الدین عبد الوالی مرحوم (رحمۃ اللہ علیہ) منصور مدرسہ نظامیہ (تفسیر ایک پڑھائی،
- ۱۰۔ علی نوالا محمد صبغت اللہ شریف اندازی مرحوم (رحمۃ اللہ علیہ) مدرسہ نظامیہ (ادب و احکام سکھایا اور

تصنیف کردہ مقابلت تحریری، حصار، سیدہ معلقہ، دیوان تثنیٰ اور صدر (پڑھائی)

۱۱۔ مولانا یحییٰ علی زبیدی مرحوم مدرس شیعہ علوم مشرقیہ لکھنؤ یونیورسٹی (عالم) اور فاضل ادب کا کورس
یانی درسی میں اور اپنے گھر پر پڑھایا

۱۲۔ مولوی حافظ محمد دوح الشہر اسب فرنگی علی مرحوم دم مست (۱۹۶۶ء) مدرس ذہاب مغرب مدرسہ نظامیہ
(میزان الصورت، پنج گنج، زبدہ، نقد اور عقائد کی پہلی کتابیں اور پڑھائی پڑھائی)

۱۳۔ علی دین علم الی مولانا مفتی حافظ محمد شفیع صاحب الشہر انصاری مظہ مدرسہ نظامیہ (ابتدائی عربی)
سہامی شیعہ، عقیدہ، تفسیر، شرح جامی، بدیع معذیہ، سیدیہ، رشیدیہ (مناظرہ) اور لاسن پڑھائی

۱۴۔ مولوی قادی جلیل الرحمن اعظمی مظہ مدرسہ ادب مدرسہ نظامیہ (عربی ادب کی ابتدائی کتب الطریقۃ
والنیکوہ، نیز کلیلہ و دمنہ پڑھائی)

۱۵۔ مولانا یحییٰ علی نقی النقی مجتہد مظہر "عالم" اور فاضل ادب کا کورس لکھنؤ یونیورسٹی میں اور اپنے
گھر پر پڑھایا اور کتاب الافغانی کے چند اسباق پڑھائے

۱۶۔ ڈاکٹر مولانا مسطفیٰ احسن علوی کا کورس مظہر "عالم" اور فاضل ادب کا کورس لکھنؤ یونیورسٹی میں پڑھایا

۱۷۔ مولانا مولوی حیات الشہر انصاری مظہر حساب و جغرافیہ مدرسہ نظامیہ میں اور انگریزی کی ابتدائی
کتابیں اپنے گھر پر پڑھائیں

۱۸۔ مولوی محمد ثناء الشہر مظہر (ابتدائی اردو کتابیں پڑھائیں حساب اور لکھا گیا)

۱۹۔ مولوی خواجہ نظام الدین مظہر (فعل نویسی اور خوش خطی سکھائی)

۲۰۔ قادی طالب الحق صاحب درود ان حفظ قرآن میں، چند ہفتے تجوید سکھائی

۲۱۔ قادی اصغر حسین صاحب ()

فہرست

- الف۔ آفتاب ۳
ب۔ اظہار ضروری ۷
ج۔ بنیادی مائند ۱۲
۱۔ ترک وطن — ۱۷

- ۲۔ والد ماجد ملا قطب الدین شہید سہالوی — ۱۹ — ۵۰
شہادت (۲۱)، مختصر (۲۹)، نب (۳۲)، اساتذہ (۳۳)، تلامذہ (۳۴)
تصانیف (۳۶)، اولاد (۳۹)

- ۳۔ لکھنؤ — ۵۱ — ۵۸

- ۴۔ ملا نظام الدین محمد — ۵۹ — ۶۲

- اساتذہ (۶۱)

- ۵۔ سرنگی محل — ۶۳ — ۸۶

- فرمان اورنگ زیب (۶۷)

- ۶۔ درس گاہ اور تلامذہ — ۸۷ — ۱۳۹

- نیلہ شاہ پیر محمد صاحب (۸۸)، میران کمال الدین (۹۰)، تین بھتیجے (۹۰)

- لاکھنؤ، الدین سہالوی (۹۱)، بحر العلوم (۹۲)، علامہ حسین سرنگی محل (۹۳)

غفران آب (۱۲۸۰) ، لاسن فرنگی محلی (۱۲۱۰) ، ملا محمد علی فرنگی محلی (۱۲۸۵) ،
طابین فرنگی محلی (۱۳۰۰)

۷۔ شادی ، اولاد ، تصانیف اور وفات ————— ۱۳۰ — ۲۲۳
وفات (۱۹۹۰) مزار مبارک (۲۰۰۰) سالانہ فاتحہ (۲۰۰۰) قیام گاہ (۲۰۰۰)
درس نظامیہ (۲۰۰۰) تصانیف (۲۱۵)

۸۔ پیر و مرشد حضرت شاہ سید عبدالرزاق بانوی ————— ۲۲۵ — ۲۵۹
سید صاحب بانوی (۲۰۰۰) اور ملا محمد رضا (۲۰۰۰)
معقودہ العجری (۲۵۳)

۹۔ درس نظامی ————— ۲۵۷
۱۰۔ قصیدہ ————— ۲۷۹
۱۱۔ امتاریہ ————— ۲۸۱

۱۲۔ انکسار (۲۸۲)

۱۳۔ ایک بیات (۲۸۳)

۱۴۔ معذات اوراد (۲۹۰)

حضرت علامہ مفتی علی محمد سندھی رادی روڈ لاہور کے ذاتی کتب خانے میں کتاب بانی درس نظامی
دیکھی۔ جو کہ محمد رضا انصاری نے استاد الہند نظام الدین محمد انصاری فرنگی محلی کے حیات طیبہ
پر لکھی۔ نامہ مدحانہ اور مالی بحران میں ٹھیکے آئی انصاری کے بزرگ کے حالات زندگی چھپوانے میں
میراجون ذوق کام آگیا۔ چھپا گئی ، فقیر انصاری فیض پوری دسمبر ۱۳۰۱ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَحْمِيْلًا وَتَضَامُنًا لِّمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ

اظہار ضروری

اس اعتراف میں زرا بھی پس و پیش نہ ہونا چاہیے کہ بانی درس نظامی ، اذنا ذالہبت
طالعہ الدین محمد (سہاوی ثم فرنگی محلی) کے سوانح نگار کے لیے ، محض مضمون نگاری کی مشق اور
اخبار نویسی کا تجربہ کافی نہ ہو جاز نہیں ! فہم درس و تدریس کی ایک تاریخی ساز شخصیت ، علمی و ادبی کے
مصنفات پر کچھ ہوئے اس بانی خاندان فرنگی محلی اور اس کے کلام و اخلاق کے علمی و ادبی
کارناموں کے تفصیل ، علوم عقلیہ و نقلیہ کے اس راہبر معنی ، اور ارشاد و ساوگ کی رفعتوں کو
چھوئے دے اس مرشد بزرگ پر قلم اٹھانے کا ارادہ کرنے سے پہلے ، اصول تعلیم کی جس اہم و اہمیت
نویس کی جس نکتہ دہی ، علوم قدیمہ میں جس اتقان و استفسار اور تصوف کی جس گہری مزاج شناسی کی غور
جو چاہیے ان میں سے کسی ایک کا بھی حق ادا کرنے کا دعویٰ اس قلم پر ! کل نہیں کہتا جس سے یہ سطر
لکھی جا رہی ہیں !!

حقیقت امر یہ ہے کہ ہوش سنبھالنے کے بعد سے اپنے دل کو اس تڑپ سے کبھی خالی نہیں پایا کہ
خاندان فرنگی محلی پر اس انداز سے کہ لکھا جانا چاہیے جو نسب نامے یا خوش اعتمادی پر مبنی ایسے اقوال
سے جن کا درنا ویزی ثبوت پیش نہ کیا گیا ہو ، مختلف قسم کا ہو۔

خوش و متقادی تالیف کے لیے قطعاً کوئی مختصر چیز نہیں، بشرطیکہ تالیف کا مختصر ہر طرح حادی ہے، لیکن تالیف کی گزشتہ کتابوں میں اب وہ سچ و خم پیدا ہو چکے ہیں کہ راہ برادر دلیل راہ کے بغیر قطعاً صاف غالی از نظر نہیں، اس راہ کے ایسے راہ رو کے اسے میں جو بغیر دیر و درجہ کے چل کر ایدہ ہو، منزل مقصود تک پہنچ جانے کی توقع جھٹ ہی ہوگی، مگر یہ کہ اولاً ہم جو ہی چیز کہہ رہے ہیں! عجب نہیں کہ پڑتاج دادیوں سے بھی گزرنا و نظر نہ آئے! جس نے مانے برابر دل میں اپنی جگہ بنائے رکھی اس نے رفتہ رفتہ دھن کی شکل اختیار کر لی، یہ جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے وہی دھن کا نتیجہ اس کو سمجھنا چاہیئے۔

عشق و شہادت و شوق و تم و رہنا راہ پر خارست و آسان می دوم
 مانتظام الدین محمد کی وفات (۱۱۱۱ھ) پر ان مسئلہ کے قلم بند ہوتے وقت، عیسوی کلنڈر سے پورے سو اور سو سال گزر چکے ہیں، اور ان کے زمانہ حیات کہ بھی اس میں جوڑ لیا جائے تو پوری تین صدیاں بنتی نظر آئیں گی، نہیں کہا جاسکتا کہ ان تین سو برسوں میں دنیاوی فائدہ کتنے اور اسی طرح ادھر سے ادھر ہو گئے ہوں کہ ان تک رسائی اگر ممکن ہے تو صرف محققین کی، مذکورہ بیان تالیف میں پہلے پہل قدم رکھنے کی حیرت کرنے والے کی!!

اگر حقیقت بھی تسلیم ہے کہ تالیف و تراجم، سائنس، مین جانے کے باوجود اپنے بیرونی کے اعتبار سے اصلاً علوم نقلیہ ہی کی شاخیں ہیں، اور نقل میں چاہے وہ زبان یا بیوا نقلی اور ادبیت، ہی کا سکہ چلتا ہے، تو پھر جہاں تک تراجم و زبان کا معاملہ ہے، ان کے ان اخلاص کی حیرت حق، جانب قرار دی جاسکتی ہے، خانقاہ میں موجود اور مختلف روایات سے استفادہ کی سہولتیں زیادہ رکھتے ہیں۔

اسی خیال کے تحت، منشی مواد خانقاہی، کو ایک جا کرنے کا خواب، خانقاہ کے ایک ایسے فرد تک نے دیکھنے کا واسطہ کیا جس کے اور سرگرم خانقاہ کے درمیان تالیف کے بحر و خشک کی پوری تین صدیوں کا درجہ سبز حائل ہو چکا ہے۔

ہے آؤ کہ اہولے پر خم کو دیکھئے اس صلی کو دیکھئے اور ہم کو دیکھئے

اپریل ۱۹۷۱ء کے وسط میں جامعہ اسلامیہ (دہلی) کی مجلس دینیات نے اس وقت کے صدر شعبہ (کلنڈر) مولانا عبدالسلام قنداری (محرر ذی ناظم تعلیمی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے ذریعہ مانتظام الدین فرنگی علی اور ان کے درس پر مکتبہ سوانگھنہ کا ایک مقالہ پڑھنے کے لیے بلا دیا، طبیعت کو مادہ ہونے میں ادنی تاثر بھی اس لیے نہیں ہوا کہ دیرینہ قرائت کے تحت داؤد واد کے اعتبار سے یاد کرنے کا شغل ایک عرصہ ہوا بشرطیکہ مجلس دینیات کے بلائے اور اس کے طے کے انعقاد کے درمیان صرف ایک ہفتہ کی محنت تھی، یہ مختصر محنت بھی بار نہیں محسوس ہوئی، مگر اس بار کی ڈاکٹر سید عابد حسین کی صداقت میں ہونے والے طے میں جو مقالہ پڑھا اس کی حیثیت محض اور کتابی تھی، اسی لیے جب ماہنامہ جامعہ کے رکن ادارہ اور قدیم دست جناب عبداللطیف اعظمی نے جامعہ میں چھاپنے کے لیے اسے طلب کیا تو ان کی تعمیل اور مشاغل بغیر مکمل نظر ثانی کیے مناسب نظر نہ آئی، اور بارہا نظر کرنے کے خیال سے ابھی سودہ رکھا ہی ہوا تھا کہ برادر عزیز ڈاکٹر محمد ثروت انصاری فرنگی علی در پرفیسر انصاری اروجی، کیت اپنی درسی، اکابرے شان و گمان ایک محبت نامہ ملا، جس میں مغرب و مشرق کا سفر پر تبصرہ کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تھا کہ اگر آپ اسی طرز تحریر میں فرنگی علی کی علمی، سماجی اور سیاسی تالیف پر ایک مختصر کتاب لکھ دیں تو ایک بڑی ضرورت پوری ہو جائے، ڈاکٹر ثروت نے لکھنے کی ذمہ داری مجھ پر اور اسے قارئین تک پہنچانے کی ذمہ داری اپنے سر رکھی، اپنی ذمہ داری کے سلسلے میں انھوں نے سعادت سے بھی کام لیا، تصنیف کے بعد اسی مراحل انھیں کے تعاون سے طے پائے۔

اس نے سائنس و تحریک کو سید غیبی جانتے ہوئے مقالہ "چھوڑ تالیف مختصر" کی اہلیت کی طرف کششوں کی باگ بند دی، کام شروع کیا تھا، مختصر تالیف فرنگی علی کے مقصد کو سامنے رکھ کر جو پوری تین صدیاں اپنے دائرے میں لیے ہوئے ہے۔ مگر پڑاویں کہانی اور سرگرم خانقاہ فرنگی علی مانتظام الدین محمد اور ان سے براہ راست متعلق بعض ضروری تذکرے اتنے پھیل گئے کہ

عنوان کتاب کو محدود کر دینے کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا۔

بہر حال یہ محدود پیش کش بھی اصل مقصد کے لیے وہی وجہ رکھتی ہے جو کسی سرملفک عمارت کی تعمیر میں "نیو" اور پہلی منزل کا ہونا ہے، اس لحاظ سے یہ گنا غلط نہ ہوگا کہ تاریخ فرنگی محل کی تالیف کا بیشتر کام مکمل ہو گیا ہے!!

اس سلسلے میں جو کچھ تیار ہوا وہ دارالمصنفین (اعظم گڑھ) کے اہتمام سے معارف میں لاگو شدہ بھی ہو چکا ہے، یہ سلسلہ جولائی ۱۹۷۷ء سے اپریل ۱۹۷۸ء تک پانچ سالہ چلتا رہا، جس کا مجموعہ معارف کے دو مجموعہ صفحات سے بھی بڑھ گیا، دیگر جینہ بھی قطبیں روزنامہ قومی آواز لکھنؤ کے دفتر دارالانشاء میں بھی شائع ہوئیں، اب خان نظام الدین پر کتاب کو پیش کرنے میں ٹھوڑی سی کسر نہ بچی تھی، جسے پورا کر کے طباعت کے معارف کا تحفہ جو زیادہ سے زیادہ اقدار سے بھی بہت سوا نکلا۔

حسن اتفاق کہ جس سال (۱۳۹۷ھ) خان نظام الدین پر کتاب تیار ہوئی وہ سال وہی تھا جس میں خان نظام الدین کی ولادت پرتین صدیاں پوری ہو رہی تھیں، اس سال کی حیثیت "تہ صد سالہ" جشن ولادت کے سال کی تھی، اگر حالات سازگار رہتے اور اسی سال کتاب شائع ہو جاتی تو اس کی حیثیت موجودہ رجحانات کے پیش نظر اور بھی ہوتی!! ایسی رکاوٹوں کی وجہ سے جن پر مرتب نیز محرک و ڈاکٹر عزت علی کا کوئی پس نہیں چل رہا تھا، مرحلہ طباعت تک پہنچنے پہنچنے میں سال لگ گئے اور ان چند برسوں کے اندر ہندستان میں ہر تحفہ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا آسمان سے باتیں کرنے لگا۔

تو تشکیل اثر پرورش اُردو اکادمی نے صورت کی اشاعت کے لیے مصنفین کے ساتھ الی اشترک کی جو مدد رکھی ہے اس کا مقابلہ یہ مقرر کیا کہ وہ تحفے کے پچاس فیصدی سے زیادہ نہ ہوگا اور جس سب کچھ کے حصے میں آئے ہوں گے اسے الی اشترک پر غور ہو، اس نے یہ فیصلہ کیا کہ کوئی امداد ایک ہزار روپے سے زیادہ بہر حال نہ دیگی، دوسرے ایک آدھ صورت کے جس کو اس حد بندی سے مستثنیٰ رکھا گیا۔

اُردو اکادمی کے الی اشترک پر۔۔۔ جو اگرچہ تحفے کے ایک نمائندے کے برابر بھی نہیں ثابت ہوا۔۔۔ شکوہ ادا کرنا درخواست دہندہ کے اولین فرائض میں ہے!

مسلم یونیورسٹی کے پروفیسر چائلز پروفیسر عتیق احمد نظامی رڈین فیکلٹی دینیات مسلم یونیورسٹی کے سامنے اس صورت حال کو پیش کیا، اس بحث کے ختم ہو چکنے کے باوجود جو ممبران فیکلٹی کی تصانیف کی اشاعت کے لیے ہر سال رکھا جاتا ہے، انھوں نے بڑی خندہ پیشانی سے تعاون کا وعدہ کیا جس کی صورت یہ تجویز کی کہ مسلم یونیورسٹی کے پبلیکیشن ڈیپارٹمنٹ کے فنڈ سے کتاب کے اتنے نسخوں کی قیمت پیشگی ادا کر دی جائے جو اشاعت کے لیے درکار باقی ضروریات کے لیے کفیل ہو جائے۔

مسلم یونیورسٹی اور پروفیسر چائلز کے اس مصنف نواز تعاون کو جس نے راہ کی سب زحمتوں کو دور کر دیا، اسی شکوہ سے یقیناً بالائز رہنا چاہیے، اس طرح کے تعاون کی نظیریں مسلم یونیورسٹی میں تیار کیے جانے والے تحقیقی مقالات تبصرہ کے سلسلے میں تو ضرور پائی جاتی ہیں، مگر یہاں صورت حال ان نظائر سے یکسر مختلف تھی، اس بنا پر مسلم یونیورسٹی نے تعاون کا جو ملکہ بڑھایا ہے اسے اس کتاب کے حق میں شریک غالب قرار دینا محض رسمی بات نہیں ہے۔

۱. ہذا مقدمہ سال نو انیم رسید۔

ہم، مگر پیش خمد، لطف شما گاہے چند

محمد رضا انصاری فرنگی محلی

لیکچرر شعبہ دینیات (سہ)

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

آفتاب پور
دارالعلوم
علی گڑھ

۱۰ اگست ۱۹۷۳ء
۱۰ ارباب ۱۳۹۳ھ

بنیادی اخذ کے بارے میں

خانہ فرنگی محل کے افراد نے شرفِ اہل سے روایت اور چشم دید واقعات کو یک جا کرنے کا فریضہ پیش نظر رکھا، چنانچہ ان واقعہ نگاروں میں مقدم ترین مولانا عبد الہی الدین بھٹو صاحب دہلی نظام الدین ہیں جن کی وفات ۱۳۱۹ھ میں ہوئی۔ خانہ ان کے سہالی (مطلع بارہ بکری) سے فرنگی محل (مکھنڈ) میں آباد ہونے کے پورے ایک سو دو سال بعد انھوں نے پہلی پشت (ملا نظام الدین) اور ان کے بھائیوں کو توبہ شک نہیں پایا لیکن دوسری پشت کے بہت سے ان حضرات کا طویل عرصہ پایا جو پشت اول کے سائے میں پروان چڑھے تھے، مولانا نے ایک مختصر مگر جامع رسالہ احوال خانہ الہی پر مشتمل تحریر کیا جس کا نام "الذی القبطیۃ فی بیان احوال الغریب النظامیہ" ہے۔ (یہ فارسی تصنیف ہنوز مخطوطہ کی شکل میں ہے) مختصر ہونے کے باوجود یہ رسالہ جسے "رسالہ قطب" کے نام سے یاد کیا جائے گا، تاریخ فرنگی محل کا بنیادی اخذ ہے۔

مولانا عبد الہی الدین کی دوسری تصنیف محاسن رزاقیہ (فارسی) ہے، یہ ملا نظام الدین کی تصنیف "مناقب رزاقیہ" (فارسی) کی شروع ہے، اس میں بھی بہت سے اہم خانہ الہی اکابر جتہ جتہ درج ہیں! پہلی تصنیف قطعاً اور دوسری تصنیف غالباً اسی صدی میں مکمل ہوئی جو ملا نظام الدین کی صدی تھی، بارہویں صدی ہجری یا اٹھارویں صدی عیسوی، ان دونوں تصانیف کے اختصار نے ان بہت سے سوالوں کو نشہ چھوڑ دیا جو آج تاریخی تحقیق کا ادب دھار چکے ہیں۔

مولانا محمد ولی اللہ فرنگی محلی نے، (۱۱۸۶ھ تا ۱۲۵۲ھ) جنہوں نے جو جانی میں ملائے فرنگی محل کی دوسری پشت کو پایا مگر یہ خود خانہ ان کی پانچویں پشت میں تھے، مناقب رزاقیہ و معنفہ ملا نظام الدین کی از سر نو ترتیب کی، ملا صاحب نے یہ تصنیف اپنے پیرو مرشد کے احوال میں کی تھی، مولانا ولی اللہ نے اسی مواد کو بہت تفصیل سے صفحات پر پھیلایا اور ملا صاحب کے پیرو مرشد کے خلفاء کے حالات، نیز ملا صاحب کے والد ماجد ملا قطب الدین شہید بہاولی کے حالات کا بھی اس میں اضافہ کیا، ضمن خلفاء میں ملائے فرنگی محل کی پہلی پشت کے بعض اکابر (ملا نظام الدین اور ملا محمد رضا) اور دوسری پشت کے دو بزرگ ملا احمد عبد الحق اور ان کے چھوٹے بھائی ملا عبد العزیز کے ذکر بھی آگئے، اس طرح ملائے فرنگی محل اور ان کے مورث اعلیٰ کی اس سچ کے ابتدائی اوراق کے تفصیل کے ساتھ قلم بند ہو گئے، یہ تصنیف جس کا نام "عمدة العمال للمہاجر" (فارسی) ہے، فرنگی محل کے آباد ہونے (۱۱۸۶ھ) پر ایک سو چار سال پورے ہوتے وقت مکمل ہوئی، (۱۲۵۲ھ میں) یعنی اس صدی عہدی میں جس کو ملا نظام الدین کی صدی سے چھپنے تعبیر کیا ہے (اٹھارویں صدی عیسوی)۔ یہ بھی مخطوطہ کی شکل میں ہے!

مولانا ولی اللہ نے ایک اور فارسی رسالہ تصنیف کیا جس کا نام "انصاف الادبۃ للشجرۃ الطیبۃ" ہے، یہ شجرہ خانہ الہی کا درجہ رکھتا ہے، اگر اس کا بڑا حصہ اپنے پیرو مرشد (اور جدِ حقیقی کے حقیقی چچے) بھائی مولانا احمد انوار الحق (وفات ۱۲۳۲ھ) کے تفصیلی حالات پر مشتمل نہ ہوتا جس کے ضمن میں خانہ ان سے متعلق کچھ تاریخی مواد بھی اکٹھا ہو گیا، یہ رسالہ منع تکمیل اور مولانا انعام اللہ فرزند اکبر معنفہ (رسالہ) طبع ہو چکا ہے، انصاف الادبۃ کی تصنیف ۱۲۵۲ھ میں مکمل ہوئی جب کہ معنفہ کی عمر پورے تین سال کی تھی، اور ملا صاحب کی وفات پر نوے برس گزر چکے تھے، ا

ملائے فرنگی محل کی تاریخ کا ایک اہم اخذ وہ قدیم دستاویز ہیں جو شاہی فرامین و پروانہ حیات اور معنفہ وغیرہ پر مشتمل ہیں، دونوں مذکورہ فرامین فرنگی محل نے ان سے استفادہ فرود کیا ہوگا، مگر ان کو معنفہ تاریخ کی روشنی میں نہیں لائے، ان دستاویزوں میں مدعو معاش کے فرومین و پروانہ حیات

میں ہیں اور علمائے حنفی فرنگی کا عالم گیری فرمان بھی، نیز شہادت ملاقطب الدین سہاوی کے نور اربعہ لکھا جانے والا محضر بھی جسے پچھترے زیادہ دستخطوں اور تہذیب کے ساتھ اوزنگ مذہب عالمگیر کے سامنے پیش کیا گیا تھا یہ قدیم دستاویز مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے اخلاف کے پاس محفوظ رہا۔

اگلے صفحات میں محضر اور عالم گیری فرمان کے عکس پہلی بار پیش کیے جا رہے ہیں، محضر کا عکس نصبت غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتا ہے، اصل محضر کے حصول سے مایوسی کے بعد اس کی مکمل نقل ہی پر اکتفا کر لیا گیا تھا، اجماع اتفاق سے مل گئی تھی، جب مسودہ پر اس کے حوالے کیا جا رہا تھا اصل محضر کا ایک عکس اچانک اچھٹا آگیا، اس عکس کا عکس مثال کیا جا رہا ہے۔

شمس العلماء مولانا محمد نعیم نے (وفات ۱۳۱۶ھ) لکھیج شرمال کی عمر میں) خاندان فرنگی محل کے نسب اور علمی خدمات پر بڑی تحقیق سے مواد شائع کرنے کے قصد ہی سے جمع کیا تھا، مگر یہ مقصد پورا نہ ہو سکا، جس علماء کے موجودہ جانشین مولانا ابوالفتح محمد ناصر فرنگی محلی کے پاس تباہی اور کشتیوں کی صورت میں یہ ہنوز موجود ہے، اس مواد نے اس کتاب کی ترتیب میں بڑی مدد پہنچائی، اسی میں خانقاہ الدین فرنگی محلی کے قلم کی کئی بعض تحریریں بھی ہیں جن میں سے بعض کے عکس بھی اس کتاب میں شامل کر لیے گئے ہیں۔

مولانا ابوالحسنات محمد عبد الحمید فرنگی محلی (۱۳۱۶ھ تا ۱۳۵۰ھ) کی علمائے فرنگی محل پر تصنیف "خیر العمل خیر اہم علمائے فرنگی محل" (درجہ ۱) ہے، یہ کئی مخطوطہ کی شکل میں رہی، یہاں تک کہ منفرد و الجبر ہو گئی، اس کی ایک نقل مولانا عبد الحمید کے شاگرد اور عزیز مولانا عبد الباقی فرنگی محلی جہا جردنی کے کتب خانہ میں مدیر مسودہ میں ۱۳۵۰ھ تک تھی، وہیں اس کو ایک نظر دیکھ لینے کا موقع اچھا آیا تھا، اس تصنیف میں علمائے فرنگی محل کی علمی اور تصنیفی خدمات کا ذکر خصوصی کیفیت رکھتا ہے۔

مولانا قیام الدین محمد عبد الباری فرنگی محلی (۱۳۱۶ھ تا ۱۳۵۰ھ) نے علمائے فرنگی محل

کے حالات بہ لحاظ حروف تہجی عربی میں تحریر کیے گئے جو "آذ اسلام اول من علماء فرنگی محل" کے نام سے طبع ہو چکے ہیں، اس کی تصنیف کے وقت مولانا عبد الحمید کی "خیر العمل" کا اصل مسودہ مولانا عبد الباری کے پیش نظر تھا، بعض بعض مقامات پر مصنف آثار الاول نے خیر العمل کی عبارتیں بطور اقتباس نقل بھی کر دی ہیں۔

مولانا عبد الباری نے اردو میں بھی ایک کتاب "سائخ فرنگی محل" کے نام سے لکھی تھی، جو ایک دوسری تصنیف "فتاویٰ قیام الملک والدین" کے مقدمے کے طور پر لکھی گئی تھی، "فتاویٰ میں علمائے فرنگی محل کے جوابات استفتاء ایک جا کیے جا رہے تھے، اسی لیے ان علماء کے مختصر حالات بطور مقدمہ فتاویٰ لکھے گئے تھے، "فتاویٰ" کی ایک جلد شائع ہو چکی ہے اور "مقدمہ" ہنوز مسودہ مصنف کی شکل میں موجود ہے۔

"تذکرہ علمائے فرنگی محل" (دارود) اس سلسلے کی آخری کڑی ہے، اسے مولانا محمد ضیاء اللہ فرنگی محلی (وفات ۱۳۱۶ھ) نے ۱۳۱۶ھ میں لکھا تھا، یہ شائع ہو چکا ہے، مولانا کے پیش نظر بھی "خیر العمل" اور مولانا عبد الحمید فرنگی محلی کا مسودہ تھا، اسلاف و اخلاف "کاشفی تذکرہ اس کا مرکزی نقطہ خیال تھا، مگر علمائے فرنگی محل کی علمی خدمتوں کا بھی ذکر اس میں ہے، اور آخری دور میں علمائے فرنگی محل نے جو ملی اور ملکی سیاست کی خدمت کی کوشش کا بھی حوالہ اس میں شخصی حیثیت سے ہے، تذکرہ تاریخی حیثیت سے! "تذکرہ علمائے فرنگی محل" کو شائع ہوئے چالیس سال سے زیادہ ہو چکے ہیں۔

تذکرہ تصانیف، علمائے فرنگی محل کے احوال و اذکار ہی کے موضوع سے مختص ہیں، ان کے علاوہ تراجم و احوال رجال کے موضوع پر جو دوسری تصانیف ہندستان میں ہوئی ہیں ان میں دیگر مشاہیر ہند کے دانش ور پیش مشہور علمائے فرنگی محل کے اذکار بھی ہیں، ان میں علامہ غلام علی گڑاوی بگڑای (وفات ۱۳۱۶ھ) کی تصانیف مشبۃ المرجان (مطبوعہ) اور آثار الکرام (مطبوعہ)، مولوی رحمان علی کی تصنیف تذکرہ علمائے ہند (مطبوعہ)، مولانا حکیم سید عبد الحمید حسنی رائے بریلوی (وفات

۱۶۰۰ء کی عظیم و متعظیم تصنیف زہدۃ الخواطر (مطبوعہ مولوی وحید الدین اشرف لکھنؤ کی ضخیم تصنیف
عبرۃ مشرق (مخطوطہ) اور مولانا فضل امام خیر آبادی (وفات ۱۲۳۳ھ) کی تصنیف آفتاب کا ایک باب
جو علمائے حجاز کے حالات میں ہے (مخطوطہ) قابل ذکر ہیں۔

اسی کے ساتھ ایک اور مخطوطے کا ذکر بھی ضروری ہے جس کا نام افغان الانساب (فہرست)
ہے، مصنف مفتی الدین محمود انصاری فتح پوری۔ یہ مخطوطے فرنگی محل کے موصوفہ اعلیٰ لاقطب شہید
کے بی بی امام کی اولاد میں ہے ۱۲۶۲ھ میں اپنے خاندان کی تاریخ کے حالات لکھے تھے، ہم نہیں
اور ابھی ازواج کے تسلسل کی وجہ سے 'افغان الانساب' کے مصنف نے بیشتر علمائے
فرنگی محل کے حالات بھی اس میں درج کیے ہیں۔

ایک مختصر مخطوطہ قرۃ العین فی نسب قطب الانصار (از مولانا عبدالباقی فرنگی محل ہمارے
دلی وفات ۱۲۶۲ھ) میں علمائے فرنگی محل کے نسب نامے پر تحقیقی نظر ڈالی گئی ہے، اس سے
بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

غازی علم دین شہید

مفتی
فقیر اثر انصاری فیض پوری

غازی علم دین شہید دسے بارے مکمل تھے بڑی خوبصورت منظوم کتاب
منگوا کے پڑھو۔

ترک وطن

لنا ہوا کتب جس کا مورث اور سرپرست، اثنیا کی آچانک یلغار میں اپنے
گھر کے اندر گھر والوں کی نگاہوں کے سامنے شہید ہو چکا تھا جب دارالبہار
سے ممکن عافیت کی طرف ہمارا تعلق اس میں ایک چودہ سالہ یتیم بھی
تھا جو اپنے بڑے بھائی، والدہ، اور چھوٹے بھائی بھتیجوں کے ساتھ ایسی
سمت گام زنی تھا جس کی منزل مقصود خواہ طے پا چکی ہو، لیکن اس ہجرت اور
ترک وطن کا مستقبل پورے دھندلکے میں تھا۔
اس یتیم کی، اس آوارہ وطن قافلہ میں اس سے زیادہ کیا اہمیت ہو سکتی
تھی کہ ایک مظلوم خاندان کا ایک بچہ جس کا مستقبل پورے خاندان کے مستقبل
کی طرح غیر واضح اور غیر یقینی ہے۔
یہ لٹا ہوا کتبہ ملاقطب الدین شہید سہالوی کا تھا۔

وَالِدُ مَا جَدَّ

ملاقطب الدین شہید سہالوی

نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ

حقیقت الانصار

(حصہ اول)

مصنف

فدائے قوم و ملت فخر الحقلاء والعلماہ جناب استاذی مولی
ڈاکٹر حکیم احمد علی صاحب انصاری المتخلص حبیب کاکوری ضلع لکھنؤ

حیث

حکیم عبدالحکیم و حکیم عبدالحکیم انصاری قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ یوپی (انڈیا)

اصلی نسخہ کے ہو بہو عین مطابق

انصاری فاؤنڈیشن پاکستان اثر منزل انصاری ہاؤس محلہ جابر پورہ
فیض پور خورڈ ضلع شیخوپورہ نزد لاهور، شری پور روڈ، پنجاب، پاکستان

ناشر:

حاجی ذکاء الدین انصاری جزل سیکریٹری جمعیت الانصار میاںوالی

محمد متاز عالم انصاری D-118/1 اورنگی ٹاؤن کراچی

محمد اسلم انصاری سیکریٹری نشر و اشاعت انجمن قلم الانصار مزنگ فیروز پور روڈ لاهور

ڈاکٹر مقصود علی انصاری چیف ایڈیٹر ہفت روزہ الانصار لاہور، قلم جلال پور جٹان ضلع گجرات

محمد اکبر مدنی انصاری ایڈیٹر آواز الانصار ممتاز مارکیٹ نوشہرہ و رکال ضلع کوہاٹو

پیشکش

ملا قطب الدین کی شہادت ۱۹ رجب ۱۰۳۳ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۹۳ء کو قصبہ
سہالی ضلع باہہ بنکی میں اُس وقت ہوئی جب وہ طلوع آفتاب کے بعد اپنی مجلس کے
دیوان خانہ میں جو مدرسہ مکمل تھا، درس و تدریس کے لیے بیٹھے تھے، اور طلباء کی محدود
تعداد اُس وقت تک حاضر ہو پائی تھی۔

بر عادت قدیمہ از نماز فجر وظائف	روزانہ کے معمول کے مطابق ملا قطب الدین
فروع اند و خدمت در مدرسہ آدھہ ہیں	فجر کی نماز اور وظائف سے فارغ ہو کر
جمعے از فضلا، حاضر الحدت مشغول مشغول	اپنے مدرسے میں آئے اور حاضر خدمت
چون و دگر ہی روز بہ روز اساتذہ وغیرہ	فاضلین کو درس دینے میں مشغول
زمینداران گرد و پیش غلہ سولی را	ہو گئے، جب دگر ہی دن گزر چکا تھا پانچ
محاصرہ نمودند و از چہار طرف دیوار	اساتذہ وغیرہ جو اس پاس کے زمیندار
نقبہ زدہ اندرون در آمدند و مولوی	ہیں، آئے اور ملا صاحب کے مکان کا
را یک زخم تیر و یک زخم تفنگ و ہفت	محاصرہ کر لیا، چاندی طوت سے دیواروں
ضرب شمشیر ہو و راسخیدہ شہید ساختند	میں نقب لگا کر گھر کے اندر گھس آئے،
و شیخ غلام محمد شبیر زبیر الاولیاء	ملا صاحب کو تیر کا ایک زخم، گولی کا ایک
بزدگی مشیخ نظام الدین ساکن ایٹیشی	زخم اور چہرے پر تلوار کے رات زخم ہو چکے

دو دیگر شیخ عزت اللہ صاحب سندید کہ
 ہونا ان فاضلہ الزریغ در خدمت بود
 نیز از دست ظہر مذکورین شہید شدہ
 محمد آصف چ و ہری پرگنہ سہالی کہ برائے
 دو مولوی رسیدہ باہر اہل خانہ شہید
 شدہ وینہ محمد سعید و بیچہ از طلباء
 شیخ فضل اللہ برادر نامہ بیچہ قاضی شہید
 قاضی پرگنہ سہالی وغیرہ زخمی شدہ
 اور ان کہ شہید کر دالا زبدۃ الاولیاء
 بندگی شیخ نظام الدین صاحب سندید کی
 اولاد میں شیخ غلام محمد اور سندید کے
 شیخ عزت اللہ صاحب جو فاضلہ الزریغ پڑھنے
 کے لیے حاضر خدمت تھے، ان کو قتل کر دیا
 کے ہاتھوں شہید ہوئے، پرگنہ سہالی کے
 چوہدری محمد آصف جو لامصاحب کی در
 کے لیے ایک طاقت کے ساتھ آئے تھے
 اپنے ہمراہیوں سمیت شہید ہوئے، فدوی
 محمد سعید زفر ندوم، ملا قطب الدین شہید
 اور کچھ طلباء نیز پرگنہ سہالی کے قاضی
 عبد اللہ کے بھائی اور نامہ شیخ فضل اللہ
 بھی اس ہنگامہ میں زخمی ہوئے۔

ملا قطب الدین کی شہادت کی ریسے قدیم اور مستند روایت ہے، یہ اس محضر کا اقتباس ہے
 جو ملا قطب شہید کے فرزندوں نے مرتب کیا تھا، اور جہاں کے مسزین نیز حال شاہی کے مقدمہ میں
 دستخط اس پر لے کر اورنگ زیب عالمگیر کے سامنے پیش کیا تھا، اس محضر سے جو ہنر موجود ہے،
 اور مولانا جمال میرا صاحب فرنگی علی فرزند مولانا قیام الدین محمد عبد الباری فرنگی علی رحمۃ اللہ علیہ
 کی ہنگامہ میں ہے، اس حادثے کی دیگر تفصیلات پر بھی پوری روشنی پڑتی ہے، اس چشم دید بیان کے
 پیش نظر ان قیاس کرانیوں یا روایتوں کی حاجت نہیں رہتی جن کے لیے تذکرہ نویسوں نے بار بار حجت
 اٹھائی ہے۔

قطب سہالی کے خان زادوں اور شیوخ عثمانی اور انصاریوں کے درمیان زمیندارانہ نزاع کہ

لامصاحب کے عداوت کا سبب قرار دینا کوئی دور رس تحقیق نہیں مانی جا سکتی، اس لیے کہ ایسی نزاع
 اور رقابت قصبات کی آدمی میں عامۃً اور دور ہی ہے، قطب سہالی میں بھی یہ نزاع ہو سکتی تھی اور
 تھی، لیکن ملا قطب شہید کا اس میں مؤثر فریق کی حیثیت رکھنا تو تاریخی ثبوت کا محتاج ہے،
 اسی محضر کے ذریعہ ملا قطب کے معمولات زندگی پر جو روشنی پڑتی ہے، اس سے زمیندارانہ نزاعوں میں
 ان کی علی شرکت کا عدم امکان بھی واضح ہو جاتا ہے۔

براہ صافرو اکابر ہیں و بارہن دہرین	اس جہاد کے تمام چھوٹے بڑے بڑی جانتے
امت کہ نوای ذکر کہ موصوت بکمالہ	ہیں کہ ملا قطب الدین شہید جو کمال لہذا ہے
انسانہ و فضائل علیہ و علیہ و حافظ قرآن	اور علمی اور علمی فضائل سے متصف اور
محبی بود و غیر اشتغال تدریس و تکرار باطلہ	حافظ قرآن مجید تھے، علوم دینیہ کے طلب
علوم دینیہ و عبادت و طاعت کا رے	کے درس و تدریس اور عبادت جہاد و دعا
خدا شنہ و در اذ قلوب فریغ از در س	کے علاوہ ان کا کوئی اور کام ہی نہ تھا، دین
عبادت پر تصنیف و در علم تفسیر و حدیث	عبادت سے فرصت کے اوقات میں تفسیر
فقہ و اہمال ہی پر ماعتندہ	حدیث، فقہ اور اصول فقہ کے ایسے علوم
	میں تصنیف و تالیف میں معروف رہتے
	تھے۔

غیر اشتغال تدریس و تکرار و عبادت و طاعت کا رے نہ اشتدہ کے الفاظ پوری مفاہات کے
 ساتھ ملا قطب کے معمولات روز و شب کو پیش کر دیتے ہیں، ان علمی سر فہیوں اور روحانی شوقینوں
 میں جائداد کے عہکروں اور زمیندارانہ نزاع کی کوئی جگہ نظر نہیں آتی، یہ قیاس کسی حد تک درست
 معلوم ہوتا ہے کہ شہرہ پیشوں کے ظلم و جور کے اداؤں کے ہوا ہونے میں ملا صاحب کی دیباہت
 اور صافرو اکابر میں ان کی مقبولیت سبباً وہاں ہوگی، اس لیے کہ اورنگ زیب عالمگیر ملک کا
 صاحب کے علم و فضل، زہد و اتقا اور قناعت و گوشہ نشینی کی خصوصیتوں سے کما حقہ واقف تھا،

اس نے بار بار ملا تطلب سے ملاقات کی درخواست بھی کی تھی، مگر تطلب نے اپنی جگہ سے ہلنے سے ہمیشہ انکار کیا۔

فرستہ انظرین د مخطوطہ آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے الفاظ میں :-

ما تطلب الدین شہید سہاوی در معلوم
معتول و مقتول بصفت از ہم سران و باده
و پائے قناعت در دامن عزالت چہیدہ
پیش اغنیاء امنی و فقہ و پیوستہ مدرس طلبہ
علوم و کتب علوم سنوی پر دختہ و قصبہ
سہالی کہ از مضامینات کھنڈ است بسری
بر دند بار و حال گیر بادشاہ بقصد مدد لافا
ما گریہ و ماتمس اور ابرار و جہالت لغزوہ
اکثرے و از مرتبہ شاگردی با وجہ سادگی
رسانیدند تو صفتش از احاطہ تقریر و
تحریر خارج، یا آخر باغوائے بیضی مغرہ
درست چمن و ہفت عالمگیری در قصبہ مذکور
شہید شدند۔

کے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچا۔

ما تطلب شہید کے تمام اوصاف بیان کرنا
تقریر و تحریر کے امکان سے خارج ہے،
بالآخر کچھ شریعتوں کی سازش سے عالمگیری

ہلوں کے، پیش دہس سال قصبہ مذکور و قصبہ

سہالی میں ما تطلب الدین شہید ہو گئے

فرستہ انظرین کہ مصنف محمد اعظم بن حفصہ استر اشعار کی بارہویں صدی ہجری کے آخر کا ہے
جس نے اپنی کتاب سنہ ۱۱۱۱ھ میں فیض آباد میں مکمل کی، اسی صدی کے آغاز میں واقعہ شہادت
پیش آیا تھا، تیرہویں صدی ہجری کے آغاز کی ایک تفسیر میں جس کے مصنف ملا محمد ولی اللہ
الضاری فرنگی علی (وفات سنہ ۱۱۱۱ھ) ہیں، جو چار واسطوں سے ما تطلب شہید کے پوتے ہیں،
ما تطلب شہید کے ساتھ عالمگیری کی حقیقت مندی کا حال اس طرح فرمایا ہے :-

چہ کو ازاد علم و فضل مولانا تطلب الدین
دراں دیار آستار تمام چہ اگر و بگدہ بے
ممالیک ہندوستان آستانہ یافتہ و شہ جرات
نفیلت و تفصیل فراغ بیاری از مردمان
بخدمت ایشان رسید اور نگ زیب ابداء
فاذی رسید بادشاہ نیک خصال ہمیشہ ہم
نامہ و پیام بخدمت مولانا می داشت و
وسوخ کمال بخدمت ایشان پیدا ساخت
ازیں جہت اکثر امیران بادشاہی را بخدمت

جب ما تطلب الدین کے علم و فضل کا شہرہ
اطراف و دیار میں خوب ہو چکا کہ تمام
ہندوستان میں پھیل گیا اور لامصاحب کی
اہانت اور فضیلت، میزان کی حرمت میں
پڑھنے والوں کے ہذا از جملہ فاضل و تفصیل
ہونے کی ضرب نیک خصال اور نگ زیب
بادشاہ فاذی کو پہنچے تو اس نے سلسلہ
مراسمت، لامصاحب سے برابر جاری رکھا کہ
انتہائی عقیدت اسے لامصاحب سے ہو گئی

لے چمن و ہفت عالمگیری پر مخطوطہ جو "سہی و ہفت ہلوں والا" کے الفاظ اس عالمگیری فرما سہاوی میں
جو ما تطلب شہید کے علم سے فرنگی علی کے سلسلے میں جاری کیا گیا تھا اس فرما کے ۱۱۱۱ھ میں سہالی جاری ہوا
ہجری سال ۱۱۱۱ھ ہوتا ہے۔ واقعہ شہادت اس سے دو سال قبل نہیں آیا تھا یعنی ہلوں کے ۱۱۱۱ھ میں سہالی قصبہ کی شہادت ہوئی کہ
۱۱۱۱ھ میں سہالی، انھیں سہاوی شہادت میں چھوٹی شہادت (ہلوں والا) - محمد رضا الضاری

ی نرسا دیش

ہیں وجہ ہے کہ اورنگ زیب اپنے ائمہ اور
حکام کو لا قطب الدین شہید کی خدمت میں
بھیجا کرتا تھا۔

اور عالم گیر کی عقیدت مندی ہی اصل وجہ لا قطب الدین کی شہادت کی بھی ہوئی، جیسا کہ
دلی افروز علی اس کے آگے لکھتے ہیں:-

ایر مہنی محل خطرہ در خاطر اشغیا گزیدہ کہ
مہار ایں بادشاہ پیرائے اشیع بادشاہ
رشد و بخت سلطانی ہلاک شہید باہم شہوت
کہ زندہ کو مولیٰ را از میان برادریم تاویر
خطرہ دور شود و خاطر بھی حاصل گردید
عالم گیر کی، یعنی عقیدت مندی اور ائمہ
شاہی کی ملامت صاحب کی خدمت میں برابر
آہ و روت اشغیا کے لیے سبب نزول
ہی کہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان خودہ پشتوں
کی بدعاشیاں بادشاہ کے علم میں آجائیں
اور ان پر قہر شاہی نازل ہو جائے۔ ان
اشغیا نے باہم صلاح و سازش کی کہ لا
قطب الدین کو دیشان سے ہٹا دینا چاہیے
تاکہ یہ اندیشہ رفع ہو جائے اور پوری طرح
سکون حاصل ہو جائے۔

ان خودہ پشتوں کو محض شک ہو یا وہ اندہ بھی یوں ہی پیش آیا کہ قصبہ سہالی میں ان لوگوں نے جو
فساد عرصہ سے برپا کر رکھا تھا اس کی اطلاع لا صاحب کے ذریعہ بادشاہ کے کانوں تک پہنچ گئی
اور قتل اس کے کہ یہ اشغیا قہر سلطانی میں گرفتار ہوں وہ لا صاحب کے بدلے لینے کے لیے لا محمد دلی افروز
فرنگی علی کے الفاظ میں بطریق ذاکہ گھر پر چڑھ آئے۔

لے عہدہ ارساں سلطانیہ مملوہ فرنگی محل لکھنؤ ۱۲۰۲ھ مطابق ۱۸۱۷ء

واقعہ سے متعلق چشم دید بیان یعنی بادشاہ کو پیش کیے جانے والے محضر کے یہ جملے بھی اس
سلسلے میں بھی اہم ہیں:-

دفعش بر لوی را چاہا بجا و ذوقی کہ زندہ کی
بر آردند آخر بعد از روز ہر دو دست
بریدہ گرفتند و دفعش بہ قصبہ سہالی
فرستادہ۔
لا قطب الدین کی لاش کو ایک جگہ دفن کرتے
پھر کالے پھر دوسری جگہ دفن کرتے پھر
نکالتے رہے بالآخر ذوق کے بعد لا صاحب
کی لاش کے دونوں ہاتھ کاٹ کر کھ لیے

اور لاش قصبہ سہالی بھجوا دی۔

لاش کے دونوں ہاتھ کاٹ لینے کو محض "مثلاً" کی شہادت تک محدود نہیں رکھا جاسکتا، یہ
دیشانہ حرکت ضحمتاً اسی پر دلالت کرتی ہے کہ اشغیا کے غیظ و غضب کا جو سبب تھا اس میں لا صاحب کے
ہاتھوں کا دخل ان اشغیا کی نظر میں کم از کم ضرور تھا۔
سند اور قیاس سے یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ لا صاحب کی کسی تحریر سے یا ان ائمہ شاہی
کی نہانی جو لا صاحب کی خدمت میں بادشاہ کے بھیجے ہوئے آیا کرتے تھے، قصبہ سہالی کے ان
خودہ پشتوں کا حال بادشاہ کے علم میں آچکا تھا، اسی لیے:-

وقائع نگار چون واقعہ بادشاہ کے دریاں
ایام بہ کن رونق بخش بود و زشت فی العور
احکام بادشاہی بصوبہ دہلی آن فواج
رہید کہ زود قاتلان مولانا قطب الدین
مرحوم را بسزا رسانند و خانہائے ایشان
برکندہ و ہرگز ادا نہایند بکشتہ بلہ
جب شاہی خبر رساں نے لا قطب کے
واقعہ شہادت کی اطلاع بادشاہ عالم گیر کو
جہ اس زمانہ میں دکن میں تھا لکھ بھیجی تو
فی العور شاہی احکام صوبہ داران علاقہ کو
موصول ہونے کو لا قطب الدین کے قاتلوں
کو جلد از جلد سزا دی جائے، ان کے گھروں کو

لے عہدہ ارساں سلطانیہ مملوہ فرنگی محل لکھنؤ ۱۲۰۲ھ

آنروز که آمدند و مولوی را یک زخم بر روی یک زخم تفنگ و هفت ضرب شمشیر بر روی
 سرانیده شمشیر ساختند و شیخ غلام محمد عبیر و زبده الاولیا بیدگی شیخ نظام‌الدین
 ساکن مسیحی و دو کتک و پنج ضربت شمشیر ساکن شد که برای خواندن فاتحه الغراف در
 خدمت بودند نیز از دست غلام محمد کربل شمشیر شدند و محمد آصف چو در آنجا سهال
 با کس برای ده مولوی رسیده با همراهمان خود شمشیر شدند و بنده محمد عبید و جمعی از طلبه شیخ
 فضل الله برادر نائب قاضی عبدالرشید قاضی سهال و غیره زخمی شدند پس از آنکه غلام
 محمد کربل از قتل و شک و امارت شدند به حبس اموال و امتداد که در حلیه بود پرده افتاد
 چنانچه اثری از آن گذشتند و کتب مولوی و از غیره مردم که بتغریب در آن قریب بمحمد علی
 جمیع بود اکثری از آن آتش داده سوختند و در آن میان مصعب بیچاره و مشکو و غیره
 از کتب حدیث و معانی مولوی عاشیه کتب و شرح عقاید نفیسه و تفریبات بودی
 و عاشیه مطولی و غیره کتب که کشتیران بهم و شش بر فواید جبه بودند همه سوخته شدند و بهر
 راهبر و امشته بودند و با مستورات مولوی و برادران با اوضاع جنگ حرمت میش آمدند پس
 ازین مراتب بر خفا شیخ حسام‌الدین و علم زاده حقیقی مولوی و غیره برادران و مردم غریبی
 سلاسل نیز در نیمه‌ال و متاع هر چه بود بجاوت بود و چون وقت دوپهر از کارهای مطرو
 فارغ شدند و مراجعت بسک خود که که موضع مینی بود معمولی کردند و فچور دیوانی و غیره باشد
 نمودند بنده نظام‌الدین محمد پسر خود مولوی را اسیر کرده همراه گرفته و نفس مولوی و سر محمد
 آصف چو در می نیز با خود بموضع مذکور بودند بعد از سه چهار روز از املح و مجز بعضی از
 شراف فچور دیوانی بنده نظام‌الدین محمد و اخلاص نموده و سر محمد آصف دادند و نفس
 را با جاجا دیوانی میگردید و می‌آوردند و آخر بیدار روز بر دست بریده گرفت و نفس را
 بقتل رسائی فرستاد چنانچه جمعی از مسلمانان نماز جنازه خوانده و با شیخ نسبت و بنفتم شهر
 مذکور در تقصیر سهال مدفون ساختند.

- (۱) گواه شد محمد
 (۲) هر چه گم خودگی سے ضائع ہو گیا
 (۳) هر پسر محمد
 (۴) گواه شد هر غیل الرحمن رضا احمد
 (۵) هر ابرو غیره شاه عالم مسطور حق
 و لاریب است
 (۶) هر عبادت گم نموده
 (۷) آنچه درین مسطور آنگه ضائع ہو گیا
 (۸) هر عبادت ضائع شده
 (۹) شهادت بانیه (هر چیزی را بجا می)
 (۱۰) در قتل مولوی مقبول حسب امن جنگ
 نیست هر محمد قاضی
 (۱۱) حسام‌الدین عثمانی خاکپا احمد است
 در قتل مولوی مرحوم و غیره از طلبه علوم
 و جنب اموال و احوال کتب و معانی
 و دیگر قبایح از جماعت مسطور و ریب
 شک نیست
 (۱۲) شهادت بانیه غلام نظام‌الدین
 (۱۳) هر شاه عالم کتب و کتاب لاریب نیست
 (۱۴) هر قاضی الفضل مبد الله یونیه
 من یشاء آنچه در متن مسطور است
 بیان واقع است
 (۱۵) الا واقع کذا کذا در هر چیزی را بجا می
 (۱۶) هر عبد الرب خدی شاه عالمگیر
 (۱۷) هر عبد الرحمن بقیا الشرح و شهادت
 مولوی مرحوم و غیره از طلبه علوم و جنب
 اموال و کتب و معانی و دیگر قبایح از
 غیره و نقد شک و شکی نیست
 (۱۸) هر امان الله صدر عالمگیر شاهی در
 صدور قتل مجتهد زمان مولوی مرحوم غیر
 از طلبه علوم و جنب اموال و احوال
 مصاحب نموده و کتب و معانی و دیگر
 قبایح مسطور متن از غیره و نقد و
 مسطورین شک و شکی نیست
 (۱۹) هر عبد الله خادم شرع و مولی الله
 مسطور متن بیان واقع است
 (۲۰) هر دولت خادم شرع محمدی و مسطور
 فی المتن حق
 (۲۱) هر محمد ابن قاضی نعمت الله خادم
 شرع و مولی الله مسطور متن واقع است
 (۲۲) هر محمد خان بنده بادشاه عالمگیر
 الواقع کذا

(۱۲۲) هر چه الگویم خادم الطایفه شد
(۱۲۳) هر چه از شر و بکاء گواه شد
(۱۲۴) هر روز هر چه شد با مسطور فی الحق
(۱۲۵) هر نفس از حمایت الله واقف
شمارت طلب عالمیان قدی
جماعت فضل و عظیم السعیدین فی
المن از دست مغربین العاجزین
المرؤمین راست و حق است و
موصوف کلام الله و احادیث و غیره
بیان واقع است کتب نصر الله
حمایت الله فخر
(۱۲۶) هر چه در عالم فی حقین و جملتی
شده بانی
(۱۲۷) هر چه نقی شده بانی
(۱۲۸) محمد شریف گواه شد
(۱۲۹) محمد فرید الدین فخری شده بانی
(۱۳۰) هر چه بر سره عظم ثانی در علم بی
نام نگاشته شده بانی
(۱۳۱) هر چه کمال الدین
(۱۳۲) هر چه از کیم الله فی الواقع کذاک
عبد الگویم فخری

(۱۳۳) الراجح کذاک کتب العبد الخیر
نقی الدین محمد فخری
(۱۳۴) هر چه مبارک می الی الله واقف
فی الدین فخری
(۱۳۵) هر چه از زلف ابراست الله
خادم شریع رسول الله مسطور فی
حق است و بیان واقع
(۱۳۶) اطلع علیه فقیر محمد فخری علی عهد الگویم
(۱۳۷) هر چه است الله و گواه شد
(۱۳۸) چون بیان واقع است بنابرین گواه شد
محمد بن رسول
(۱۳۹) هر چه در جفران دین الدین جینی
(۱۴۰) گواه شد شیخ قلب متولی بزرگ ملک
(نیچه هر چه می نه جانکی)
(۱۴۱) هر چه میان غلام احد مصطفی
شده بانی
(۱۴۲) گواه شد محمد راه عزت اودای ملک
رسول پر در هر چه احمینی
(۱۴۳) هر چه از محمد
واقع است بنابرین گواه شد
ساج محمد مارات کنتوری

(۱۴۴) در تقدی زمین داران مسطور شد
کردن مولوی و غیره طلب علمم ذکر پنج
شک و شبه نیست بنابرین گواه شد
نور الله جینی
(۱۴۵) هر چه از علی اکبر گواه شد
علی اکبر کنتوری
(۱۴۶) هر چه است الله رسیده و گواه
گواه شد عصمت الله ساکن موضع تیره
(۱۴۷) هر چه جامع المتقرنین گواه شد
مید جان کنتوری
(۱۴۸) هر چه نور الله شد نور محمد گواه شد
حاضر وقت نور محمد و اگر
(۱۴۹) هر چه الگویم الدین و هر چه او پر کاسه
پژواخین جانک گواه شد الگویم الدین
(۱۵۰) هر چه حسین گواه شد
غلام حسین کنتوری
(۱۵۱) هر چه لطف محمد امین شد ظریف
گواه شد محمد ظریف سده بدی
(۱۵۲) هر چه رسول گواه شد
عبدالرسول رسولی
(۱۵۳) هر چه عزیزی گواه شد علی محمد و بکا

نظام الدین
(۱۵۴) هر چه عطا الله شد بانی
عطا الله
(۱۵۵) گواه شد امان الله رسول
(۱۵۶) هر چه غلام محمد الدین گواه شد
غلام محمد الدین امانی
(۱۵۷) هر چه مبارک شریف گواه شد مبارک
(۱۵۸) شمه بانی بهیست الله برادرانی
ولی محمد فی حق الله بنابرین
(۱۵۹) مانی الحق بیان واقع کتب
رفیع الدین بگویی هر چه رفیع الدین
(۱۶۰) شمه بانی هر چه برکت مصطفی
(۱۶۱) گواه شد بیک محمد عادت بگویی
(۱۶۲) هر چه فی اکبر سکارم بدو بیانی
واقع است
(۱۶۳) شمه بانی شکل الله و حری پر کس
حسام پور
(۱۶۴) هر چه بخلیل عیض محمد شمه بانی
عبد بخلیل عیض محمد بنام الدین
(۱۶۵) هر چه علی بخشش حق الوقت یافت
گواه شد عابد بیک متوطن تعبیه سمای

- (۱۰۱) میرحام الدین عالم در حسنی نغالی
(۱۰۲) شہزادہ عباس شاہ شہد بہانہ
(۱۰۳) گواہ شہ عزتہ الشہرت ہروی
(۱۰۴) گواہ است شاہ میر شاہ عالم مکہ
(۱۰۵) میر جہیں میں لقا لطف سبحان
(۱۰۶) قصبہ سہالی مسطور
(۱۰۷) گواہ شہ محمد معصوم ساکن سندیلہ
(۱۰۸) گواہ شہ محمد شہج احمد
(۱۰۹) الودیع کذا لک کتبہ شیخ احمد
(۱۱۰) سندیلوی بوطہ
(۱۱۱) الودیع کذا لک میر شاہ محمد ہروی بوطہ
(۱۱۲) دست محمد فتح پوری

نصب لاقطب الدین شہید نسب انصاری سکن سہالی اور اعلمہ دینی تھے، غلامہ فی شجرت کی نقول کے درمیان جزوی اختلافات کے باوجود یہ امر متفقہ ہے کہ لاقطب الدین میرزاں رسول اکرم دہلی الشہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابویوب انصاری دینی رہنما الشہرت کی نسل ہیں اور اسلئے شیخ الاسلام ابوالسائیں حضرت عبداللہ انصاری ہروی تھے۔
نسب ناموں میں جزوی اختلافات بہت عام بات ہے۔ علمائے فرنگی محل نے ان اختلافات کو رفع کرنے میں تحقیق بسیار و تدقیق بے شمار سے ہر ذمہ منے میں کام لیا ہے، جس کی تفصیلات میں جانے کا یہ موقع نہیں، بہر حال لاقطب الدین شہید کے والد ماجد کا نام ملا عبدالحسین تھا ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بعض کتابیں آج بھی محفوظ ہیں، جن میں سے ایک مخطوطہ کا ترجمہ یہ ہے۔
”تمام شد نسوہ بیعیات بوطہ احقر کا نام عبدالحسین بن عبدالحکیم بن شیخ احمد بن شیخ حافظ انصاری ساکن قصبہ سہالی میرزا لکھنؤ بنام شیخ احمد بن شہر محرم یوم شنبہ وقت ظہر در مقام

لہ کرم نورہ اور منی شکستہ خط میں لکھا ہوا یہ مکرر عام طور پر پڑھا نہیں جاتا، اجماع چھوڑی محمد ظہیر الدین، اشرف زماں لفظہ اور سید علی دادہ لکھنؤ نے بڑی محنت اور وقت نظر سے کام لے کر اس کو پڑھا اور نقل کیا اور ایک نقل مجھے مرحمت فرمائی ہے۔
لہ احقر شیخ محمد یوسف لکھنؤ

لاہور شنبہ ۱۲۸۰ھ

غلامہ کتاب پر ملا عبدالحکیم کی ہر سہ جہاں کی عبارت اس طرح ہے: خاک راہ ابی حق عبدالحکیم بن عبدالحکیم۔ اسی طرح ان کی لکھی ہوئی دوسری کتاب کا ترجمہ یہ ہے: ”هذا الكتاب المسمى مقصود القاصد من لفظ عبد الحليم بن شمس عبد الكريم في وقت المطبع من يوم السابع عشر من ذي القعدة سنة ۱۲۸۰ھ لاہور“

غلامہ کتاب پر ہر جہاں سے جہاں کی عبارت وہی ”خاک راہ ابی حق عبدالحکیم بن عبدالحکیم“ لاقطب الدین شہید کے آباء اجداد میں سے چار سلسل ناموں کا علم ملا عبدالحکیم کی اس تحریر سے ہوا۔ امین عبدالحکیم باپ عبدالحکیم (دادا) شیخ احمد (پد دادا) اور شیخ حافظ انصاری (سنگدادا) ہیں ملا حافظ وہ ہیں۔ کہ حافظان فرنگی محل میں دادا حافظ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دادا حافظ کے نام جو ثبت عام اور دہلی تھے، اور جن کے پاس اور دور سے طلبہ تحصیل علم کے لیے آتے تھے، شہنشاہ اکبر نے بڑے رقبہ زمین کی معافی کا ایک فرمان جاری کیا تھا، جو اب تک خراب و خستہ حالت میں مولانا جمال میان صاحب کے پاس محفوظ ہے، اس اکبری فرمان میں شیخ حافظ انصاری کا نام شیخ حافظ ولد فضل اللہ لکھا ہے، اس طرح لاقطب شہید کے نسب نامہ میں باپچاں نام یعنی شیخ فضل اللہ بھی مستند خدائے سے شامل ہو گیا ہے۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ”ہدایات“ شیخ ابوالنور محمد بن عبدالحق، الدہلی رحۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جس میں سات کے عدد کی اشرفیہ کے بیان و حجت اور تفصیل کو ثابت کیا گیا ہے، ساتھ ہی اس طرح ہے کہ سات ہزار، کہ اشرفیہ نے سات ہزار سے مزید کیا ہے، پھر سات ہزاروں سے مزید کیا، اگر فالوں یا فالوں کو سلام ہو جائے کہ لکھ لفظ و لفظ کے نزدیک سات کے عدد کی کیا اہمیت ہے۔

لہ اکبر کے ذکر فرمایا کاغذاتی تذکرات میں بھی ذکر ہے اور اپنے بچپن میں میں نے مجسم خود اس کو دیکھا تھا جو مرقاۃ المفاتیح فرنگی محل کے فرزند مولانا جمال میان صاحب فرنگی محل کے پاس تھا۔ جمال میان صاحب کے پاکستان منتقل ہو جانے کے بعد (۱۴۱۰ھ میں) لاہور

مولانا محمد ولی اللہ فرنگی محلی نے اعضان العربہ (مطبوعہ) میں لکھا ہے :-

باب دانت کہ حضرت مولانا شہید رفاقی	لا قطب الدین شہید نے کتاب تلویحات کے
کتاب تلویحات کو بخفا خاص خود ترقیم فرمود	قائم پر خود اکتے کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے
است نسب خود بایں طور درشتہ قطب الدین	اپنا نسب اندر اس طرح لکھا ہے قطب الدین
ابن عبد الحکیم بن عبد الحکیم بن احمد بن حاتم	بن عبد الحکیم بن عبد الحکیم بن احمد بن حاتم
بن فضل الشریح بن نظام الدین بن	بن فضل الشریح بن نظام الدین بن
علاء الدین الانصاری نا اہلجا در نسب	علاء الدین الانصاری نا اہلجا در نسب
اشکات نیست اہم و سہ قدس سرہ	میں کوئی اشکات نہیں ہے اور حضرت امام
شیخ علاء الدین اذا افتاد خواجہ قلی نقی	شہید نے شیخ علاء الدین انصاری کو خواجہ
انصاریت کا شیخ در تہذیب و تربیت و	عبداللہ انصاری کی اولاد سے ہیں کو شیخ
حضرت خواجہ شہرہ است شہرہ و د	الطافہ "سیرت اقیقہ" اور حضرت خواجہ
مراودے و شہرہات واقع است یزاد	کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے بتایا ہو حضرت
بزرگ و دیر اندس سرہ شیخ الانصاری	خواجہ کامراودہ ہرات میں ہے جو زیارت گاہ
ی گویند و نسب شریفش نا آیا ابوایوب	اور بزرگ ہے حضرت خواجہ کو شیخ الانصاری
انصاری صاحب رسول مقصد صلی اللہ	بھی کہتے ہیں ان کا حضرت خواجہ کا نسب
علیہ وسلم رسانیہ اندلہ	حضرت ابوایوب انصاری کی حج آنحضرت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مولانا میان صاحب کے پاس تمام دستاویزی ادوار میں ملے گا
میں مگر کہہ کر ان کا فہم میرے مقابلہ میں نہیں ہو سکتا بلکہ میرے ساتھ شفق ہو گیا ہے۔ مجال میان صاحب کے
مسلک استفادہ نیز سیدہ پاکستان کے درمیان مہارت کی غیر یقینی موت حال نے فرماں کے سلسلے میں اس وقت جب کہ حضرت
داعی ہوئے تھے لڑے استفادہ کا موقع ملے گا آئے نہیں دیا۔ محمد رضا انصاری
لے اعضان العربہ (مطبوعہ) مطبعہ کا شمار واقع دارالعلوم دہلی فرنگی محلی (۱۳۵۵ھ) ص ۳۳

مسلک الشریعہ و علم کے دین شریف میں منبر
تھے یہو بنایا ہے۔

لا محمد بن الباقی الانصاری فرنگی محلی تھا جو دہلی (وفات ۱۳۶۵ھ) نے اپنے رسالہ قرۃ العیاض
فی نسب قطب الانصاری (محلی) میں لکھا ہے :-

یزم نام و محروم ہوتا قطب الدین شہید	میں نے بھی یہی نسب نامہ جو مولانا الشریعہ
در خانہ شرح جعفری کہ بقلم خود تحریر فرمود	فرنگی محلی نے اعضان العربہ میں مسلا
اندوچہ بالا مشابہ ہو دہلی	قطب الدین شہید کی لکھی ہوئی کتاب تلویحات
	سے نقل کیا ہے، لا قطب الدین شہید کے
	ہاتھ کا لکھا ہوا شہید جعفری کے آخر میں
	خود لکھا ہے، اندوچہ شرح جعفری لا قطب الدین
	کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

لا عبدالمالکی فرنگی محلی نے اسی رسالے میں استاذ الملک لا نظام الدین کا ایک محض نامہ جواب
بھی اس سلسلے میں نقل کیا ہے :-

گفتہ اند کہ ناہ از ہرات پیش حضرت ملا	ہرات سے ایک ماہر نسب لا نظام الدین کے
نظام الدین آمدہ ہو گفت کہ عیدہ اللہ انصاری	کے پاس آیا اور اس نے کہا شیخ الاسلام
پس سے داشت آوے یک ہر را از	حضرت عبداللہ انصاری کے کوئی صاحب را
سادات پرورش نموده جو کچھ شیخ الاسلام	نہیں تھے، انھوں نے ایک ہجہ کو جو سادات
مشہور بود آن ہجہ را بے نسبت نموده	میں تھا پرورش فرمایا تھا کچھ شیخ الاسلام
فی تحقیقت اولاد سادات بہشتہ ظاہر ہو	مشہور شخصیت تھے، اس کے کچھ کو ان ہی سے

لے قرۃ العیاض فی نسب قطب الانصاری (دہلی فرنگی محلی) ص ۳۳

عبد السلام اٹھنے بوقت عصر بروز چار شنبہ دربارہ رمضان المبارک سنہ ۸۵۰ ھ وکالت
لاہور میں ہو اور اس پر ان کے حواشی بھی ہیں ان کی لغت و تہذیب کی طرف بہت توجہ تھی اور دیکھ
ان کو علمائے ربانیوں میں شمار کرتے ہیں، وفات فرمائی انھوں نے جمادی الثانی ۸۵۰ ھ میں لاہور میں
دفن ہوئے۔

ملا قلوب شہید کہیں میں اپنے نانیہال نصیب گر ہی بھول کر ضلع بارہ بنگی میں بھی رہے ایسی
اپنی عمر کے گیارہویں بارہویں سال تک لاہور میں رہے نانیہال ہی میں شاہ حمید ابدال کی توجہ خاص سے
محقق ہوئے۔

نعت گفتہ اند کہ مولانا در ایام غلویت	محبوبت کا بیان ہے کہ مولانا قلوب
بغاث حد فاسد خود کو لک حمزہ نام داشت	الدین کہیں سمیٹا اپنے انا کے بیان میں
رفتہ بود لک مذکور بخدمت شاہ حمید	نام لک حمزہ تھا، نصیب گر بھی بھول کر ضلع
ابدال در سوخ و نیاز تمام داشت ہاں	بارہ بنگی، گئے ہوئے تھے، لک حمزہ کو
جست مولانا نازیز ہمراہ خود بخدمت ایشان	شاہ حمید ابدال کی خدمت میں انتہائی
بروہ اشاہ حمید قدس سرہ چون شکل مولانا	حقیت اور در سوخ تھا، اسی لیے جبکہ
اند و در دید بنایت شادمانی خود و طلبید	شاہ حمید قدس سرہ کی خدمت میں حاضر
در آغوش خود گرفت الطافاً بہ نسبت ایشان	ہوئے تو ذلے ملا قلوب الدین کو بھی ہمراہ
مبذول داشت پست و مست بر شکم مولانا	لے گئے، شاہ صاحب نے دربار میں سے
منادہ فرمود کہ علم در شکم این طفل پرسانند	مولانا کی شکل دیکھتے ہی دعا لاکہ مولانا کا
اند چند ایک پشت در پشت در قاعدہ این	بچپن تھا، انتہائی خوشی اور مسرت کے
بہیں عنوان طریقہ علم فرمود اند و بداند	ساتھ پاس لایا اور اپنی گود میں لے لیا

لے ساری فرقی محل مخطوطات مصنف عبدالرحمن صاحب مخطوطات کا دارالافتاء الدینی نے دیا ہے، مولانا اند و بداند
سورہ یوسف کی آیت کے فرقی کل کلک میں لکھا ہے۔

پرسیدہ شاہ چہی غایت مولانا عرض مانت
کافیہ شیخ ابن صاحب شاہ صاحب
موصوف قدس سرہ بعد از ان مولانا را
چیز بلطی ترک عنایت فرمود و سخت
نمود و تہذیب معلوم فرمود۔

بے اندازہ شفقتیں فرمائیں، اس کے بعد
مولانا قلوب کے بیٹ پر لکھ بھیر کر لکھا
کہ اس بچے کے بیٹ کو علم سے بھر دو، کہ
گیسے، پشت در پشت اس کے گہرائے
میں اسی طرح سے علم کا چلن ہے کہ
اس کے بعد شاہ صاحب نے فرمایا کیا پڑھتے
ہو، مولانا نے جواب میں عرض کیا شیخ
ابن صاحب کی کافیہ ۸۵۰ ھ کے
بعد شاہ حمید ابدال قدس سرہ نے بطور ترک
کوئی چیز نہ سمجھتے فرما کر مولانا کو جانے کی
اجازت دی اور تحصیل علم کی سمیت تاکید
فرمائی۔

ملا قلوب شہید جو کافیہ شیخ احمد بن صاحب تک پڑھ چکے تھے، اپنے والد ماجد کے بارے میں
تحقیق تعلیم لاہور گئے۔

تاریخ ہجرات والد خود در لاہور اند و اداں	ایک مدت تک اپنے والد کے پاس لاہور میں
لک تحصیل نمود و بعد از ان اکثر علوم در مد	تحصیل علم کرتے رہے، اکثر علوم کی تعلیم
ملا عبد السلام دی کی کہ در ان ایام در	ملا عبد السلام دی کی دیویہ دیویہ ضلع بارہ بنگی
آہنا و تکیں فرمود و عن بعد ہرن اداہوں	کے رہنے والے، کے مدرسہ میں کی بھرپور
نقد و معانی و منطق و طبیبی و الہیاتی	تمام فنون تحصیل افتد معانی و منطق و طبیبی

علوم و حدیث میں کمال حاصل کرنا

اساتذہ | لاطیب کے اساتذہ میں ان کے والد ماجد لاطیب علیہ السلام کے علاوہ ملا دانیال چوراسی کا اذیعیل تذکرہ میں لاطیب السلام دانی کا بھی ذکر ہے لاطیب السلام دانی کا اساتذہ لاطیب شہید کے جنس میں شصت و سالہ قطیب نے ذکر کرتے ہوئے غامض ہیں ان کے بانی میں بھی ہیں:

۱۔ ہر دس علم اصول و ہندوہ

۲۔ غنائت و دیات و فواد فی فوکی الود

۳۔ فواد فی فوکی الود

۴۔ فواد فی فوکی الود

۵۔ فواد فی فوکی الود

۶۔ فواد فی فوکی الود

۷۔ فواد فی فوکی الود

۸۔ فواد فی فوکی الود

۹۔ فواد فی فوکی الود

۱۰۔ فواد فی فوکی الود

۱۱۔ فواد فی فوکی الود

۱۲۔ فواد فی فوکی الود

۱۳۔ فواد فی فوکی الود

۱۴۔ فواد فی فوکی الود

۱۵۔ فواد فی فوکی الود

۱۶۔ فواد فی فوکی الود

۱۷۔ فواد فی فوکی الود

۱۸۔ فواد فی فوکی الود

۱۹۔ فواد فی فوکی الود

۲۰۔ فواد فی فوکی الود

۱۔ اساتذہ کے اساتذہ میں ان کے والد ماجد لاطیب علیہ السلام کے علاوہ ملا دانیال چوراسی کا اذیعیل تذکرہ میں لاطیب السلام دانی کا بھی ذکر ہے لاطیب السلام دانی کا اساتذہ لاطیب شہید کے جنس میں شصت و سالہ قطیب نے ذکر کرتے ہوئے غامض ہیں ان کے بانی میں بھی ہیں:

۱۔ ہر دس علم اصول و ہندوہ

۲۔ غنائت و دیات و فواد فی فوکی الود

۳۔ فواد فی فوکی الود

۴۔ فواد فی فوکی الود

۵۔ فواد فی فوکی الود

۶۔ فواد فی فوکی الود

۷۔ فواد فی فوکی الود

۸۔ فواد فی فوکی الود

۹۔ فواد فی فوکی الود

۱۰۔ فواد فی فوکی الود

۱۱۔ فواد فی فوکی الود

۱۲۔ فواد فی فوکی الود

۱۳۔ فواد فی فوکی الود

۱۴۔ فواد فی فوکی الود

۱۵۔ فواد فی فوکی الود

۱۶۔ فواد فی فوکی الود

۱۷۔ فواد فی فوکی الود

۱۸۔ فواد فی فوکی الود

۱۹۔ فواد فی فوکی الود

۲۰۔ فواد فی فوکی الود

۲۱۔ فواد فی فوکی الود

۲۲۔ فواد فی فوکی الود

۲۳۔ فواد فی فوکی الود

۱۔ ہر دس علم اصول و ہندوہ

۲۔ غنائت و دیات و فواد فی فوکی الود

۳۔ فواد فی فوکی الود

۴۔ فواد فی فوکی الود

۵۔ فواد فی فوکی الود

۶۔ فواد فی فوکی الود

۷۔ فواد فی فوکی الود

۸۔ فواد فی فوکی الود

۹۔ فواد فی فوکی الود

۱۰۔ فواد فی فوکی الود

۱۱۔ فواد فی فوکی الود

۱۲۔ فواد فی فوکی الود

۱۳۔ فواد فی فوکی الود

۱۴۔ فواد فی فوکی الود

۱۵۔ فواد فی فوکی الود

۱۶۔ فواد فی فوکی الود

۱۷۔ فواد فی فوکی الود

۱۸۔ فواد فی فوکی الود

۱۹۔ فواد فی فوکی الود

۲۰۔ فواد فی فوکی الود

۲۱۔ فواد فی فوکی الود

۲۲۔ فواد فی فوکی الود

۲۳۔ فواد فی فوکی الود

یعنی ادب و تحصیل راہ پایہ کمال رسانید، غلام علی آزاد بگراہی، اکثرے را از مرتبہ شاگردی با درس استاد رسانیدند، "فرخندہ انظرین"، تحصیل فراغ بیاری از مردان بخدمت ایشان "وعدہ الوداع" جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لا صاحب کا اپنے عہد میں اصلی امتیاز خوبی درس و تدریس تھا، اور اس درس کی خوبی تحصیل فراغ بیاری، یعنی جلد فراغ تحصیل کر دینا تھی، "تحصیل فراغ بیاری از مردان بخدمت ایشان" کا یہ مطلب میں نے سمجھا ہے، دوسرا مطلب بیاری سے از مردان "بھی ہو سکتا ہے، یعنی بڑی تعداد میں لوگ لا صاحب کی خدمت میں پڑھ کر فارغ تحصیل ہوئے، اس سے بھی خوبی درس پر ہی روشنی پڑتی ہے۔

تلاذہ لا صاحب شہید کے جس کی خوبی، شرافت اور اتقان کو ان اہل علم کے کارناموں سے بھی جانچا جاسکتا ہے، جو ان کے سامنے زانوئے شاگردی نہ کر کے استاد کے درجے تک پہنچے، ان میں سے چند نام تاریخ نے محفوظ کر لیے ہیں:-

- (۱) قطب الدین شمس آبادی مسکن، اسٹوڈی سلطان (۲) حافظ امان اشتر باری صاحب حکم ماحول
- (۳) قاضی محب اشتر باری صاحب سلم و سلم (۴) قاضی شہاب الدین گوانوی (۵) حاجی مصطفیٰ اشتر
- (۶) خیر آبادی (۷) زین العابدین سندیلوی (۸) قاضی دولت سہالوی (۹) ملک بہاء الدین بگراہی (۱۰)
- میر عبداللہادی بن میر عبداللہ احد بگراہی (۱۱) لا محمد غوث کا کہروی (۱۲) مولوی اسماعیل او زنگ آبادی
- (۱۳) لا محمد احمد فرزند اکبر لا قطب شہید (۱۴) لا محمد سعید (فرزند دم لا قطب شہید) (۱۵) لا علی قلی
- جہانی (غالباً)

یہ تمام تلاذہ اپنے علمی اور تدریسی کارناموں کی بنا پر علیحدہ علیحدہ عنوان لکھ کر ہونے کے مستحق ہیں مگر اس کا یہ عمل نہیں ہے، لا قطب کے ایک شاگرد کا جو دوسرے پہلو سے تاریخ میں محفوظ رہ گئے ان علمی شخصیتوں کے ساتھ تذکرہ نگاروں نے نام نہیں لیا ہے، یہ ہیں غلام مصطفیٰ متخلص بہ انسان کنبہ مرزا آبادی "سرو آزاد" میں غلام بگراہی نے ان کا بحیثیت شاعر ذکر کرتے ہوئے ان ہی کی زبانی ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے:-

شیخ غلام مصطفیٰ انسان کال بود و را ملا
 علوم عقلی و نقلی متازاتنی، تحصیل معنولات
 جاری ہونے میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے
 تھے، اور ہم شعروں میں متازاتنی عباتے
 تھے، اکثر علوم عقلیہ کی تحصیل لا قطب لایا
 سہالوی کی خدمت میں کی اور بقول بہت شیخ
 غلام نقشبند بکھنوی کی خدمت میں پڑھا۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

فرمود اور ایام طالب علمی باجائے نقل خاطر
 پید ہوا، جو ان کے در قصبہ از قصبہ سکونت
 داشت خود را بسکن محبوب کشیدم دوست
 از تحصیل با کشیدم تفسا و جوائے فوت شد
 دمن سر سواد اوس رفتے لا قطب الدین
 را گورے بران قصبہ اتنا دارم ورم متفاد
 حال ہند نمود صورت واقعہ عرض رسانید
 فرمود کہے بہ او بود و او ما بیا بد مرم
 گفتند او بآبادی زہار منی آئے حضرت لا
 قلم گرفت بر شقہ نوشت "اطرق کراء
 اطرق کراء ان اللہ ان اللہ فی القری"
 اس کلام انہی عرب است کہ ان ملاذ ان
 وحشی را صید کند استعمال اس کلام دین
 معانہ نظر بحال شیخ و حضرت ملا استاد ہند
 شیخ غلام مصطفیٰ نے خود بیان کیا کہ طالب علمی
 کے زمانے میں ایک نوجوان سے مجھے عشق
 ہو گیا تھا، یہ جوان ایک قصبہ کا رہنے والا
 تھا، میں خود کو اپنے محبوب کے وطن میں پہنچ
 لایا اور پڑھنے پڑھانے سے دست کش ہو گیا
 بدمستی سے وہ جوان فوت ہو گیا اور میں بھی
 کی خاک چھانٹنے لگا، ایک دفعہ لا قطب الدین
 اسی قصبہ میں تشریف لائے اور لوگوں سے
 میوہ حال دریافت کیا، جو معاملہ تھا لوگوں نے
 عرض کر دیا، لا صاحب نے فرمایا کہ کوئی جاگہ کو
 بیان لے آتا لوگوں نے کہا کہ وہ جی میں
 کبھی نہیں آتے، حضرت لا صاحب نے قلم
 اٹھایا اور ایک ہندسہ پر حسب ذیل الفاظ تحریر
 فرمائے "اطرق کراء اطرق کراء ان اللہ"

بسیار ہوئے واقع شد بجز وہی شہد
منہا دلائل مجتہد ماستہ ختم و معاد
ملازم و رافتم

شیخ غلام مصطفیٰ اور حضرت لامع صاحب کے
حال کو دیکھتے کہ وہ ان کے استاد تھے انتہائی
پرہیزگارانہ یہ پرزہ دیکھتے ہیں وہ استاد
لامع صاحب کی خدمت میں سیر و چشمہ جعفریہ
اور عادت قدم بڑی حاصل کی۔

شیخ غلام مصطفیٰ انسان کی وفات علامہ بکراہی کی صراحت کے مطابق ۱۱۴۴ھ میں ہوئی، ان
کی قبر المجرور میں ہے۔

تصانیف لامع صاحب الدین شہید کی تصانیف کے مطالعہ سے دنیا محروم ہو گئی صرف ان کے نام باقی رہ گئے
علامہ آزاد بکراہی کا کہنا ہے :-

لامع صاحب عقائد علامہ دوانی حاشیہ و تفسیر
تعلیمی کردہ بود، فقہ حویلیہ وقت شب خون
خانہ کلاز آتش زدن حاشیہ اندک و نہیں
انکس البیت علیہ آتش میداد اگر دیر
(آثار الکرام)
لامع صاحب فرنگی علی لکھے ہیں کہ :-

دہرین سالہ مکتوبہ کتاب حکم تالیف فرمود
اشہرک حاشیہ توحید و شرح عقائد تفسیر
تقریبات بزدوی و حاشیہ مطلق در سالہ
ہر فن میں ایک مضبوط تصنیف اور حکم کتاب
انہوں نے تقریر فرمائی تھی، ان کی مشورہ
تصانیف ہیں حاشیہ توحید و حاشیہ شرح عقائد

تحقیق و ادراک و تفسیر و تفسیر و تفسیر
دست ملکہ فقہ پر باد مشہد ملکہ
یہ سب بڑی صفات دینی تصانیف ہیں
یہ محاضروں کے (مکتوب) پر باد ہو گئیں

مصنف و ملاحظہ لامع صاحب الامام علی نے لکھا ہے :-

تصانیف لیسار بود و مکتوبہ خود حاشیہ
شرح مکتوبہ و مکتوبہ کتب خانہ مولائے
کمال موجود است و چند اجزاء مکتوبہ مولائے
امور عامہ نیز اعمال یافتہ شدہ و حاشیہ توحید
تا وقت مولائے مکتوبہ موجود در ان مکتوبہ
است ملکہ۔

نظام الدین کے زمانے تک موجود تھا اب
لاچہ ہو گیا ہے۔

یہ صورت حال بارہویں صدی ہجری کے آخر کی ہے جو مصنف و ملاحظہ نے لکھی ہے، بعض میں
جو لامع صاحب شہید کے فرزندوں کی طرف سے عالمگیر کو پیش کیا گیا تھا تحریر ہے :-

قریب ۵۰۰ جلد مجمع بود اکثرے از ان
آتش زدن مکتوبہ در ان میان مصنف
مجد چار جلد و مشکوٰۃ و حاشیہ از کتب حدیث
دعوات نوری حاشیہ توحید و شرح
عقائد تفسیر و تقریبات بزدوی و حاشیہ

نظام الدین کے زمانے تک موجود تھا اب
لاچہ ہو گیا ہے۔

مطلوبہ وغیرہ کتب کثیرہ کتب شریعت بر ذیل جمیع
ہندوستان میں مشہور و معروف ہوئے
اور جو بڑی فقیہ اور بہترین مباحث پر مشتمل
تھیں سب میں گنیں اور حوالہ اور سب احاطہ
کئے گئے۔

بہر حال اس وقت ملاقطب شہید کی کوئی تصنیف نہیں پائی جاتی ہے، ان کی افواج کی بربادی کا جتنا
اتم کیا جاتا ہے، اس سے علمی دنیا ایک ایسے مصنف اللہ مدد کے نقطہ نظر سے محروم ہوگئی جو ہندو
پہلو سے بلاشبہ عمدہ آفرین تھا، ملاقطب کے علمی عہد کا آغاز ایسے وقت ہوا جب ہندوستان کے بڑے
بڑے مصنفین زندہ تھے جن میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملا علی، انکبیم سیکھوٹی، میرزا پیر دہلوی اور
مفتی شیخ محبوب انصاری آبادی قابل ذکر ہیں، ان سب حضرات کا رجحان تصنیف عبادگاہ ہے، اگر
ملاقطب شہید سہاوی کی تصانیف باقی رہیں تو علمی حلقوں کو یہ فیصلہ کرنا مشکل نہ ہوتا کہ طریقہ تدریس میں
انقلاب لانے والی اس مقدس ہستی کا رجحان تصنیف کیا تھا۔

علامہ شبلی نعمانی نے اپنے مضمون "فرحی محل یا نظامیہ بغداد یا ہندوستان کا کیمبرج" میں ملا
قطب الدین شہید کو اس طرح خرداء عقیدت پیش کیا ہے:-

تمام ہندوستانی جبکہ انصاف یہ ہے کہ تمام دنیا سے اسلام میں یہ بات صرف اسی مقدس
رات کو حاصل ہے کہ ہر سے دوسو برس تک متواتر اور مسلسل بافضل ان کی نسل سے ملا رہتے
چلے آئے اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

علامہ شبلی نے یہ مضمون جس کا اقتباس دیا گیا ہے سنہ ۱۹۰۲ء میں لکھا تھا۔

ملاقطب شہید کا داد عیال سہالی ضلع بارہ بنگلی میں اور زانیہاں گڑھی بھولوں ضلع بارہ بنگلی میں تھا۔
ان کے نانا ملک حمزہ شہید عہد سہالی گڑھی بھولوں کے ہمدرد تھے، ملا صاحب کی شادی تھیں بیہ ضلع

لکھنؤ حمزہ عہد سہالی دہلی شہید کے حقیقی ۱۸۸۱ء اپنے بچے بھائی ملک سہاد کے ساتھ سب بکرم ارٹھ وقت شاہجہاں
۱۸۸۱ء (۱۸۸۱ء)

۱۸۸۱ء بنگلی میں احمد غازی ان میں ہوئی تھی۔ علامہ شبلی نعمانی نے اپنے اس مضمون میں لکھا ہے کہ ملا صاحب
کی شادی چوہدری محمد آصف سہاوی کی لڑکی سے ہوئی تھی، یہ صحیح نہیں ہے، چوہدری آصف کی بیٹی
سے ملا صاحب کے بچے بیٹے کا عقد ہوا تھا۔

اولاد ملاقطب شہید کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں، بیٹیوں کی شادیاں گڑھی بھولوں اور گھس کر
میں ہوئی تھیں۔

بڑے بیٹے ملا اسد، بچے ملا محمد سعید، بچے ملا لائق نام الدین اور چھوٹے ملا محمد رضا تھے، ملا اسد
اور ملا سعید نے اپنے والد ماجد ہی سے تحصیل علم کی تھی بہتر سے بیٹے ملا اسد اپنے والد کی حیات ہی میں
اورنگ زیب کے پاس چلے گئے تھے، اور اپنی بیوی اور خور و مال بیٹے غلام محمد معطی کو اپنے والد کے
پاس چھوڑ دیا تھا، وہ عالمگیری کے پاس تھے کہ والد ماجد کی شہادت کی خبر وصول ہوئی، ملا اسد بھولوں
والیں نہیں آئے، اعضاء اربعہ کے اندراج کے مطابق (۱۳۰۲ء) ملا اسد برہان پور کے صدر مدرس
کے عہد پر فائز تھے، ان کا سال وفات اور مرتبہ معلوم نہیں ہے، ان کا علمی کا نام علامہ الدینی کے
عاشق و تلامذہ پر عیاں ہو چکا ہے، ان کی علمی قابلیت کی قاطع دلیل یہ ہیں کہ ان کی تصنیف کرتے ہوئے
تذکرہ علماء فرنگی محل کے مصنف مولانا غنائت اللہ فرنگی محل نے لکھا ہے کہ انھوں نے یہ حاشیہ مولانا عبدالحق
فرنگی محل کے کتب خانے میں دیکھا تھا مگر اب مولانا عبدالحق کے ذخیرے میں جو آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی
میں منتقل ہو چکا ہے اس کا پتہ نہیں چل پایا۔

بچے ملا حمزہ ملا محمد سعید ملاقطب کی شہادت کے وقت موجود تھے اور اس عمر کے میں
ذہنی بھی ہوئے تھے، واقعہ شہادت کے بعد ہی بیٹے بھولوں کے پاس گئے تھے، چوہدری وقت
دکن میں تھا، عالمگیری نے جو صورت واقعہ سے پہلے ہی مطلع ہو چکا تھا، ملاقطب شہید کے کہنے کی اس
بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (۱۸۸۱ء) جو ان کی فیضی برادری کے بھگت کے لیے لکھے تھے جہاں دھوکے سے وہ ان جاتی تھے
کہ یہ گئے۔ انہوں نے کتاب عاقل و احمق میں گڑھی بھولوں فرنگی محل سے لکھ کر وہاں دھوکے سے وہ ان جاتی تھے، ایک دفعہ

فیضی سال میں لکھا کہ ان کی داد میں ملائے فرنگی محل ہیں۔ دوسری دفعہ لکھا کہ ان کے گھس کر میں منسوب ہوئے ہیں۔
(۱۸۸۱ء) (۱۸۸۱ء)

خود پیش کر دے اب سہالی میں رہنا نہیں چاہتا معلوم کر کے ان ہی لا محمد سعید کے ذریعہ کر دی بلکہ
لکھنؤ کو فرماں بھیجا کہ۔

ہر ملک ایک لا محمد سعید فرزند لا محمد سعید ۱۲
لاقطب الدین شہید کے فرزند لا محمد سعید
قطب الدین شہید برائے سکونت خود دیکھ
سید اپنے اور لائے شہید کے اور سرے
فرزند ان شہید مذکور و بلکہ لکھنؤ کو فرمایا
بیٹوں کے رہنے کے لیے جو مکان بھی لکھنؤ
آں را سپرد کر دے و یقیناً اور در آمد
میں پسند کریں وہ ان کے سپرد کر کے اس
پران کا مقصد دلایا جائے۔

کر دی بلکہ لکھنؤ اس زمانے میں شیخ حسام الدین تھے جو لا قطب شہید کے چچرے بھائی تھے
وہ خود اگرچہ لکھنؤ میں تھے لیکن ان کا گھر بار سہالی میں تھا، ان کا گھر بھی لا قطب شہید کے قاتلین کے
ہاتھوں تاراج ہوا تھا۔

لا محمد سعید عالمگیر کا یہ فرماں لے کر کر دی بلکہ لکھنؤ کے پاس آئے اور اپنے کہنے کے لیے فراموشی
تاجر کی اس کو بھی پران کی نظر انتخاب پڑی جو اجاڑے کی مدت ختم ہو جانے کے بعد سرکاری ملک میں آگئی
یعنی اس کو بھی میں جو مولیٰ فرنگی کھلائی تھی، اپنے گھر والوں کو بارگاہ سعید خاص اس مولیٰ کا فرماں
حاصل کرنے کے لیے دوبارہ بادشاہ کے پاس دکن گئے اور جدید فرماں لے کر جس میں ایک منزل مولیٰ
فرنگی کے الفاظ ہیں (اور جواب تک محفوظ ہے) وہیں وطن آئے۔

لا محمد سعید کچھ عرصہ وطن میں قیام کر کے پھر عالمگیر کے پاس چلے گئے اور وہیں انتقال فرمایا سال ۱۲۱۵
اور مدفن کے سلسلے میں وہ بھی اپنے بڑے بھائی کے ہم قسمت ہوا ثابت ہوئے۔

اب لا قطب شہید کے کہنے کی سربراہی لا قطب کے سچے فرزند کے ذمہ آگئی جو والدہ ماجدہ شہادت
کے وقت صرف ۱۱ سال کے تھے، ان کی تعلیم بھی متوسلات سے آگے نہیں بڑھ پائی تھی، اور بھی چودہ
سال تھے تھا جو آوارہ وطن قافلہ اولاد لا قطب شہید کے ہمراہ سہالی سے تنگ کو اور غیر یقینی مستقبل کے
دھندلے میں لکھنؤ کی سمت روانہ ہوا تھا۔

۱۲۱۵ ہجری ۱۲۱۵

لکھنؤ ۶۰

تاریخی تحقیقات کا معاملہ بھی عجیب ہوتا ہے، کسی تاریخی مقام یا لفظ کی تحقیق میں برسوں صرف کر دینے والے مورخ کے نتیجے کو، بار بار ایسا ہوا کہ کسی نئی شہادت کی اچانک دستیابی نے باطل ٹھہرا دیا۔ لکھنؤ کا معاملہ بھی کچھ اسی قسم کا ہے۔

اس سوال پر ہمیشہ غور و خوض ہوتا رہا ہے کہ لکھنؤ کا مطلب اور اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اور دراصل یہ لفظ کیا تھا اور کس لسانی ارتقاء سے گزر کر یہاں تک پہنچا؟ اور موجودہ لفظ "لکھنؤ" تاریخ کی کتابوں میں سب سے پہلے کب آیا؟

علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے لکھا ہے:-

"تاریخوں میں سب سے پہلے میری کتاب میں تہذیب کے حلقے کے بعد سنہ ۱۱۷۰ مطابق ۱۷۵۷ء میں لکھا ہے، تہذیب کی "ابھی کے بعد جب ملک میں طوائف الملوک کا دور ہوا اور ظفر خان نے کورٹ میں، غواجہ جہاں کے بیٹے مبارک شاہ نے قنوج اور دہلی، کڑا اور جو پور میں، اور ظفر خان نے لاہور و دیوبند و ملتان میں اپنی اپنی حکومتیں قائم کیں اور اقبال خان نے دہلی میں اپنی ریاست برپا کی چاہی، مبارک شاہ نے پرب میں اس کے پاؤں جمنے نہ دیئے، اس سلسلے میں لکھنؤ کا نام پہلی دفعہ سننے میں آتا ہے، فرشتہ میں ہے: "لو اقبال خان بہ قنوج رفتہ خواست کہ جو پور و لکھنؤ دیکھے۔"

لے حیات علی مسک (مطبوعہ دارالعرفین، علم گڑھ)

سایح فرشتہ متاخر تصنیف ہے، اس میں لکھنؤ کا نام صبح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تہذیب کے حلقے کے بعد پہلی ہوئی طوائف الملوک کے زمانہ میں بھی یعنی پندرہویں صدی عیسوی میں بھی لکھنؤ کو اسی نام سے موسوم کیا جاتا تھا، فرشتے کے بیان سے اسی قدر اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اس کے زمانے میں جو کافی متاخر ہے، لکھنؤ کے نام سے اس جہتی کو یاد کرنے لگے تھے۔

ایک سرخ ایسا لیا گیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ لکھنؤ کا نام تاریخ میں چودھویں صدی عیسوی کے اول نصف میں آچکا تھا، یعنی لو اقبال خان کی سرگرمیوں سے بھی تقریباً سو سال قبل۔

کتاب "رحلۃ ابن بطوطہ" (عربی مطبوعہ) کے مطالعہ کے دوران دوسری جلد کے ٹائٹل پر انیس گزٹے کے اوپر ذکر لکھنؤ سنہ ۶۱۴ لکھا ہوا ملا، یہ کتاب مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی خرید کردہ تھی اور ان کے مطالعہ میں وہ چکی تھی، یہ ان ہی کے قلم کی تحریر تھی، جس نے بتایا کہ لکھنؤ کا ذکر ابن بطوطہ کے سفرنامے (عربی مطبوعہ) کے صفحہ ۶۴ پر آیا ہے، ابن بطوطہ سلطان محمد بن تغلق کے عہد میں ۷۲۷ھ (۱۳۲۶ء) میں ہندوستان آیا تھا، اور ہندوستان کے طول و عرض میں دس سال کے قریب اس نے سیر کی، سلطان کے ایک گورنر میں الملک کی کمزاد کے سلسلے میں اس نے لکھا ہے:-

وامیرہا عین الملثابین ماعہر ومضامدینۃ عوض ومدینۃ ظفر آبادو
مدینۃ اللکھنؤ وغیرہا۔ (صفحہ ۶۴ مطبوعہ قاہرہ سنہ ۱۲۸۵ھ)

سفرنامے کی پوری عبارت کا اردو میں مفہوم یہ ہے:-

"جب ملک میں قحط پھیل گیا تو بادشاہ اس سلطان محمد بن تغلق (دہلی کے گنگا کے کنائے) جس کو ہندو مت پر خیال کرتے ہیں اور پیر سال حج کے طور پر دہلی جاتے ہیں، چلا گیا، دہلی سے دس منزل پر تھا..... میں بھی بادشاہ کے کیمپ میں اتاری دنوں پہنچا تھا، دہلی کے گنگا کے مغرب میں جو شہر تھے اور بہان سلطان متیم تھا، سخت قحط زدہ تھے، اور مشرق میں جو شہر تھے ان میں اندانی تھی، اس علاقہ کا حاکم امیر عین الملک بن امیر تھا، اسی علاقے میں اودھ کا شہر ظفر آباد کا شہر اور لکھنؤ کا شہر ہے۔"

دوسری آنکھوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ قلم محمد بن قسطنط کے دولت آباد سے ۳۳۳ھ میں دہلی کے زمانے میں شمالی ہندوستان میں پڑا تھا، مگر وہ بکا ملازہ اس مصیبت سے محفوظ تھا، اسی لیے سلطان نے اجازت دے دی تھی کہ جس کا جی چاہے پورب کے علاقے میں جا کر مصیبت کے یہ دن کاٹے، اور خود سلطان محمد قسطنط اپنے لشکر کے ساتھ شمس آباد (ضلع فرخ آباد) کے قریب ایک مقام "سرگ دروازہ" چلا گیا۔

مشہور ہے کہ قسطنط، رام چند جی کے بھائی تھیں کی جاگیر تھا، اور اس خط کا نام پہلے "بھمن پورہ" یا "بھمن پوری" تھا، مگر یہ قبل تاریخ کی باتیں ہیں، پھر یہ ایک عرفانی اشارہ ایسا ہے جس سے قسطنط کے بھمن جی سے قسطنط کی بات اگلے بے اصل نہیں رہتی۔

روایت "کرامات رذقیہ" کی ہے، جو حضرت شاہ میر عبد الرزاق البوسوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۳۳ھ) کے لفظوں اور کلام سے مراد ہے۔ مصنف محمد خاں صاحب رذاقی شاہ جو انہوں نے صاحب لفظ کے پوتے شاہ غلام علی رذاقی (متوفی ۱۱۳۳ھ) سے انھوں نے اپنے والد امجد حضرت شاہ غلام دوست محمد (متوفی ۱۱۳۳ھ) سے انھوں نے اپنے والد امجد حضرت میر شاہ حبیب الرزاقی البوسوی رحمۃ اللہ علیہ سے سن کر بیان کیا ہے ان الفاظ میں جو حضرت میر البوسوی کے زبان مبارک سے ادا ہوئے، لفظ کا مرتب کیا ہے اسی لیے کتب "کرامات رذقیہ" اگرچہ دوسری پرانی تصنیف ہے، لیکن اس کی زبان تین سو برس پرانی ہے، کیونکہ مصنف نے "بے کم و کاست" ان ہی الفاظ کے قلم بند کرنے کا التزام رکھا تھا، جو حضرت میر صاحب البوسوی کی زبان فیض ترخان سے ادا ہوئے تھے، اور بعینہ نقل ہوئے تھے، بہر حال کتب "کرامات رذقیہ" میں شاہ غلام علی کی زبانی نقل ہے۔

"ایک دفعہ حضرت (میر صاحب البوسوی) ان میں تھے، ایک روز اپنے مکان کو تشریف لے چلے وہاں دو ماہرین تھے، ایک آبادی کی، ایک مغل کی، کہیں یہ (میر صاحب البوسوی) تشریف لے

لے آئے، وہ ابھی معلوم۔

جانے میں آبادی کی راہ چھوڑ کر مغل کی راہ چلے گئے، اس جگہ میں ایک تالاب دیکھا، اترے، دیکھا کہ ایک شخص آیا حضرت سے پوچھا "کہاں رہتے ہو؟" حضرت نے فرمایا "مشرکوں میں" ان نے کہا کہ "ہمارا لکھنؤ؟" نہ فرمایا کہ "ہمارا تھا تو میں نہیں جانتا ہوں، ایک شہر ہندوستان میں ہے، وہاں رہتا ہوں؟" تو ان کو آج یہاں رہ رہ رہا ہے تم جہاں ہو؟ یہ کہہ کے وہ شخص چلا گیا اور دیکھ کر ہلکا کر بیٹھے، ان کے جی میں خطرہ آیا، بعد ایک لمحے کے وہ شخص آئے معلوم لے کے "یہ بات کہی تو اس کو کھاؤ" اور علو سوہن ہوگ، اس قدر تھا کہ آپ نے کھایا اور کھڑے ہو کر کھایا، اور کہہ کر کہ "یہ دیکھو اور ہلکا کر بیٹھے ہیں سو قادی جگہ کے واسطے ہیں، تم اپنے جی میں خطرہ نہ کرو اور رام بھمن سنے ہو گئے تو یہیں ہیں صبح کو راہ بتا دیں گے....."

یہ شک اس واقعہ کو تاریخ کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، اور یہ بھی صحیح ہے کہ اس کی حیثیت رکاشے کی ہے، جس کا قسطنط عالم اجساد سے نہیں ہے، عالم اشراق سے ہے، پھر بھی لکھنؤ کے موجودہ لفظ کے ایجاد کی سرچشمت پر مبنی روشنی اس سے ضرور پڑتی ہے، اور "لکھنؤ" سے قسطنط ہونے کے قیاس کو کافی بجلا دیتا ہے۔

لکھنؤ کی تاریخ کچھ بھی رہی ہو، ملا قطب الدین بہاری کا لٹا ہوا کتبہ اسی لکھنؤ کی طرف نقل ہو کر رہا تھا، اس طرح ملا قطب کی ایک پیشین گوئی بھی پوری ہو رہی تھی جو اپنے اسی سچلے بیٹے کے سلسلے میں جو لے ہوئے کہے ہیں جو وہ پندرہ سالہ یتیم کی حیثیت سے شامل تھا، انھوں نے کی تھی، اس بیٹے کے بارے میں روایت ہے کہ،

دو سو ستر سالگی بنائیت بجا و شہزادہ بدیع
 مردمان امید از دلیت و سہ برداشتند
 بچہ میں انتہائی شدید بیمار ہوئے کہ ان کی
 امید ازیت باقی نہ رہی، مگر کہ عورتوں اور
 زنان و مردمان غارت گریہ و غنا کر دہ کو لڑکے
 مردوں نے دوا دوا کر دیا، ان کی

درازی جوں سے مولانا سید بھادہ شریہ
 آورو و نقص حال فرزند اور عبد خاوند
 بریافت شدت مرض و در آواز حال و فکر
 اضطراب و اختلال مرنانہ لاسے بجا ہمارک
 راہ یافتہ کے سر کعبہ فکر خداوند بیداران
 بالادہ خود گفتگو کویچ جانے دوسرے نیست
 انشا اللہ تعالیٰ ازیں مرض صحت خواہد یافت
 وہ گفتگو استقامت خواہد ورنہ نہ

مگر وہ دوازی جب لاقطب شہید کی سماعت
 میں آئی تو مکان کے اندر تشریف لائے اور
 فرزند اور عبد کے مزاج کا حال پوچھا، مرض
 کی شدت اور حالت کے پگڑنے کو دیکھا اور
 گھر والوں کی گھبراہٹ اور بدحواسی ملاحظہ
 فرمائی کہ قلب ہلک پر اثر ہوا، تھوڑی دیر
 سر جھکائے رہے، پھر سواٹھا کہ اپنی والدہ
 اجداد سے فرمایا، گھبرانے کی کوئی بات نہیں
 انشا اللہ اس بیماری سے یہ اچھا ہو جائے گا
 اور گفتگو میں متعلق نہ گزرتا تھا کہ

پھر یہ شہید بیاد فرمایا "صحت یاب بھی ہوا، اپنے والد ماجد سے پڑھا بھی اور جب والد ماجد کی
 شہادت واقع ہوئی تو ان کا یہ فرزند جو اب چودہ سالہ قیام تھا، اپنے باپ کی لاش کے ساتھ دشمنوں کی
 حراست میں کئی روز سہالی سے دور رہا، قرب و جوار کے شرفا جو سہالی سے تین تین چار چار میل پر
 واقع تھے پورا دروہا کے زمیندار تھے، خوشامد آمد کر کے اس چودہ سالہ ستم زدہ کو بچہ و شفیقارے
 پھرا کر لائے، یہ شہود کی عمر پچاسی ہے، اس چودہ سالہ قیام کے یہ چار پانچ دن کیسے گزرے ہوں گے؟
 کہ ایک طرف اس عالی مرتبت باپ کے بے گورہ گفتگو لاش کے ساتھ کشاں کشاں ادا کرے اور
 لے جایا جا رہا ہے، دوسری طرف اپنی آنکھوں سے گمبار کو لٹا اٹھکتا، حقیقی بھائی کو زخمی اور
 ماں و دای، بھادہ کو بے حرمت ہوتے دیکھ چکا تھا جس کے تصور سے رنج لرزے لگتی ہے مہم
 فیض مالہ ہی ایسے حادثات پر توفیق میرزا نے تو دنیا کی بڑی آبادی غلوں ہی سے ہلاک ہو جائے۔

لے مودہ الزمان لہذا ملاحظہ فرمائی محفل

تضاوت قدر کے فیصلے بھی بظاہر عجیب ہوتے ہیں، کوئی سوچ سکتا ہے کہ دو بڑے بھائی جن کی ساری
 شہنشاہ اور رنگ زیب عالیگیر کے دربار تک تھی، جن کی تعلیم والد ماجد کے ہاتھوں چار سالہ کامل تھے پائے
 تکمیل کو پہنچ چکی تھی، جو بال بچوں والے ہو کر باپ کے معاملات میں رفیق اور ہم عصر کی حیثیت رکھتے تھے،
 وہ تو بادشاہ تک رسائی حاصل کر کے تاج پھوس گننام ہو جائیں، اور یہ چودہ سالہ قیام جو ہر طرف بے ہمت
 پاہو، اس طرح باپ کا جانشین اور ان کے نام کو روشن کرنے والا ثابت ہو کر باپ ہی کا نہیں، بھائیوں کا
 ان کی اولاد کا اور پورے کنبے کا اہم تاج پھوس کے صفحات پر ہمیشہ کے لیے ثبت کر جائے، انہ صرف اپنے کنبے
 کا نام ادا نہ کرے، بلکہ علمی دنیا کو اسی راہ دکھائے کہ تین سو سال کے بعد بھی اور علمی دنیا میں بیکرون
 و انقلابات آنے کے باوجود، ارباب رہنمائی تو گاہ گاہ علم کے طالب گاہوں کی نگاہیں اس راہ کو کھینچ لیں
 لاقطب شہید کا یہ چودہ سالہ قیام ہے جسے آج دنیا اپنی دین نظامی، استاد و استاد
 نظام الدین محمد فرنگی علی کے نام کے ساتھ عقیدت و احترام سے یاد کرتی ہے۔

علم

صفاقت

ادب

ثقافت

شاخ ادب

فیض پور خور و ضلع شیو پور نزد لاہور
مشرقیہ روڈ پنجاب

۱۹۶۵ء سے آج تک علم ادب
 کے فروغ کیلئے کوشاں ادارہ
 زیر نگرانی: فقیر انصاری فیضپوری

انصاری فاؤنڈیشن پاکستان

بانی: فقیر آثر انصاری فیض پوری

آل انصاری کی رفاہی، سماجی اور فلاحی خدمات
کے لئے وقف ادارہ

- انصاری میراج سنٹر
- انصاری بلڈ بینک
- انصاری لائبریری
- انصاری اولڈ کیمپ

"جمعیت الانصار" ہوا "فلاح الانصار"۔ "انصاری فاؤنڈیشن پاکستان" ہوا "انصاری پورہ"۔ "اتحاد الانصار" ہوا "انصاری ویلفیئر سوسائٹی"۔ اسی کا نصب العین ایک ہے اور یہ تمام ادارے قوم و ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لئے کوشاں ہیں۔ دنیا کے ستارے ہوئے انسانوں کی وندگاری کے لئے ہم حاضر ہیں۔
آؤ معظم ہو کر آل انصاری تلاشِ بہبود کے لئے یکجا کارہائے نمایاں انجام دیں۔

مرکزی دفتر

انصاری ہاؤس اثر منزل فیض پور خورو

ضلع شیخوپورہ، تحصیل فیروز والا، نزد لاہور، شرق پور روڈ، پنجاب، موٹر وے زیر پوٹائیٹ
فون لاہور: 7125023، 7125024 (یہ ادارہ سیاست سے الگ ہے۔)

مَلَّا نِظَامُ الدِّينِ مُحَمَّدَ

(اُنشاد المثنیٰ)

ظاہری حالات پر نظر ڈالیے تو وہ یہ تھے کہ ملا قطب الدین شہید سالوی کا یہ تہیہ جو باپ کی شہادت کے وقت چھوٹے سال کا تھا، دماغی فریاد کے موجب جو حادثہ شہادت کے پورے دو سال کے بعد یعنی ۷۸۵ھ میں باضابطہ عبادی ہوا۔ ایک منزل حولی فرنگی باشندے آں واقعہ لکھنؤ مضافات بھوپارہو کی ایک وسیع عمارت میں اپنی دادی، والدہ، دو بھادوچوں، تین خور و سال بھتیجوں اور ایک چھوٹے بھائی کے ساتھ رہا ہے، اب خود اس کی عمر نو سال کی ہو چکی ہے، حولی کے فرمان کے ساتھ کچھ مدد و عیاش بھی بادشاہ وقت کی طرف سے مقرر ہے، ہر طرح فراغت کا اور ہر عفو ان شباب سے دوچار قطب شہید کے خاندان کا یہ تہیہ دو ذوق پڑے بھائیوں کی نگہانی اور تربیت کے بارے میں آزاد ہے، وہ دونوں اس سے اور گھر بار سے بہت دور اور گنگ نریپ عالمگیر کی سپرد کردہ علمی اور اخلاقی غریبوں پر امور جو کہ وطن کی خبروں سے، اور اپنی وطن کی خبروں سے لاعلم ہو چکے ہیں، ایسے حالات کا تقاضا بھی ہے کہ وہ رئیس نادارے کی سی زندگی گزار کر اپنے خاندان کا نام ڈبو دے، لیکن جو جو وہ ظاہری تقاضوں کے بالکل برعکس ہوا، ماں، دادی اور شفیق بھادوچوں کے سایہ عاطفت کو اس نے خیر یاد کیا، خاندان کے بڑے ہونے کی ذمہ داریوں کا پروانہ کی، گھر میں پڑھائی کا مناسب بندوبست ممکن نہ پا کر یا کسی سبب سے جس کی تحقیق اب ممکن نہیں ہے، اس نے ترک وطن کا عزم کر لیا، مگر یہ ترک وطن آباویں وطن سہالی کو چھوڑنے سے مختلف انداز کا تھا، وہ مجبور ہو کر کیا تھا یہ پورے اختیار کے ساتھ۔

تاریخ میں ہے کہ ملا قطب الدین شہید کے کہنے کے لکھنؤ منتقل ہونے اور حولی فرنگی میں

سلمان کے ساتھ آباد ہونے میں کم و بیش دو سال کا عرصہ لگا، اور جب مقرر اور قیام گاہ کی طرف سے احکامات ہو گئے تو نظام الدین محمد بن ملا قطب الدین شہید نو سال کی عمر میں بغرض حصول تعلیم گھر سے اور کم و بیش دس سال میں تعلیم مکمل کر کے واپس لوٹے، اچھے مدت تحصیل تعلیم کی اس سے اعزاز ہے، وجہ آگے بیان ہوں گے۔

اس زمانہ میں سب سے پہلے خود والد امجد ملا قطب الدین تھے، جن کی حیات میں شرح لاہجائی کی تعلیم ہو چکی تھی، گو پوری قطعیت کے ساتھ سن اور ثبوت کے بغیر یہ کہنا ممکن نہیں کہ ملا سلمان نے کس کس مدرسہ میں تعلیم ہوئی وہ سب ان ہی سے حاصل کیے، لیکن قیاس ہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علم باپ نے ہونے والا ہے، کیونکہ تعلیم کی حریت ہر مذہب کی ہے، والد امجد کی شہادت کے بعد ملا سلمان نے ایک واسطہ سے ملے، پوری، پڑاؤں اور لکھنؤ میں تعلیم حاصل کرنے کی تدابیر لیں، یہ وہ ہیں پڑھانے والے کا نام کہیں نہیں ملتا، دوسرے اساتذہ کے نام تاریخ نے دے دیے ہیں، لکھنؤ کے قریب ہی قریب ملا سلمان نے پڑھائی میں ایک صاحب دس ملا علی قلی کے دربار کی شہرت تھی، اسی شخصیت میں ملا سلمان نے قریب ہی سن دس بچائے ہوئے تھے، قطب امجد نے اپنے ملا سلمان کی خدمت میں حاضر ہوا، چنانچہ اس سے درایت کی کردہ ان کے لکھنؤ سے پڑھنا شروع کرے، عام رواج کے لحاظ سے یہ کوئی نامناسب بات نہ تھی، لیکن ملا سلمان نے جن کی قسمت میں دس دہائیوں کی بادشاہی تھی، تو وہ کلاں ہی سے دس دہائیوں کے مضافات پر رکھے ہوئے اس صورت حال کو قبول نہیں کیا اور ملا علی قلی جاسی کے پاس ملا لیا، اور ان ہی سے اکثر کتب درسیہ پڑھیں، اس کے بعد بنارس جاکر والد امجد کے ایک صاحب دس اور صاحب تصانیف مفیدہ شاگرد ملا سلمان الشریعہ دسی سے شرح ہوائی جو علم کلام کی کتاب ہے اور فقہ دوسری امت کی کتابیں پڑھیں، لکھنؤ واپس آکر ملا سلمان نے فقہ سے جو علم صاحب کے مزار پر واقع کتاہ دریائے گومتی، فرائض دس اور فرائض دس و ہدایت دس پڑھے، اور بیک واسطہ شاہ پیر محمد صاحب کے غلیظہ اور سجادہ نشین تھے، ان ہی سے

کی آخری کتاب رسالہ توحید پر مبنی اور فارغ التحصیل ہو کر نظام الدین محمد بن لا قطب الدین
شہید ہو گئے، اور فرنگی محل (مکتبہ) میں جو ان کے خاندان کی قیام گاہ آٹھ دس سال ہوئے بن
چکا تھا، درس و تدریس کا آبائی مشغل شروع کر دیا۔ علامہ سید عبدالحمید انصاری جو تراجم کے سلسلے میں
صاحب ترجمہ کی حقیقی خصوصیتوں کی نشاندہی میں بد طولی رکھتے ہیں۔ نظام الدین کو الامام
العالم الکبیر، العلامة الشہید، صاحب العلوم والفنون، غیث الافادۃ، المقتدر
العالم بالربیع المسکون، امین الاساتذہ، ائمہ المجاہدین، الذی تفسر و یعلو
واخذ لواءہ ابیدہ، لم یکن لہ نظیر فی زمانہ فی الاصول والمنطق والکلام کے
شاہکار القاب و مقامات سے نوازا، عقیدت میں کرتے نظر آتے ہیں۔

فرنگی محل

ملحق تاریخ کے علاوہ مولانا قیام الدین محمد عبدالباری فرنگی علیؒ (وفات ۱۳۲۵ھ) کی رہائی
 جب فرنگی محل کی اور قیامی سیاست کا ایک بڑا مرکز بن گیا اور سیاسی تاریخ میں بھی اس کا نام
 بار بار آنے لگا تو اس بنا پر کہ فرنگی محل کی سیاست کا بنیادی خیال فرنگیوں کی مخالفت تھا اور خلافت
 ترکیب جس کو لوگ "مخالفت" کا مراد سمجھتے تھے، بڑی حد تک مولانا عبدالباری فرنگی محل کی
 ذات سے وابستہ تھی، فرنگی محل کے نام کی عجیب عجیب ترجمانی کی جانے لگیں، اب سب کا مفہوم
 شریک یہ تھا کہ "محل" فرنگیوں کی مخالفت کا مرکز اور مقام ہے۔

بہر حال اس مرکز علمی کے نام میں "فرنگی" کا جزو ایک سوال ہے کہ خاص و عام کے ذہن
 میں عجیب و غریب گل کھلا تا رہا، اسی صورت حال سے سان انصر اکبر آبادی کی ذہانت نے
 بہن فائدہ اٹھایا، جب دارالعلوم ندوۃ العلماء کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد پونہ پی کے گورنر
 سر جان پرسکٹ بیوٹ نے رکھا تو انھوں نے جس طرح طبع آزمائی کی اس کو علاوہ سید سلیمان
 ندوی مرحوم کے الفاظ میں دیکھئے :-

"عجب شہنشاہان ہندوستان کا سب سے بڑا دارالعلوم گھنڈہ کا فرنگی محل تھا،
 جو دہلی لفظی کا بانی ہے، اور جس کے دامن میں سے مولانا ابوالعلوم، علامہ انور
 لاجپوروی وغیرہ تعلیم پا کر نکلے، یہ فرنگی محل" اس لیے کہلا تا تھا کہ ایک فرنگی کی کوٹھی تھی

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) حق سے جو ان کو مولانا مرحوم اور دوسرے علماء فرنگی محل سے تھی، کہا "وہ تسمیہ میں یہاں کہ
 یہاں کے کسی عالم نے ایک فرنگی سے نکاح کر لیا تھا، اسی لیے فرنگی محل ہو گیا۔" لکھنؤ کے شہر راجا ڈاکٹر عبدالحق نے
 جو پاس ہی بیٹھے تھے، وجہ سے کہا "یہی ان کی طرح اب ڈالی باغ" فرنگی محل ہو گیا ہے۔ اس پر ایک
 دور مار قلعہ پڑا جس میں دسیم صاحب بھی پوری طرح شریک ہوئے، اسی زمانہ میں ڈالی باغ میں (جو دسیم
 صاحب مرحوم کی مالی شان رہا کشتی کو کشتی تھی) رہنے والے ایک لڑکا جان لندن سے بیرٹری کے آئے تھے ان ڈالی کی
 منگو و انگریہ ملاؤں میں ان کے ہمراہ آئی تھیں اور وہیں وہ بھی رہا تھیں۔ (محمد رضا انصاری)

"فرنگی محل" کا نام پڑھنے اور سننے والے بجا طور پر سوچا کرتے ہیں کہ فرنگی محل کے نام
 اور اس کے کام میں وجہ مناسبت کیا ہو سکتی ہے۔ خوش حقیقت یہ قیاس کی دہلیے کہ اس کو
 "فرنگی محل" کی بجائے ہدیہ کی شکل قرار دے لی جاتی ہے، "فرنگی" بمعنی علم و دانش اس کے خیال میں
 کثرت استعمال سے فرنگ ہو گیا۔

لے قبل اس کے کہ اس نام کی اہمیت کی جستجو کیے مغالطہ پر کی جائے، اس مسئلے کے ایک طبقہ کا ذکر کرنا ظہر ہوگا
 ۱۸۰۰ء سال پہلے کی بات ہے، فرنگی محل میں مسلم اکابر اور علماء یہ مدفع اور دھواں گنیں تھیں کہ مولانا عبدالعلیم فروری
 لکھنؤی انڈیئر و گھنڈہ شہر کے ممتاز علماء اور اراکین تھے۔ ان کے زمانے سے مشہور ہیں تمام کیا تھا، عموماً ہر جیسے اس کی
 نشست کسی ایک بھر کے بیان ہوتی تھی، جن میں کوئی عام یا اہل علم علمی، ادبی یا تاریخی مقالہ پڑھتا تھا جس پر تبادلہ خیال
 ہوا تھا، اس کے بعد میزان ہر کی طرف سے شریکات جلسہ کی جاتی تھی، جو شرعاً شروع تو عام مضافہ دیہات کے
 بعد انالندہ برکھت ہوئے تھیں، جن میں ہندوؤں کے علاوہ مسلمان شریک بھی ملے ہوتے تھے، اسی قسم کی برکھت
 دعوت دہلی ایک جگہ فرنگی محل میں ہوا جس میں علاوہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے باقی پرغور پڑھا تھا۔

نفاذ کے بعد تمام مہمان و مسترخون پر یکجا ہونے، میزان ہندی و اسلامی سنانا، امور مہمانیت اور فرنگی محل میں
 راقم، خود گو کہ لڑکوں کے ساتھ کھانا کھانے کی خدمت انجام دے رہا تھا، ڈاکٹر و حیدر زار (اساتذہ مدرسہ فرنگی
 لکھنؤ) نے مولانا انصاری اور صاحب سے پوچھا کہ فرنگی محل کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ قبل اس کے کہ مولانا مرحوم کا جواب
 ستر محمد دسیم بیرٹریٹ لائے (جو حکومت پاکستان کے ایڈووکیٹ جنرل ہو کر ۱۳۵۵ء میں وفات پا گئے)، اس نے علمی کے
 باقی لکھے صوبہ

اور اس نے "محل" اس کی طرہ منسوب ہو گیا، شاہ عالمگیر کی سند میں یہ نام درج ہے، اس
مذہب اور العلوم و ادب کی بنیاد پر از غیبت گزرنے لگی کہ وہ بھی اہل فرنگ ہیں
میرزا محمد حسین اکبر آبادی نے اس موقع پر اس محل اتفاق سے شاعرانہ کام لیا، لکھتے ہیں:-
لکھی بنائے ندوہ ہزار نے اکے خود

سجایا جیسے اگر تو فرنگی محل ہے یہ

شعر و شاعری میں "فرنگی محل" کی نمود مختلف انداز میں ہوئی، قدیم لکھنؤ سے واقفیت
درکھنے والے عینک میں پڑ گئے جب انھوں نے آتش کا یہ مطلع پڑھا ہے

وہ جلتی ہے فاشقانہ ہماری غزل تمام چھانے ہوئے ہیں کوئے فرنگی محل تمام
یا میر شکوہ آبادی کا یہ مطلع دیکھا ہے

آفت کے ہیں برہان فرنگی محل میر ہر وقت لکھنؤ میں دکھاتے ہیں شام زلف
"سجایا" اب میں "کوئے فرنگی محل" کی تسبیح کی کوئی تشریح نہ پا کر قدیم جدید ادب کے برتاؤ
محترم مولانا عبدالمجید صیاد آبادی سے اس سلسلے میں کئی سال قبل رجوع کیا تھا، مولانا نے تحریر فرمایا تھا کہ
"فرنگی محل پہلے چوک سے میرزا تھا اس کی شہرت وہی تھی جو بعد چوک کی ہوئی، قلعہ کا
بھی مشہور صہرہ ہے۔ ع۔ جب دیکھتے قلعہ کو فرنگی محل میں ہے۔"

خدا جبرائیل خیر دے رہی تھی گو شام جان صاحب کو (جہاں کا پورا نام میرزا علی ہے) ان کی وجہ
سے شامی میں "فرنگی محل" کی آبر و بینی رہی، وہ اپنے مخصوص انداز میں لکھتے ہیں:-

فرنگی محل گوری بی صاحب! ہے دنیا میں جنت کا تختہ ابھی
سلامت خدا رکھے اس باغ کو اسی باغ کے گل ہیں سب جنتی
جو باغی ہیں ان کے رہیں غار خار یہاں کے نہ فتنے کو جو بے کلی

بڑے چھوٹے سب دین کے رہتا یہ لادہ ہیں مرشد ہیں کامل دلی
قسم باجی! مریم کے سر کی بجھے کہ جس شمع سے لوہے میری فنی
میں سو جان سے کیوں نہ پرور لہر لہا دے ان کے اقبال کی مددنی
وہ میرے میا ہیں گردن حجاب عنایت مرے حال پسے بڑی
چلو جان صاحب مرے ساتھ تم رسے گی وہاں دو گھڑی دنگی
عطا مجھ کو فرمائیں گے آبرو ہیں ہر علم کے قدر وہاں جو ہر گئی
قدیم تاریخ سے ہیں اتنا پتہ چلتا ہے کہ فرنگی تاجر کی کوٹھی جو سرکاری الاک میں آج بھی
اورنگ زیب عالمگیر نے لاقطب الدین شہید برائوئی کے خاندان برباد کئے کر رہنے کے لیے
دی تھی۔ اس سلسلے میں شاہی فرمان جو نافذ ہوا تھا، وہ ہنوز محفوظ ہے، جس کی نقل یہ ہے:-
"بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
وَأُذِنُوا لَكُمْ مِنْكُمْ هَمْرًا ابوالفضل محمد فی الدین عالمگیر بادشاہ غازی (سائب)
"دین وقت میرے اقران و الاقان صاحب الامعان صادر شد کہ یک منزل
حوالہ فرنگی! مسئلہ آں واقعہ لکھنؤ مضاف بصوبہ اودھہ کہ از کتبہ نزدلی است
برائے لادن شیخ محمود محمد سید پیران لاقطب الدین شہید حب العین منور فروریوم باید کہ
کلام و حال و مقدمات حیات حال و انتقال و جاگیر و دکن و کردیان آن جناب مشاہد
ایمان و سعادت و معروفات القلم دانستہ پیر محمد بن الوجہ عزائم و مقترض دست و داغ دین بایند
محمد و علی بن محمد

(مردم فرادہ و قعدہ سال کی ہفتیم مجلس والا نشست شد)

لہذا تاریخ طبع "گشتان طریقت" مسند امیر محمد حسین عیس فرنگی محل علیہ السلام لکھنؤ دست ۱۰۱۰
یاد علی بن صاحب شاگرد لادہ محمد عاشق علی خاں۔

فرمان کی پشت پر جو عبارت ہے، اس کا اقتباس یہ ہے:-

”شرح یادداشت واقع بتاریخ روز پنجشنبہ ۱۳ شعبان المعظم ۱۰۳۵ جلوس والا موافق
مسلک مطابق مرداد ماہ بر سال اعدادت و شیئت پناہ نصیلت و کمالات و سنگاہ منزلت
مرحت و احسان صدر متبع القدر فاضل خاں و ذویت و اقدہ نویسی کترین بدگوان و سنگاہ خلاق
پناہ حسام الدین حسین قلمی کی گرد کہ جو عرض مقدس و معلی رسد کہ شیخ محمد اسد و محمد سعید
پہران ملاطوب الدین شہید ساکن قصبہ سہانی بسبب شہادت پر و غور قصبہ مذکور و ان شہ
ملا وطن گردیدند و کرامت کا ہمارے سکونت گزارند انھیں“

بلاشبہ ”حویلی فرنگی“ نظام الدین کے قیام اور نصف صدی تک سلسلہ میں وہیں
جلوس رکھنے کے نتیجہ میں علامہ قلمی کے الفاظ میں اسلامی علوم کی یونیورسٹی بن گئی، لیکن فرمان میں
فرنگی محل کے نام سے کسی مدرسہ کے قیام کا کوئی ذکر نہیں ہے، فاضل اور لائق عالم اور نصف ستر
اصف بن علی اصغر نیش نے اپنے ایک انگریزی مضمون میں جس کا اردو ترجمہ ہندوستان میں مذہب
اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت کے نام سے شائع ہو چکا ہے، لکھ دیا ہے:-

”مسلک مطابق ۱۰۳۵ء میں جبکہ وہ نظام الدین فرنگی قلمی چند سال کے تھے
ادنگ زیب کے فرمان سے ایک مدرسہ فرنگی محل کے نام سے قائم ہوا اور کچھ زمین و کمالات
نظام الدین کے دو بڑے بھائیوں کے نام اس مدرسے کے لیے وقف کیے گئے، لیکن تعلیم
کے بعد نظام الدین اس مدرسے میں معلم ہو گئے، اور اپنے والد ملاطوب الدین کے ساتھ
”مرداد مدرسہ“ (مسلک اور ترجمہ)

فرنگی محل کے نام سے مدرسہ قائم کرنے کی بات تو کسی منطالی پر مبنی قرار دی جا سکتی ہے

۱۰۳۵ء ادنگ زیب کا ایک غیر قلمی باشندہ بہائی بن گیا، جو داراشکوہ سے قریبی تعلق رکھتا تھا، اس نے اپنے مفرات
میں ادنگ زیب کی سمیت ذمت کی ہے۔ اس مفرات کے حوالے سے مزید نامہ لانے اپنی کتاب ”پروٹس آف فرنگ
(۱۰۳۵ء ص ۶۰)

مگر ملاطوب الدین شہید کو اس مدرسہ کا صدر مدرس اور نظام الدین کے مددگار مدرس قرار دینا تاریخی حقائق
کے کچھ خلاف ہی نہیں بلکہ بالکل خلاف واقعہ ہے، نظام الدین کی تعلیم کی تکمیل سے دس سال قبل ہی
ان کے والد ملاطوب الدین شہادت پا چکے تھے۔

مولانا عبدالمکرم شرر لکھنؤی نے اس سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی ذمہ دارانہ انداز میں ہے۔
”گزشتہ لکھنؤ“ میں مولانا لکھتے ہیں:-

”شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر نے کسی ضرورت سے اجود علیہ اس سفر کیا، وہاں ہی کے وقت
لکھنؤ میں ٹھہرنا ہوا دیا گیا..... اور غالباً اسی موقع پر اس نے فرنگی محل کے سکانتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ابن ابراہیم ادنگ محل ”محل“ میں لکھا ہے کہ ”ادنگ زیب نے ایک مدرسہ ایک درجہ بلند
کی حویلی فرنگی محل میں بنی، منبہ کرنا، اور ایک سلمان کے محلے کے محلے کے ایک مدرسہ قائم کرنے کے لیے، یہی عبارت ستر
لے لے نصیحت کی منطاقی کاباعت بنا ہے، منبہ کرنے کے انہم کی تردید کہ دوسرے ذرائع سے ہو سکتی ہے، وہاں
ہو سکتی ہے، اس سے بیان بحث نہیں ہے، لیکن منبہ بنانے کے لیے فرنگی محل“ دینے کی بات اسی فرمان کی روشنی میں
پہ بنیاد پر جاتی ہے، ”برائے ہون“ کے الفاظ بہت صاف ہیں، مبنی رہائش کے لیے دی گئی تھی۔

خود برہنہ اپنے مفرات میں لکھا ہے ”درجہ بلند سے بہت بڑے پیمانے پر کچھوں کی خریداری کا کام بھی کرتے
تھے، نہ صرف مولانا اور میں بلکہ لکھنؤ میں بھی“ (۱۰۳۵ء ترجمہ انگریزی سے)

اسی انگریزی عبارت پر ایک حاشیہ بھی ہے، جس میں لکھا گیا ہے ”فرنگی محل یا فرنگی کے کوارٹرس میں جو لکھنؤ شہر
کا ایک قطعہ ایک وارڈ ہے، ٹیکسٹ میں یہ عبارتیں اورنگ زیب کے زمانے میں منبہ کر گئیں، اور ایک سلمان کو مدرسہ
یا کچھ بنانے کے لیے لے دی گئیں۔“ (انگریزی ترجمہ)

اس عبارت سے یہ ظاہر ہو گیا کہ فرنگی محل کا مدرسہ نام ”فرنگی کوارٹرس“ میں تھا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سنی یا
لکھنؤ کی کجائات کے بجائے جیسا کہ شہر ہو گیا ہے، یہاں کچھوں کی کجائات ہوئی تھی، اور ایک کارخانہ بھی یہاں تھا،
کچھ ہی کا کارخانہ ہو گا، اس وقت کارخانے کا جو مفہوم ہو سکتا ہے وہی یہاں بھی چاہیے۔ محمد رضا انصاری

ملاشنان لانظام الدین کی مذکور کیے ہوں گے:

فرنگی محل کے مکانات مذکور کے کا قیاس شاہی فرمان کی موجودگی میں بالکل بے عمل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اورنگ زیب کے لکھنؤ آنے کا زمانہ اس کی حکومت کا ابتدائی زمانہ ہے۔ تخت نشین ہونے کے ابتدائی ۱۷-۱۸ سال تو اورنگ زیب نے فروردشتی ہندوستان میں گزارے، لیکن آخری ۲۵-۳۰ سال اس کے دکن میں صرف ہوئے اور ان آخری برسوں میں اس کے لکھنؤ آنے کی کوئی شہادت نہیں ملتی۔ فرنگی محل کے فرمان شاہی پر تخت نشینی کے ۲۰ ویں سال کی تاریخ پڑی ہے اس وقت یقیناً اورنگ زیب دکن میں تھا۔ اور لکھنؤ آنے کا کوئی موقع اس کے لیے نہیں تھا۔

فرنگی محل کے مکانات مذکور کے کے سلسلے میں لانظام الدین کا نام لینا بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ لانظام الدین شاہی فرمان کے صدر کے وقت سولہ سال ایک بتیم تھے، فرمان میں ان کے دونوں بیٹے بھائیوں کے صرف نام ہیں، لانظام الدین اور ان سے بھی چھوٹے بھائی لا محمد رضا کے نام نہیں ہیں۔

بے شک لانظام الدین کا مسند دس چھپنے کے بعد ملا صاحب کی علی حدتوں نے مولانا مرقا کے الفاظ میں:-

”ہندی وند میں فرنگی محل کو ہندوستان کی ایک ایسی اعلیٰ بیرونی بنیاد کرنا ہے ہندوستان کے علماء اور فضلا کا مرکز لکھنؤ کا ہی ہے اس کا محل قرار پایا..... ان دنوں لکھنؤ ایک گرام شہر تھا، مگر ایسے ایک گرام مقام کا اتنی بڑی بیرونی بنیاد بنانا کہ ہندوستان تو درکار بنانا، خواہم اندہ ہر بات و کال اس کے آگے سر ہٹا لیں، بہت ہی حیرت کے قابل ہے، ساری اسلامی دنیا میں کی شاگردی پر فخر کر رہی تھی۔“ (گوشہ لکھنؤ)

میر شیر علی جعفری افوس نے آرائش محل میں فرنگی محل کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:-

”ادھر کے سے متصل دکن طرقت فرنگی محل، وجہ تیسرا اس کی ہے کہ اکبر بادشاہ کے عہد سلطنت میں اس مکان کے بیچ ایک فرانسیسی سوداگر آتا تھا، چونکہ بے ادبی ضرور تھا

کے یہ امر واقع میں آیا لازماً ہندوستان کو گراں دہرا آخو اس کو خواج کیا، پھر اورنگ زیب کے وقت میں جب انکم اور شاہی مکان مسطورہ قلعہ الدین شہید کے فردنوں کو بنا چکا تھا اب تک بھی ان کی اولاد کی حکومت دہرا ہے، لیکن وجہ معاش جو ان کی ہندو گنجی یہ صورت تصور طالع کا ہے، والا قلوب و زیر کی سرکار سے ہزاروں پرورش پاتے ہیں، اور وہاں بیان سے بیزار لے جاتے ہیں، پھر یہ تو استحقاق زیادہ رکھتے ہیں، کیونکہ آکا زاد ابداد سے اس خاندان عالی کے نیک خاد، شوگرار بھی جن وقت میں جناب عالی کا تک ایک متوجہ ہوا یہ قلیل تو کیا چیز ہے اور اس کے ضرائف کثیر یا نہیں گئے اور مدت انہر کو بے نیاز ہو جاتیں گے، لیکن حکمت امر مہر و باوقار تھا، بیت

قادر و رسد و عدا پر کار کہ بہت سوئے رکنہ باد ہی بہرہ دار کہ بہت حاصل یہ کہ مکان مذکور قدیم مدرسہ ہے، بڑے بڑے فاضل درس، ان گزشتہ ہیں بلکہ اب تک بھی سرپرستہ دس و تیرہ کا جاری ہے، چنانچہ ہوائے شہر کے طبع، الطیران و اکنان سے وہاں تھیں کے واسطے آتے ہیں اور فین اٹھاتے ہیں، حق تو یہ ہے کہ اس شہر میں چرچا عالم و فضل کا بہ نسبت اور بلاد کے زیادہ ہے کہ یہ کو فریقین کے فاضل بیان ہو رہا ہیں، لیکن بیرون کے فرنگی میں متشقی مولوی نہیں صاحب اور فرقہ ناجیہ امامیہ میں مولانا بید و لہار علی سلاشر تقانی وجہ مصر ہے

میر انوس کی آرائش محل کا زمانہ تصنیف ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۸۱۷ء ہے، اس وقت لکھنؤ میں قلوب و زری سادات علی خاں کی حکومت تھی اور فرنگی محل کے قیام کو ایک سو پندرہ سال گزر چکے تھے، لائین فرنگی محل (جن کو مولوی مبین صاحب کے نام سے میر انوس نے یاد کیا ہے)، اس وقت علمائے فرنگی محل میں سے زیادہ نامور تھے، جو لانظام الدین باقی درج نظامی کے بیک واسطہ شاگرد تھے۔

کو تحصیل حاصل کر کے روئے ہوا ہے اعتبار
فان کو فراخ از روئے گزشتہ

شاگردی کا قلعہ رکھتا ہے وہ غفلت سے
کے درمیان امتیاز و خصوصیت کا پرچم بلند
کرنا ہے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہوگا کہ
مگر میں تحصیل علم کی لیکن اپنا اعتبار
بڑھانے کے لیے فاعلاً فراخ کر کے نظام الدین
ہی سے بڑھا۔

غیر ہندوستان کے لوگوں کی کج فہمی سے
بڑھ کر کھنڈہ کی صحبت مولیٰ راہیم (رحمۃ اللہ علیہ)
سلف صالحین داشت و مشفقہ تقدس از
نامہ ہادیوں کی آواز

مولیٰ فرنگی یا "فرنگی محل" یا "فرنگس کواریس" نے تاج میں جو جگہ حاصل کی وہ
نظام الدین ہی کے پچاس سالہ غلط دس و تیر دس کی بدولت حاصل کی، مرزا محمد حسن خیل (دولت
۱۲۳۳ھ تا ۱۲۴۱ھ) نظام الدین کو محمد شاہ بادشاہ کے زمانے کے سرآمد علماء قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

نظام الدین پیر لا قلوب الدین ہمالوی کہ
استاد استاد محب و شہر بہا کی بود در زمان
دولت محمد شاہ بادشاہ سرآمد علماء و چنانچہ
عالم اہم و ہندوستان و علیہ علوم بار
انتہائی پزیر و ملاکمال الدین ہمالوی
شاگردش کتابہ بودم بحمدہ الوثقی و شہ
کو شمار علماء و کشف خواص و علل و قائل
ہے، ہندوستان میں فاضلوں اور علماء کا

آئی حیرانند اگرچہ استاد اول ملانے زمانہ
مال نظام الدین مرحوم کو فرنگی محل را
ور کھنڈہ از ذات او شرفناست لیکن پیر
طریقہ شان یہ

مولانا ہی پرستی ہوتا ہے، ان کے
شاگرد ملاکمال الدین ہمالوی نے ایک کتاب
بحمدہ الوثقی لکھی تھی جس کے مطابق وہ خاص
محل کرنے سے بڑے بڑے علماء ماجو ہیں،
اگرچہ زمانہ مال کے علماء کے استاد اول ملا
نظام الدین مرحوم تھے، جن کی وفات سے کھنڈہ
میں فرنگی محل کو شرف و عزت حاصل ہے،
لیکن ان کے پیر طریقت

اس کے آگے مرزا قلی کی عبارت خط ہو گئی، پیش نظر "ہفت تاشا" کا مطبوعہ نسخہ درج ذیل کثرت
پیش ہے، اس کا کوئی نقل نسخہ اب تک دستیاب نہیں ہو سکا ورنہ یہ کتنی عبارت پر جاتی، مطبوعہ
"ہفت تاشا" میں اس کے آگے جو عبارت ہے وہ ہے:-

ہمیں ملاکمال الدین بود
لیکن ان کے پیر طریقت ہیں ملاکمال الدین
گورے ہیں۔

یہ سراسر غلطی ہے اور بیاق و سباق ہے یہ ظوراً ملاحظہ بھی نہیں رکھتا، پنج میں کچھ عبارت
منزور رہ گئی ہے، مرزا قلی کمالیوں شرع کرتے ہیں کہ زمانہ مال کے علماء کے استاد اول اگرچہ
نظام الدین مرحوم تھے، اس کا اتمام یہ بڑا چاہیے تھا۔ لیکن ان کے پیر طریقت اس کے برعکس
کم علم بلکہ اوی محض تھے، اور یہ تاریخی حقیقت بھی ہے کہ نظام الدین اور ان کے فاضل شاگرد ملا
کمال الدین ہمالوی دونوں کے پیر طریقت تذکر کی صراحت اور خود نظام الدین کے بیان کے
مطابق، "ای محض" تھے، تحصیل کی عبارت سے اگر اس کو تخریج شدہ یا مجبوظ نہ سمجھا جائے، تاریخی

حقیقت بدل کر دیا جائے گی، اس کے علاوہ اگرچہ استاد اول تھے، مگر شرطیہ کی شرط اپنی جہاں تک
بہر وقت یہ ملاکال الدین سہاوی گزرے ہیں، میں بالکل نہیں کھاتی، اس لیے کہ ملاکال بھی ملاک
عصر کی ایک بڑی قدر کے استاد تھے، ان کے بہر وقت ہونے میں اس قدر حیرت کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟
مزا تھیں اس کے بعد ملاکال الدین کے اقبلہ کاغذہ، بابرکت، آبادی، ماحولہ سند لوی
لاحسن فرنگی بلی، لاسن چہا کوئی اور ملا عالم سند لوی کا ذکر کرتے اور ملا نظام الدین کے نامور فرزند
لاحمد علی بحر العلوم کو رحمت کی وفات کو اس وقت تک دو سال بھی نہیں ہوئے تھے، اخراج عقیدت
پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

ایمان بندگان کو شمار دے کہ شیعہ مسلک	بہ سب ہنگ جی کا ذکر کیا گیا مسلک
علاء الدین انجاہ جادو ہند علم مقول	کے شیعہ گندے ہیں، ہندستان میں مسلم
اور ہینا منتر خدہ بیچ فاضلے طالب علم	مقول جاہ جان ہی حضرت سے بچھا
نیت کہ از حلقہ شاگردی اینہا بیرون باشد	کوئی طالب علم اور کوئی فاضل ایسا نہیں ہے
بہشت بے نش واط یعنی بہر وقت واسط	بران کی شاگردی کے حلقے سے باہر ہو کر کوئی
وہ جسے کم از کم تکرر علی اینہا ہی رہند	بچہ واسطوں سے کوئی سات واسطوں سے
لیکن جسے پنجابیان دہلویان نہ	اور بعض اس سے بھی کم واسطوں سے ان جھوٹے

سے شرف تکرر لکھتے ہیں:-

فارغ التحصیل ملا نظام الدین محمد کی سند دس چکھنے کے بعد ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طلبہ
علوم کی توجہ اس طرف کب اور کیسے مبذول ہوئی، ایک پچیس سالہ فارغ التحصیل استاد کے سامنے
ذاتے شاگردی تکرر کرنے کی بات اچھی ہے لیکن اس استاد کی اہمیت محسوس کرنے کی وجہ کیا ہو سکتی تھی
جب کہ اس زوجہ کی علمی اور تدبیری استعداد کا اظہار ابھی صغر کے درجہ سے آگے نہیں بڑھ پایا ہے۔

۱۵۔ بہشت تہا مطہر ذل کتبہ میں ۱۵۳

ای عمر کے کئی اور فارغ التحصیل ذی استعداد اساتذہ اور محققین ہوں گے، مگر ملا نظام الدین کی طرف طلبہ علم
کی کشش کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اس کا محفل جواب تو یہی ہے کہ ان کے طریقہ دین کی شہرت اس درجے
بہت بلند ہو گئی کہ ان کے لفظ تعلیم کے فوائد جس کو ان ہی کی نسبت سے درسی نظامی کہا جانے
لگا بہت تیزی سے ظاہر ہونے لگے تھے، سب سے بڑا فائدہ تو یہی تھا جس کی طرف ملا محمد علی اشرف فرنگی بلی
نے ملا قطب الدین شہید کی وجہ شہرت کے سلسلہ میں اشارہ کیا ہے، یعنی تحصیل فرارغ بیاری از
مردان ہند مت ایشان بہت کم مدت میں طلبہ کو فارغ التحصیل کر دینا، ملا نظام الدین کے مدرسے
کتنی طلبہ فارغ التحصیل ہو جاتے تھے، اس کی ایک حیرت انگیز مثال ان کے ارشد کاغذہ ملاکال الدین
سہاوی کے احوال سے ملتی ہے۔

ملاکال کا ستر سال (کم و بیش) کی عمر میں ۱۱۱۱ھ میں (۱۷۰۰ء) محرم الحرام کو انتقال ہوا اس
حساب سے ان کی پیدائش لگ بھگ ۱۰۰۰ھ میں ہوئی، ان کی ابتدائی تعلیم سہ مطاعت تک ان کے
وطن ثانی فقیہ میں ہوئی، ملا قطب الدین کی شہادت کے بعد جس طرح اولاد ملا قطب نے سہاوی
چھوڑ کر گھنٹہ بڑا کیا تھا، اسی طرح ملاکال کے والد ماجد قاضی دولت سہاوی نے بھی جو ملا قطب کے
شاگرد اور متبیین تھے، سہاوی چھوڑ دیا تھا اور اپنی سسرال فقیہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔

چوں قصہ شہادت ملا قطب الدین شہید	جب خانہ نادریں کے انھوں ملا قطب الدین
از دست قوم خانہ زادوں بطور رسید	شہید کا واقعہ شہادت بطور پیر ہوا کہ بے حساب
بے سبب و ناحق طائے شہید را شہید کردند	انھوں ان کو شہید کر دیا، قاضی محمد دولت
قاصدین محمد دولت را بود با شخص سہاوی	کو سہاوی سے بود با ش شاگرد ہو گئی، میرزا
ناگوار افتادہ و ناچار قاضی ترک کردند	سہاوی کو کھیت ترک کر کے رہ پور میں

۱۵۔ از مرقعہ سال ۱۰۸۰ کہ تالیف جلد ۱۴۴۴ محرم الحرام ۱۰۸۰ء میں ایک ہندو ایک ہندو نے دیکھا کہ ملا محمد علی اشرف فرنگی بلی
انھوں ان کو شہید کر دیا، قاضی محمد دولت سہاوی سے بود با ش شاگرد ہو گئی، میرزا

فرنگی محل میں آباد ہونے کے بعد تولد ہوئے، لانظام الدین کے فارغ التحصیل ہونے کی حدت بھی فرنگی کر لی جائے (حدت سے مراد شیعہ بھی) یہ قیوں بھی تھے اس وقت پہنچے ہی تھے اور ان کو پڑھانے والا درکار تھا۔ حقیقی چھوٹے بھائی محمد رضا بن لاطب شہید کے بارے میں اخصان الانساب کے مصنف نے لکھا ہے:-

محمد کتب درسیہ از برادر خود مولانا نظام
اللات الدین قدس سرہ خواندہ بکدوین
بجگان خود پڑھتہ دھالے از ذات ایزال
خوان علم اندر غنہ دلیل و نہاد کریمت
بر درس محکم بہت پوزدہ
محمد رضا نے تمام دینی کتابیں اپنے چھوٹے
بھائی زمین پڑے بھائیوں میں سب سے
چھوٹے، مولانا نظام الدین سے پڑھیں اور
بدگاہ خود کو پڑھانا شروع کر دیا، ایک دنیا
نے ان کی ذات سے علوم کے خوانے وغیرہ
کر لیے ارات دن اور رات میں تہذیب
کے ساتھ معروف و منہک رہتے تھے،

لا محمد رضا کی شاگردی بحث طلب مسئلہ اس لیے ہے کہ خاندان فرنگی محل کے قدیم حوالے اس کے
خلافت میں۔ (اور درایت بھی اس کی مؤید نہیں معلوم ہوتی ہے) لانظام الدین اور لا محمد رضا کا ہم پیر
اور ہم استاد کہا گیا ہے، اگرچہ لا محمد رضا کے اساتذہ کی صراحت نہیں ملتی، لا عبد الاملی فرنگی محل
(وفات ۱۱۹۹ھ) لکھتے ہیں:-

مولانا ملک دینا شاہ مرید حضرت سید
عبدانراق بانوی شدہ پس ہم پیر برادر خود
شدند چنانچہ ہم استاد ہوا
نظام الدین کے ہم پیر بھی ہو گئے، جس طرح

لے اخصان الانساب مخطوطہ ۱۱۱۱ کے رسالہ طبعی مخطوطہ ۱۱۱۱

ہم استاد تھے۔

لا محمد ولی اللہ فرنگی محل (وفات ۱۱۹۹ھ) شاگردی کا ذکر کیے بغیر لکھتے ہیں:-
لا محمد رضا کو اولاً تحصیل علوم کو وہ در
جب برادر بزرگ بہت دیر علوم مشغول
تھے بعد ازاں بیاد مولی اشتغال نمود
لا محمد رضا تحصیل علم کر کے پہلے تو اپنے چھوٹے
بھائی (لانظام الدین) کے پہلو پہلے بیٹھے
گورس اپنے میں مشغول ہو گئے اس کے
بعد دس و تیر میں ترک کر کے یاد خدا میں
محو ہو گئے۔

لا محمد رضا اپنے نامور بھائی لانظام الدین سے چارہ ہی پانچ سال چھوٹے تھے، جب لا
نظام الدین سولہ سال کی عمر میں تحصیل علم کے لیے وطن سے نکلے تو لا محمد رضا بھی گیارہ بارہ برس
کے تھے، اور اس عمر میں تحصیل علم کے لیے نکلنا جبکہ دیوہ (ضلع بارہ بنگی) اور جانش (ضلع رائے پور)
جیسے قریبی مقامات ہی تک جانا ہے، ذرا بھی خلافت معمول بات نہیں ہے، اسی لیے بڑے بھائی
کے ہمراہ چھوٹے بھائی کا دیوہ، جانش (اور بنارس کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کر کے) ہم استاد
ہونا محل حیرت نہیں، یہ ضرور محل تعجب ہوتا کہ لانظام الدین کے فارغ التحصیل ہو کر وطن واپس
آنے کے انتظار میں ہوتا ہو، لا محمد دس و تیر رہتے، خصوصاً اس حالت میں جبکہ ایک عداوت
کے مطابق لا رضا صرف دو ہی سال لانظام الدین سے چھوٹے تھے۔

بیرحال لا محمد رضا کی شاگردی کی روایت کو کہ تصریحات کی روشنی میں خاصی محدود نظر آتی ہے۔
لا محمد رضا، آخر عمر میں "قال منی حال" کی منزل میں چلے گئے تھے اس لیے ان کے احوال میں تذکرہ
نویس میں سرسری سا ذکر دس و تیر میں کا کر کے "حال" کے ذکر میں مضمون کے صفحے لکھتے چلے جاتے
ہیں، حتیٰ کہ اگر ہم پیر ہونے کے ذکر میں ہم استاد ہونے کی بات ان کے قلموں سے نکل نہ گئی ہوتی

لے حمۃ الامان مخطوطہ ۱۱۱۱

تو لارضا کی تعلیم کے لئے میں بھی سی روشنی بھی لانا شمار ہو جانا، ان کی قابل قدر تصانیف ہم بے تو جی سے خاندان کے ذخیروں میں گم ہو کر رہ گئی ہیں۔ ان کی شرح سلم ان کے یاد خدا میں ہو جانے کے سوا بال بقیہ تک موجود رہ کر مفقود ہو گئی۔

بہر حال اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ ملا نظام الدین کی درس گاہ میں حمید کو بعد کے مؤرخین ملا نظام الدین کے نام سے یاد کرتے ہیں، ابتداءً وہ درس تھے، ایک خود ملا صاحب اور دوسرے ان کے پہلو پہلو ملا محمد رضا، یہ دونوں بھی کثیر التعداد طلبہ کے درس کی ذمہ داریوں کا باہم تقسیم کیے ہوئے تھے، اور جب ملا محمد رضا درس و تدریس سے دست کش ہوئے اس وقت ملا نظام الدین کے تلمیذ ملا احمد عبدالحق اور ملا غلام محمد مصطفیٰ بن ملا اسعد قاضی تحصیل ہو چکے تھے بڑے تلمیذ ملا غلام محمد مصطفیٰ ملا داں کے قاضی ہو کر فرائض عدالت انجام دینے لگے، اور ملا احمد عبدالحق مددگار درس رہے، تفصیل کتب درسیہ بکثرت منودہ درج ہے اور بعد میں مشغول گشت و تصانیف و معقولات نمود، ملا نظام الدین کی خدمت میں تفصیل علم کرنے کے بعد ان کے برابر ہی درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور فن معقولات میں کتابیں لکھیں، و اعتبار تمام در و باب علم و ادب کی شہر پیدا کر وہ مشکل ضبط و ربط مقدمات خانگی و وجوہ استیانت چنانچہ ہی یافت نمود، ملا داں علم و علمائین شہر میں عزت حاصل کی اور خاندانی امور و جائیداد کے نظم و ضبط میں عیاں کا چاہیے و چوبی بھی لیتے رہے، درس و تدریس میں مشغول ہونے کے باوجود ملا احمد عبدالحق نے اپنے نامور چچا ملا نظام الدین کو ائمہ خانگی سے اس طرح بے نیاز کر دیا کہ ملا نظام الدین۔

ہریش ازروان ہی گشت کہ دولت میاں	ملا نظام الدین ہمیشہ لوگوں سے فرما کرتے تھے
احمد عبدالحق نظام الدین نظام الدین شہر کہ	کہ میان احمد عبدالحق و تلمیذ کی بدولت نظام الدین
ادشاں طاقت و نیاز و نیک ہر امورات بر خود	نظام الدین بنے، انھوں نے دنیا کی بھینس اور

مگر فتنہ دین باطنیان تمام تدریس معلوم تمام معاملات کی پریشانیوں اپنے سر لے لیا مشغول ہی با شتم۔ اور میں پورے اطمینان کے ساتھ درس۔ (دفعان ارباب مطہرہ ص ۱۳) تدریس میں مشغول ہو گیا۔

مطلب یہی ہوا کہ درس و تدریس کی اصل ذمہ داری ملا نظام الدین اپنے ہی سر لے رہے اور بجا طور پر ان کی درس گاہ مدرسہ نظام الدین کے نام سے تاریخ میں یاد کی جاتی ہے، لیکن ایسی کوئی علامت جو مدرسہ کہلاتی ہو، ملا نظام الدین کے زمانے میں فرنگی محل میں نہ تھی، ان کا گھر یا گھر کے متصل مسجد ہی ان کی درس گاہ ہونا چاہئے، مسجد میں درس دینے کی روایت ایک واقعہ کے ضمن میں ملا بحر العلوم سے ہے۔

چنانچہ روزے مولانا علیہ الرحمۃ بکثرت	دلا بحر العلوم بیان کرتے ہیں، چنانچہ ایک نیا
مسجد نشست مرا درس ہی دادند کہ درج حکام	مولانا علیہ الرحمۃ علیہ السلام (ملا نظام الدین) مسجد کے
روح ان خوب روز مسجد آدھ اندر کھڑے	کونے میں بیٹھے تھے پڑھا رہے تھے کہ دو

خوب روز جوان مسجد میں آ گئے اور

اور یہ مسجد بھی بعض خاندانی روایات کی رو سے ملا صاحب کے زمانہ میں تعمیر ہوئی تھی تو ہی فرنگی کا قدیمی جزیرہ تھی یہ بھی سموع ہوا ہے کہ مخراب مسجد کے شمالی حصے میں جو منبر ہے اس کے تین ٹکڑوں میں سے اوپر کے ذیے کا پتھر ملا صاحب کے پروردگار حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمتہ علیہ کے دست مبارک کا رکھا ہوا ہے، اور یہ خود اپنی آنکھوں کا دیکھا ہوا ہے کہ حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی خطبہ جمعہ کے لیے حبیب منبر پر کھڑے ہوئے تھے تو ادباً قیسرے (آخری ذیے) پر نہیں کھڑے ہوتے تھے، بلکہ دوسرے ذیے سے خطبہ دیتے تھے، یہی معمول مولانا کے بعد ان کے جانشینوں اور امامان جمعہ کا اب تک ہے، اس کی وجہ بھی بتائی جاتی ہے کہ اگرچہ سیر بھی کا پتھر حضرت سید صاحب ہاشمی

کے دست مبارک کا رکھا ہوا ہے اس لیے اس کو زہر پانا آنا چاہیے۔

اور خانی اور مصالحت زمینداری جن کے شغل لامعا کے بھتیجے ملا احمد عبدالحق رہے ہیں ان کی تفصیل صاحب انصاف اور بعد نے جو خاندان فرنگی محل کے متنازعہ موصوفہ تھے اس طرح بیان کی ہے

ہر چند فرنگی محل ہزاران بادشاہی عمارت شد	اگرچہ فرنگی محل شاہی فرمان کے تحت بہت
یو دین و عمارت مقلد آل بغدادی و بلاد	ہر مقلد لیکن ان عمارات پر تاملین اگر قبضہ
بہتر و سہری داشتند بھائی جیلہ ملا احمد	لینے نہیں دیتے تھے اور سرکشی اختیار کیے
جدا بھی زید و زید و زید و زید و زید و زید	ہر نے تھے ملا احمد عبدالحق کی کوششوں
گرمی ہزاروں و ہزاروں کراہی مقام اور قریب	سے یہ لوگ زید ہوئے اور کراہی واری کے
و ادراج اگر لیب علیہ کہ ملا نظام الدین	سرخا کہ دینے یہ سر خط ملا احمد عبدالحق کے
داشت شگلی خاطر احمد سے بود ناگوار بود	نام لکھے تھے اس لیے کہ ملا نظام الدین کے
بر کس کہ خدمت او نالیش با احمد عبدالحق	مزارع میں ایسی زنی تھی کہ کسی شخص کی بھی
کرد و دہ فرود کرد اوشان مالک المذبح	دیکھی ان کو اگر از علوم ہوتی تھی، ادب
خواہند بیکہ من اختیار ہزارم	لوگ درمیا ملا احمد عبدالحق کے فضائل ملا
را مضان اور بعد موصوفہ	نظام الدین سے اپیل کرتے تھے تو وہ فرطاً

تھے کہ ملا احمد عبدالحق ہمارا مالک ہیں، جیسا چاہیں کریں، مجھے ان کی کارروائیوں میں دخل دینے کا اختیار نہیں ہے۔

اس اقتباس سے جو ایک ایسے کی تحریر کا ہے جو فرنگی محل کے ملائے فرنگی محل سے آباد ہونے کے وقت پچھتر سال بعد اسی خاندان میں پیدا ہوا تھا، مزید وضاحت ہوگئی کہ فرنگی محل یا حویلی فرنگی محض ایک مکان نہ تھا، بلکہ اصل حویلی کے ساتھ متعلقات حویلی بھی تھے، جن میں کراہی دار رہتے تھے جو خاندان ملا قطب الدین کی ملکیت ماننے اور قبضہ دینے میں سرکشی سے کام لے رہے تھے، برہنہ کے

ہوئے کا یہ بخیر فرنگی محل یا فرنگس کو اثر میں اور فرمان شاہی کا یہ اشارہ "یک منزل حویلی فرنگی محلہ آن" اس اقتباس کی روشنی میں بہت واضح ہو جاتا ہے۔

ملا قطب الدین کا کہنے جب اس حویلی میں منتقل ہوا ہے تو کم و بیش نصف دین مردوزن و احوال پر مشتمل تھا یعنی ملا سید بن ملا قطب الدین شہید، بیوہ ملا قطب شہید، والدہ ملا قطب شہید، ملا محمد اسعد اور ان کے ایک کم عمر بیٹے ملا غلام محمد مصطفیٰ، زوجہ ملا سید اور ایک نو عمر بیٹے ملا محمد احمد عبدالحق ملا نظام الدین اور ان کے چھوٹے بھائی ملا محمد رضا، اس چھوٹے سے کہنے کے لیے اصل حویلی کی کافی تھی، متعلقات حویلی سے قابضوں کی بے دخل کی کوئی ضرورت بھی اُس وقت نہ تھی، ملا انصافیت اشد مروج فرنگی محل لکھے ہیں۔

"وہی کوئی دامن حویلی، میں سب لوگ مکنت پذیر ہوں جب اولاد بڑھی اور جگہ کی تنگی ہوئی تو ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مٹی کے چوب چاہت اور ملا رضا نے شمال چاہت اور ملا اسعد کی اولاد نے اس کو مٹی کے مصلیٰ کو کھدوا کر مکانات بنوائے، ملا سید کے صاحبزادے ملا احمد عبدالحق اور ملا عبدالحق نے اس میں داخل حویلی میں رہتے رہے، ملا عبدالحق نے کلاچ نقی مراد کی بیٹی سے ہوا تھا اور ملا عبدالحق نے مٹی میں نقی مراد کے بیان قیام پذیر تھے، اس لیے یہ کوئی حویلی، ہوا ملا عبدالحق کا مسکن رہا۔"

(مذکورہ ملائے فرنگی محل مصلیٰ مراد)

اولاد بڑھنے اور جگہ کی تنگی ہونے کے بعد بھی متعلقات حویلی کو اپنے قبضہ میں لینے اور حسب وقت اس کی تعمیر میں رد و بدل کرنے کا ارادہ کیا گیا اور اس وقت ملا نظام الدین ایک مشہور شخصیت بن چکے تھے، ملا علوم جو توجرت ان کی خدمت میں آنے لگے تھے، دوسری دہائی کے انتہاک میں ان کے ان کے بڑے اور بزرگ ہونے کے باوجود عمارت کی طرف توجہ کرنے کی فرصت ہی نہ تھی، ان کی لیے ملا صاحب کے چھوٹے بھائی ملا محمد رضا یہ ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہے۔

و غرض، امور خانی داری محمد رضا اور خانی امور کے مختار ملا محمد رضا رہے۔

پس اسے دوسری جہاد میں لے

روہ قتال سے حال میں چلے گئے، پھر گراؤ

وطن اور ملک چھوڑ کر دینے سوزہ چلے گئے تو ان

کے بعد لاہور جہاد میں نے غدار کی کے فراموش

انجام دیے۔

بہر حال لائق نظام الدین کی درس گاہ حلی فرنگی کی اصل عمارت تھی، یا مسجد فرنگی محل، یا حلی کے
جنوب میں ملا صاحب کا تعمیر کردہ مکان تھا، درس گاہ میں زیر تعلیم طلباء کا قیام کہاں رہتا تھا؟ دوچار
یا دس پانچ طلبہ کے لیے یہ قیاس کر لینا ممکن بھی ہے کہ استاد کی دی ہوئی کسی جگہ یا قریبی مسجد میں
رہتے ہوں گے، مگر ملا صاحب کے طلبہ کی کثرت کے پیش نظر یہ قیاس کام نہیں دے سکتا، روایات
یہ بتاتی ہیں کہ ملا صاحب کے شاگرد فرنگی محل سے تقریباً ایک میل دو دو واقع مزار شاہ پیر محمد رو پر
رہتے تھے۔

درس گاہ



تلازمہ

میں علوم ظاہری کے علاوہ علوم باطنی کے طلب گار بھی آتے رہتے تھے اور مسجد بنا کر وہ عالمگیری
 خدائی خان اور عمارت تعمیر کر دے ماعلام نقشبندی میں ان کا رہنا پڑتا تھا ماعلام نقشبندی وفات کے بعد
 (۱۰۴۶ھ) اوس دند میں کامیابے بڑا مرکز ماعلام الدین کا آستانہ تھا خود ماعلقبہ کی اولاد بھی ماعلام
 نظام الدین سے شرف لے کر تھی ماعلام صاحب کے چونی طلبہ کی قیام گاہ میں شہزادہ پیر محمد صاحب بھی
 مرزا محمد حسن قسطنطنیہ کا کناسہ ہے کہ

دینار پیر شہزادہ پیر محمد کو درگاہ بکھار
 دیا مشہور است برائے ہفت صد طالب علم
 شہرہ ہند ضرورت کوں و شوبہ و مہر بار
 سرکار بادشاہ ہندوستان میں پادشہ
 اب سے پہلے دند نقشبندی میں (۱۰۴۶ھ)
 سے پہلے شہزادہ پیر محمد صاحب کے ٹیلے پر جو
 کھنڈ میں ورا کے کناسے مشہور ہو گئے ہے
 سات سو طلبہ کے رہنے و کھانے ٹیلے اور
 پھینے کے اخراجات کے لیے بادشاہ ہندوستان
 کی طرف سے ضروری متاہرہ مقرر تھا

تلازمہ

ماعلام الدین کے تلامذہ کی فہرست پچاس سالہ دند میں کے نتیجے میں خاصی طویل ہونا
 چاہیے تھی و صورت ان ہی تلامذہ کی جامع فہرست میں کناسہوں نے اول سے آخر تک ماعلام صاحب
 استفادہ کیا آسان نہیں اور اگر ان "مردم بسیار" کو بھی مثال کر لیا جائے جنہوں نے پرائے
 اعتبار فائزہ فراغ از روی گرفتہ کے تحت ملکہ ماعلام صاحب تک پہنچا کر بین الفضل و علم
 امتیاز ملکہ کے کی مقرر پوری کی تو احاطہ اور بھی دشوار ہو جائے گا
 شاگردوں میں صرف فرائض عمل میں مقیم بیٹے و بھتیگوں و پوتوں اور آبائی وطن سہالی کے

مشہور و مشہور بزرگ شہزادہ پیر محمد صاحب (وفات ۱۰۴۶ھ) کا مزار کھنڈ میں دریائے گوہی
 کے کنارے ایک بہت اونچے ٹیلے پر واقع ہے اور اس ٹیلے پر ایک عالی شان وسیع و عظیم مسجد
 بھی ہے جس کے بائیں میں کناسہ ہے کہ اسے اورنگ زیب عالمگیر نے تعمیر کرایا تھا ماعلام پیر محمد صاحب
 کناسہ کے شہزادہ پیر محمد صاحب کے مزار کی عمارت اور مسجد اور دھ کے صوبہ دار خدائی خان نے تعمیر
 کرائی تھی مرزا اور مسجد سے متصل آراضی بھی تھی جس پر

غلیظہ شہزادہ ماعلقبہ برآں نیلہ کونہ
 عمارات و حویلی بنا کر ہندوستان ہندوستان
 حور و جہان مکان پر پاست قائم و مستحکم
 و حضرت شہزادہ پیر محمد صاحب کے غلیظہ اور
 جانشین ماعلام نقشبندی نے درج ماعلام
 کے زمانہ میں تھے کہ عمارتیں اور حویلی
 بنائی گئیں ماعلام نقشبندی کی اولاد اب تک
 دند نقشبندی میں (۱۰۴۶ھ) تک آباد ہیں وہ
 رہی ہے اور قابض و مستحکم ہے

ماعلام نقشبندی میں بھی تھے اور رض و دہائیت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے ان کی خدمت

بنی امام کا صاحب رکھا جائے تو تعداد کے لحاظ سے خواہ یہ فرست مختصر معلوم ہو لیکن امتداد کی غفلت اور قوت قدر میں کا سکہ قلوب پر بیٹھانے کے لیے بہت کافی ہے۔

میرزا کمال الدین اولین تلامذہ میں میرزا کمال الدین تو تھے ہی، جنگار کے رہنے والے بقول صاحب انصاف الانساب "اور عظیم آبادی" صاحب نزمیہ الوفا اور بہاری مرزا قسطل کے بیان کے مطابق جنھوں نے ملا صاحب سے فابغ تحصیل ہو کر فچور (منع بارہ بنگی) میں مدرسہ درس کچھائی تھی، اور ملا صاحب کے ایک نامور اور صاحب درس شاگرد ملا کمال الدین سہالوی کو دریات کے مختصرات پڑھائے تھے، وہ اولین تلامذہ میں برہنہ قرار دیے جاسکتے ہیں۔

تین بیٹے بڑے بھائی تاج محمد اسعد بن قطب الدین شہید کے اکوٹے بیٹے جو اپنے نامور چچا ملا نظام الدین سے آٹھ سال کے قریب چھوٹے تھے، جن کا نام غلام محمد مصطفیٰ تھا، اور بھیلے بھائی ملا محمد سید کے بڑے بیٹے جو ملا صاحب سے چوڑا سال چھوٹے تھے، جن کا نام احمد عبدالحی تھا، یہ دونوں بیٹے نے جوئے کھنے کے ساتھ سہالی سے اگر فرنگی محل میں آباد ہوئے، ایک خود سال تھے اور ایک شیرخوار پھر بھیلے بھائی ملا سید کے دوسرے بیٹے جو فرنگی محل میں پیدا ہوئے اور اپنے بڑے بھائی سے دو سال اد اپنے چچا سے سول سال چھوٹے تھے، جن کا نام عبدالعزیز بن ملا محمد سید تھا، یہ تینوں بھتیجے بھی ملا نظام الدین کے اولین تلامذہ میں تھے۔

خاندان کے اولین شاگردوں میں ملا احمد عبدالحی مصنف اور صاحب درس گزرے ہیں، وہ ملا صاحب سے چوڑا سال چھوٹے تھے، لیکن وفات میں صرف چھ سال پیچھے رہے، اور ان کے چھوٹے بھائی ملا عبدالعزیز اپنے بڑے بھائی سے دو سال قبل ہی وفات پا گئے، ملا صاحب کے سب سے بڑے بھتیجے ملا غلام محمد مصطفیٰ، فابغ تحصیل ہونے کے بعد ملازوں (منع) انام کے قاضی ہو گئے، منصب قضا پر عزل و منصب کے کئی دور دیکھنے کے بعد اپنے بڑے بیٹے ملا محمد علی کے ساتھ عازم بمبئی ہوئے، کہ معاملات کا آخری تصفیہ کرائیں، راستے میں دونوں باپ بیٹے غائب شہید کر دیے گئے۔

دوسری پڑوسی میں مذکورہ تینوں بھتیجوں کے علاوہ جو اولین تلامذہ تھے، ملا صاحب کے چھوٹے

بھائی ملا محمد رضا کے دونوں بیٹے ملا احمد حسین اور ملا عبدالحی بھی ممتاز تلامذہ میں تھے، پھر تیسری پڑوسی میں بڑے بھتیجے اور شاگرد ملا قاضی غلام محمد مصطفیٰ کے تینوں فرزند ملا محمد علی، ملا محمد دلی، اور ملا محمد حسن (جو ملا حسن کے نام سے مشہور ہیں) بھیلے براہ زادے اور شاگرد ملا احمد عبدالحی کے بڑے بیٹے ملا عبد اللہ، چھوٹے بھتیجے اور شاگرد ملا عبدالعزیز کے اکوٹے بیٹے ملا محمد نقیب، ان سب نے ملا نظام الدین ہی سے پڑھا، اور ان میں سے بیشتر نے ملا صاحب ہی سے سند فراغت بھی حاصل کی، جو ابھی تکمیل نہیں کر سکے تھے کہ ملا صاحب کی وفات ہو گئی، انھوں نے دریات کی تکمیل ملا صاحب کے شاگردوں ملا کمال الدین سہالوی ثم فچوری اور ملا احمد حسین فرنگی محل سے کی۔

یہ سب ملا صاحب کے خاندان کے حضرات تھے، جنھوں نے فرنگی محل ہی میں بعض نے ملا صاحب کی حیات میں اور بعض نے ملا صاحب کی وفات کے بعد، درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور سیکڑوں تشنگان علوم کو سیراب کیا، ان میں سے ملا کمال الدین سہالوی فچوری، ملا احمد حسین فرنگی محل اور ملا محمد علوم کے تلامذہ بھی کافی نام آور ہوئے ہیں۔

ملا کمال الدین سہالوی ملا کمال الدین سہالوی (ثم فچوری) کے تلامذہ میں نامور ترین ملا حسن فرنگی محل، ملا محمد بکت آبادی، ملا احمد انور سندیلوی، ملا عبدالنور سندیلوی، اور ملا محمد علم سندیلوی تھے، اللہ ہی ملا علم سندیلوی کے شاگرد رشید، ملا عبدالواحد خیر آبادی تھے، جن کے شاگرد رشید مولانا فضل امام خیر آبادی (والدہ ماجدہ مولانا فضل حق خیر آبادی) تھے، جن سے خیر آبادی سلسلہ تلامذہ جاری ہوا، اور دہلی، رام پور اور اردو میں یہ سلسلہ کافی پھیلا۔ ملا کمال الدین سہالوی کے درس کا فیض مغربی اضلاع بجنور، مراد آباد، مظفرنگر اور سہارنپور وغیرہ میں ملا کمال کے تلامذہ کے ذریعہ دور دور تک اس وقت پھیلا، جب غالب نجیب اللہ یالہ کے بیٹے غلام قادر ردھیلے نے وارانگر متصل امر وہ میں ایک مدرسہ قائم کیا، اور ملا کمال کے ممتاز شاگردوں کو پیش قرار تنخواہوں پر درس و تدریس کے لیے مامور کیا، یعنی الدین محمود انصاری تھے، ہیں۔

دہلی، اٹارک نجیب اللہ سہارنپور میں، اسی زمانے میں، غالب نجیب اللہ نے جوبلی

امیر ذوی القدر ملک فتح شاہ جہاں آباد
 لہذا دوسرے بڑے دیوانے گنگ و نظام
 دارا گنگو کو مستقل امر دہد و مراد آباد است
 بنا کر وہ ملائے ذوی الاحکام شمل مولوی
 محمد بکت الہ آبادی کو از شاگردان مشید
 مولانا کمال الدین محمد قدس سرہ کو حضرت
 ذکر شان مرقوم قلم کی گورد و مولوی محمد حسن
 کہ شیر زادہ وہم شاگرد مولانا موصوف و
 مولوی محمد سالم خلف مولانا موصوف
 لہذا دوسرے دیگر فضلاء و لایق دستہ
 و اہل شہر و متوطن کو عہدہ دہد و سپہ پاشہ
 مقرر کردہ و علی ذالعلی اس طلبہ بے انداز
 از مشرقائے ہوا و غیر ہوا بر دہد و سپہ
 لیاقت آقا حسین مودہ و کمال مدرسہ
 مدرسہ تعلیم مودہ و اگر گورد و سپہ
 کے اطراف کے دیکھیں اور ذوی اقتدار امیر
 تھے، امر دہد اور مراد آباد کے قریب
 واقع دارا گنگو میں دیوانے گنگو کے کمال
 ایک مدرسہ قائم کیا جس میں بڑی بڑی
 تہذیبوں پر جو سینکڑوں روپیہ تھیں، بتلا
 علماء کو جیسے لاہور بکت الہ آبادی و کمال
 کمال الدین سہاوی کے خاص شاگرد، لا
 حسن ذہنی علی (کمال کمال کے شاگرد و بیانیہ)
 اور لاہور سالم (کمال کمال کے بیانیہ فرزند)
 اور شاگرد) اور بہت سے ہندوستانی اور
 غیر ملکی علماء کو مقرر کیا، اس طرح بے شمار
 طلبہ کے لیے بھی جن میں اطراف و ہماہ
 کے مشرقائے کچھ اور دہد و سپہ بھی
 شامل تھے، حسب اقتدار و امکان و طلبہ علی
 مدرسہ کی طرف سے مقرر کیا، اس طرح دارا
 گنگو کے مدرسہ میں پڑھنے پڑھانے کی صورت
 پیدا ہو گئی۔

ان شاگرد الہ کمال الدین کے ذریعہ کمال کے استاد نظام الدین کے مدرسہ کا مسئلہ
 دارا گنگو کے مدرسہ کے قاضی علی کے واسطے سے تنظیم سفر فی الفضل سے ملنے میں چند وستان کی

۱۸ دسمبر ۱۹۱۱ء

راہدھانی شاہ جہاں آباد (دہلی) بھی شامل ہے، پچھلے گیارہ دنوں سے جب دہلی میں مولانا علی خاں صاحب
 حلقہ درس خاصہ دہلی ہو چکا تھا، اور اس خاندان کے سربراہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلی و دیگر علوم کے
 ساتھ تفسیر و حدیث و فقہ کی ترویج میں غیر معمولی شہرت کے مالک ہو چکے تھے، لہذا نظام الدین فرنگی علی
 کے شاگرد کمال الدین کے دو شاگرد مولانا حسن فرنگی علی اور لائق الدین محمد ابن کمال الدین سہاوی
 ہی شاہ صاحب کی حیات میں دہلی پہنچ گئے تھے، اور لاہور میں دہلی کا سلسلہ بھی جاری
 کیا تھا اور یہ اسی عہد کا واقعہ ہے جس کو مولانا اعجازی الشرف فرنگی علی نے حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے۔
 "تاسی (فرنگی علی) نے کچھ مدت دہلی میں قیام فرمایا اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلی کے
 شاگردوں کو غیر ملکی اور بھی قاصد کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کچھ بحث علمی پر بحث کرتے گئے
 قاصد نے جوابات معقول سے ان کی تفسیر کو دی، اور حضرت شاہ صاحب کے پاس واپس آئے اور اس
 کی تقریر کرنے گئے، حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ان معقولوں کو حدیث و قرآن سے باہر
 بے خبری ہوئی ہے، یہ بہاؤ ہے، مگر یہ قابل الشیخ و قابل از انہی میں پڑے رہتے ہیں، ہاں اس
 طرح میں راہدھار دہلی ہو چکے تھے، کسی نے پھر اس علم تک یہ واقعہ پہنچایا، اگر اس علم نے جو لب
 میں آؤں گا کہ راہدھار شاہ صاحب کی خدمت میں بھیجی، حضرت شاہ صاحب نے اس کے
 جواب میں ضابطہ توصیف و روح مولانا کی لکھی اور خط کے عنوان میں مولانا کو "مکرم المصنف" کے لقب سے

نے پاکستان کے ایک مدرسہ دہلی میں بھیجا، فرمایا کہ اس کی اپنی تصنیف "تاریخ مسلمانان پاکستان و ہجرات" مطبوعہ شاہ
 کوہ انجمن ترقی اردو پاکستان میں ملے ہیں، لہذا نظام الدین کے فرزند علامہ علی جوانی میں اس کا کٹ چلے گئے
 تھے، اہل نواب مولانا راہدھار کی سرپرستی میں ایک بڑے مدرسہ کی زیادہ دانی خطاب "مکرم المصنف" اسی دہلی
 سرکار نے لکھا تھا، "مکرم" یا بھی صاحب ایک ایسے مدرسہ میں جنہوں نے اپنے مقصد میں عقیدے غریبا شہادت
 کے علاوہ ہر نقطہ نظر سے رائے گورد یا فرد کا ذوق اڈانے کی کوشش کی ہے، اور غیر ملکیوں سے شدید نفرت و بغض کا
 نشانہ کیا ہے، وہ اگر غیر سنجیدہ انداز میں مکرم المصنف کے بارے میں غلط خیال کریں تو ہجرت نہ ہو تا چلیجے (دہلی) (کمال)

مقتدر عالم کی قدرت کو حضرت شاہ صاحب کے قلم سے نکلا ہوا خطاب آج عالم میں منتشر
 پایا اور اب اہل علم کے معلقوں میں نام اور شاہی خطاب سے لاکر حضرت شاہ صاحب علیہ
 خطاب کا مشہور ہے۔ ان ہی لاکاں ام الدین سہاوی کے ذریعہ ان کے استاد ملا نظام الدین
 کا فیض ہندوستان کے باہر بھی پہنچا، کسی طرح ہاں پہلے کا واقعہ افسانہ الانساب دہلی کے
 مصنف نے باہر طور بیان کیا ہے:

مولوی عبد الرحمن دہلی کے رہیں صاحب دلی	بین ملک عرب میں ایک عالم اور دلی
بوند سالے ہائے زیارت حسین شریفین	مولوی عبد الرحمن تھے ایک سال وہ راج
نام تھا انٹر شرفیت اللہ آمدہ ہم دال	زیارات کے سلسلے میں مگر منظر آنے، اسی
شخصے از شاگرد الی مولانا مدوح مشرف زیار	سال لاکاں ام الدین سہاوی کے ایک شاگرد
کعبہ شریف آمدہ بود، حسب اتفاق از مولوی	بھی شرف راج زیارات سے مشرف ہوئے
عبد الرحمن دہلی در آں جا ملاقات دست داد	تھے، اتفاق سے مولوی عبد الرحمن دہلی
بہتر سے بحث علمی بیان آمد چوں مولوی	اور شاگرد لاکاں کی ملاقات مگر منظر میں
عبد الرحمن بمقابلہ آں کسی خود راج بران	ہو گئی، آپس میں کوئی علمی بحث چھو گئی،
دیدہ مستغفر خود کہ ایں علم از کدام فاضل	جب مولانا مولانا دہلی نے شاگرد لاکاں
آروخت اید ایں شخص در حق تعریف استاد	کے مقابلے میں علمی افتاء سے اپنے کو شیخ
خود بیان کرد مولوی عبد الرحمن دہلی تہذیب شہر	پاؤں دریافت کرنے لگے کہ کس فاضل عالم
بازادہ افتد علم و تسلیم عازم ہندوستان شدند	سے آپ نے پڑھا ہے، شاگرد نے اپنے استاد

اگر مشقت سے بیستہ، اول تو بحر العلوم ترستہ سال کی عمر میں ان کا واقعہ اس لئے ہے جو انہی صاحب کو جوانی
 کی نظر آئی، دوسرے بحر العلوم کا خطاب دیالی سرکار علیہ قرار دے کہ خطاب کی وقعت گمانے کی کوشش
 فرمائی کہ اس کے علاوہ پوری تاریخ اسی کی بیجا باتوں سے بھری ہوئی ہے اور حکومت ہند نے اس کتاب کا اضافہ ہندوستان
 پر جو مصلحت قرار دے تو اس کے اسباب بھی ہیں۔ لے نہ کہہ لیا ہے فرنگی علی مبلوہ و مہ

دجہ اوروہ بھرت مولا نور مروت	لاکال الدین سہاوی کا نام لیا
رسیدہ پنج شش سال اقامت نمود مجدد	اور ان کی مدح و آصفیت کی مولوی
کتب و رسبہ خواندہ ذخیرہ علوم حاصل	عبد الرحمن دہلی نے منظر سے وطن
کردہ راجی وطن خود شہزادہ راجہ سیدہ	جاننے کے بجائے علم حاصل کرنے
پودہ سادہ تدریس لکھیں کہ دند نام اسلو خود	سید سے ہندوستان کی طرف چل
در ملک عرب بلند آوازہ گردا بند نمود	کھڑے ہوئے، ہندوستان پہنچ

کہ دھندلے تھے چہ سے لاکاں ام الدین سہاوی
 تک پہنچ گئے اور پانچ چھ سال
 وہ کہ از سب کتب و رسبہ
 لاکال الدین سے پڑھیں، اور اچھی
 طرح تحصیل علوم کر کے اپنے وطن
 میں واپس گئے، وہاں پہنچ کر مند
 دہی بھیجائی اور اپنے استاد
 لاکال الدین سہاوی کے نام کو ملک
 عرب میں خوب خوب شہرت دی۔

لاکال الدین کے بڑے فرزند لا قطب الدین محمد نے اپنے والد سہاوی سے علوم حاصل کیے تھے
 لکھنؤ بھی اور وقت آفرینی میں وہ اس درجہ تک پہنچ گئے تھے کہ

لاکال الدین طالب شاہی فرمودہ اگر	لاکال الدین فرمایا کرتے تھے کہ اگر قطب الدین
قطب الدین دہلی کی گردن اذی کتر تھی	دہلی دینا شرف کر دینے تو مجھ سے کم نہ اپنے

حاشیہ طبع ہو چکا ہے۔ اور عروۃ الوثقیٰ اور شرح کبریٰ تھرمولانا آزاد کا ترجمہ ہی (مسلیم بن یحییٰ) کے مولف
عبدالحی فرغی علی گشت میں مخطوطہ کا شکل میں محفوظ ہے۔ مرزا قلیں عروۃ الوثقیٰ سے اس قدر مرعوب
نظر آتے ہیں کہ ان کا خیال ہے :-

کتابے موسوم بہ عروۃ الوثقیٰ دستہ کے
نماویہ علماء در کتبہ خواص و صل و قائل
آں حیران شد و بہت ناشائستہ و مضطرب
پھر لکھتے ہیں :-

میر کمال الدین نامی ساکن بہار شہر شاگرد
لانظام الدین ہو چنانچہ میر مرزا پر دستا
کمال الدین ہر دور کمالین ہی گفتند
شاگردانش بیشتر و اطراف نگاہ اند
دہنت ناشائستہ و مضطرب
میر کمال الدین (وہی جی کا ذکر میر کمال کمال
بنگالی کے نام سے اوپر کر چکا ہے اور ان
سے ملا کمال الدین سہاوی نے فقیہ و میں
مختصرات دوس پر ہے تھے یہاں کہہ بیٹے
والے بھی لانظام الدین کے شاگرد تھے۔
چنانچہ لانظام الدین میر کمال الدین اور
ملا کمال الدین کو کمالین فرمایا کرتے تھے
میر کمال الدین کے شاگردوں کی اکثریت
بنگالی کے اطراف میں پائی جاتی ہے۔

دقیقہ حاشیہ ص ۷۷ کا، ہوئی۔ نادر شاہ ابھی دلی میں مقیم تھا کہ عید الاضحیٰ (بقر عید) آگئی اور یہ خطرناک اور خوفناک
سوال بادشاہ اور امرائے مملکت کے سامنے آگیا کہ اگر عید کا خطبہ جس میں خلفائے راشدین کے اسماء
گرا می لیے جاتے ہیں کیسے پڑھا جائے گا اور کون پڑھے گا؟ اور شاہ شیعہ تھا اس کی مساف کی تہننا کی
اور خونریزی کا ہونا تک تجربہ پوری دلی کو ابھی بھی ہوا تھا اس سوال کے سامنے آتے ہی ان کا دل مملکت

اس طرح میر کمال الدین ساکن بنگالہ یا ساکن ہمارے اپنے استاد کا فیض بنگال میں عام کیا
وہ ان کے شاگردوں کی کثرت ہوئی اور ملا کمال الدین سہاوی اور وہ میں سرگرم فیض رسانی ہے۔
میر کمال کے ہاتھ میں ملا عبدالحی و حفید لانظام الدین فرغی علی نے لکھا ہے :-

محبت استاد و بیاد و دانشمند چنانچہ شہید
شہر کا ذب و دہاد و فادات استاد امید کمال
از غم فوت کرد و مدید نظریں بحر یان اشک
میں جان دیدی اور مدید نظریں و ملا
کے دوسرے شاگرد اور میر کمال کے
اہم وطن (روئے دتے مینائی کھو بیٹھے۔

۱۔ دسار قطبہ مخطوطہ فرغی علی ص ۱۲

د حاشیہ صفحہ ۷۷ کا بقید ۱۲ اور تھک افادہ دوش و حواس و بافتند واحدے و ایادائے خواندن
خطبہ فی شد خطیب قدیم دو دیگر علماء کو وہ پایہ تخت حاضر و مذکارہ کش کر دند۔ یہاں تک کہ ایک روز باقی
ہو گیا اس بادشاہ کو فتویش لاحق ہوئی کہ کس سے خطبہ پڑھنے کو کہے قاضی جان محمد جو حاضر و بادشاہ کا
کرتے تھے عرض پر داڑ ہوئے کہ "بند گاہ عالی را دریا باب لکرسے نہ پایہ بندہ حاضر امت و خواندن
خطبہ در بیخ و سالی خواہم کرد گمان اس امت کہ نادر شاہ از شہیدان اسمائے خلفاء را باقتضی خواہد رسانید
جانم فدائے حضور باد" چنانچہ عید الاضحیٰ کے روز قاضی جان محمد سہاوی ثم فقیہ دلی کی عید گاہ گئے
اور دواؤں بادشاہوں (نادر شاہ اور محمد شاہ) کی موجودگی میں خطبہ پڑھا اور بلند و اسمائے خلفاء راشدین
وہی اکثر عنہم با مناقب و مناقب خود روئے بادشاہوں خواہد خواندند "لیکن نہ قتل ہوئے نہ
گرفتار ہوئے بلکہ خود چوں جہان پیش گاہ بادشاہ خود و ہم نادر شاہ بے غلے و دلت غفلت
سرگزازی انداختند و اخصان الاناب مخطوطہ

مرزا محمد علی

مرزا صاحب تصانیف پوزند شاگردان
مستبری و اشقہ اعلیٰ شاگردانش مولوی
امداد علی شاعر مدرس و معتمد مدرسہ
شاگرد بھی دیکھتے تھے جن میں سے ایک مولوی
امداد علی بھی لکھنؤ کی مصنف اور مدرس
گزارے ہیں۔

ملاکال الدین سہاوی کے براہ راست شاگردوں میں ایک واسطہ شاگردوں اور دو یا تین
واسطوں سے شاگردوں کے کچھ نام اغصان الانساب کے مصنف نے لکھے ہیں مولوی محمد امجد
سندیلوی قاضی محمد ذوالحق فتحپوری ملاکال کے ابن عم مولوی محمد اعظم سندیلوی مولوی برکت علی
الہ آبادی الحسن فرنگی علی اور ان کے بھائی ملا محمد علی فرنگی علی دیر دونوں فرنگی علی حضرات
ملاکال کے سگے بھانجے بھی تھے مولوی امجد علی خیر آبادی مولوی محمد احسن چچا کوٹی دیہ سب
براہ راست شاگرد ان حضرات کے وہ شاگرد جو صاحب درس ہوئے مولوی بابا امجد علی پوری
مولوی غلام محمد بھاری مولوی عبدالواحد خیر آبادی وغیرہ ہیں اور تین واسطوں سے شاگرد
میں مولوی فضل امام خیر آبادی مولوی غلام امام شہید مولوی عبدالواسع سیدن پوری مولوی حبیب
ساکن کٹرہ مانگ پور وغیرہ سب مولوی عبدالواحد خیر آبادی کے شاگرد ہیں اور مولوی عبدالواحد کوٹی
محمد اعظم سندیلوی کے شاگرد اور بھانجے تھے اور مولوی اعظم ملاکال کے شاگرد و شیعہ تھے اس کے
آگے صاحب اغصان الانساب لکھتے ہیں۔

دو بیٹوں داتا گنج بخش و آغا ترمین
نکندہ صاحب علم پوزند صاحب
کمان تک گنڈوں وہ شاگرد جو صاحب علم
تھے مگر حد میں کا شفق اختیار نہیں کیا

۱۰ سال قبل مظلوم فرنگی علی صاحب

از مولانا موصوف آری زمان ہرگز کہ
ست خواہ فاضل از شاگردی جناب مولانا
بیک واسطہ خواہ بہ واسطہ و چار واسطہ
از محمد آں عالی جناب ممکن نیست کہ بیرون
آید و در تمام ملک ہندوستان ہر یک صاحب
علم پوزند و خواہ پوزند و نسبت
تلمذ با واسطہ یا بجناب بہت و خواہ شد
سہاوی سے تلمذ ہے اور آئندہ بھی ہوگا۔

اغصان الانساب کا زمانہ تصنیف ۱۲۶۰ھ

۱۲۶۰ھ
۱۲۶۱ھ
ہے اس وقت ملاکال الدین کے وصال
کو پچاس سال گزر چکے تھے

مرزا قلی نے بھی جن کی کتاب ہفت تماشا کا سند تصنیف ۱۲۶۰ھ ہے اور اس وقت
ملا نظام الدین کے وصال کو پچیس برس ملاکال الدین کے وصال کو آٹھ برس اور بھرا معلوم
کی وفات کو صرف دو سال گزرے تھے ملا نظام الدین کے وہ شاگردوں ملاکال الدین سہاوی
اور ملا بھرا معلوم و فرزند ملا نظام الدین کے کئی شاگردوں کے نام گننے کے بعد تقریباً یہی لکھا کہ
اب جو لوگ کہ شمار و ذکر نہ فیج سند ملوا
یہ سب ملوا جن کا ذکر اوپر ہو ہے وہی ملوا
بودہ اندہ جناب جواد ہند علم مستور از ہیمنان
نظام الدین فرنگی علی اور ان کے شاگرد
مستشرقہ شیخ فاضلہ و ملا علیہ نیست کہ
کمال الدین سہاوی اور ان کے جواد واسطہ
از معلقہ شاگردی ایضا بیرون باشند یعنی
تک اندہ نیز ملا بھرا معلوم اور ان کے تلامذہ

۱۰ سال قبل مظلوم فرنگی علی صاحب

مفتش و اصل یعنی بہفت و بیست و یکم ازین
در تہذیب علی ہاشمی میرزا لیکن بیست و پنجایاں
دولہاں
مفتش تہذیب مطبوعہ ۱۲۶۷
چھ واسطوں سے اور کوئی اس سے کم
واسطوں سے علمی شاگردی کے سلسلے میں
ان کی حضرات تک پہنچتا ہے ہاں بیست
بنجالی اور دہلوی علماء اس سے باہر ہیں۔

دہلی اور پنجاب کے علماء کے بارے میں بھی یہ نہیں ہے کہ سب ہی خارج از سلسلہ
ہوں۔ اوپر مذکورہ چھ چکا ہے کہ نجیب الدولہ کے مدرسہ واقع دارالعلوم میں ملا کمال الدین سہروردی
کے بعد تلامذہ طبرکت الہ آبادی، ملا حسن فرشتی علی اور ملا محمد سالم فتحپوری (فرزند دوم ملا کمال)
مدرسہ دوس کو رفتی بخش کر اطراف و جوانب کے طلباء کثیر کو فیض پہنچا چکے ہیں اور کچھ دفعہ
کے بعد مولوی فضل امام خیر آبادی نے جو تین واسطوں سے ملا کمال کے شاگرد تھے دہلی میں
سلسلہ درس شروع کیا ان کے نامور تلامذہ میں سے ایک مفتی صدر الدین آزادہ صدر الصدور
دہلی بھی گئے ہیں۔

اس کے علاوہ ملا بحر العلوم و فرزند ملا نظام الدین (اور ملا حسن فرشتی علی نے خاص طور پر
عرصے تک رامپور میں درس دہر میں کی اور بڑی تعداد میں ان کے حلقہ درس سے فضلا و علماء
نکلے بہت دتوں سے تو نہیں کہا جاسکتا کہ ان میں پنجابی اور دہلوی کتنے تھے لیکن اس سلسلہ
تلمذ سے پنجابیوں اور دہلوؤں کو بکسر خاتج سمجھنا غلط مقتضائے احوال بھی ہوگا اور بعض تاریخی
صراحتوں کے بھی غلط ہوگا ملا نظام الدین کے تلامذہ میں ایک صاحب تو ایسے تھے جس کے
نام کا جزو دہلوی ہے یعنی ملا وجیہ الدین دہلوی جن کے بارے میں صاحب نزہۃ الخواطر
کا کہنا ہے کہ الشیخ العالم الکبیر وجیہ الدین دہلوی احد العلماء

المہرین فی المنطق والحکمة قرأ العلم علی مولانا نظام الدین
بن قطب الدین الکھنڈی
اس کے آگے صاحب نزہۃ الخواطر جو لکھتے ہیں وہ مرزا قلیل کے قیاس کو کمزور کرنے کے لیے
کافی ہے یعنی

دل التدریس ببلدہ
وہلی اخذی عنہ خلق
اصل شمسہ ہیں دس و تدریس
پر امور ہوئے اور ان سے کثرت سے
اگر نے علم حاصل کیا۔

کشیہ

تو اس مطلق کثیر میں دہلی کے باشندے بالکل نہ ہوں یہ بالکل غلط قیاس ہے غرض
دہلی کے لوگ بھی ملا وجیہ الدین دہلوی کی معرفت ملا نظام الدین کے سلسلہ تلمذ میں بڑی تعداد
میں مطلق کشیہ ہیں یہ دوسری بات ہے کہ مذکورہ نویسوں نے ملا وجیہ کے اور ان کے
تلامذہ کے ذکر میں قسامل برتایا سیاسی طور پر وہ ایسے نامور نہیں ہوئے کہ ان کی ایک ایک بات
کی کھوج اس زمانے کا مودعہ نکالتا جب دہلی کی تاریخ درباری سازشوں اور غیر ملکی دشت و انیوں
کی تاریخ بن چکی تھی رسالہ قطب کے مصنف ملا عبد الہی فرشتی علی نے ملا وجیہ کے سلسلے میں
ایک اچھی نشاندہی کی ہے وہ کہتے ہیں:-

راغب سوشے شعرا وند لہذا و علماء
شمار مذکورہ شدند
ملا وجیہ شعرا و شاعری کی طرف متوجہ ہو
گئے تھے اس لیے علماء کے زمرے میں
شمار مذکورہ شدند۔

۱۰۵

اد پر مذکورہ چھ چکا ہے کہ شاہ پیر محمد صاحب کے سلسلے پر ملا نظام الدین کے
ملا بحر العلوم طلباء رہتے تھے اسی سلسلے پر فارغ التحصیل طلبہ کا جلسہ دستار بندی ہوئی
ہو کر تھا اور ملا نظام الدین اس کے صدر نشین ہوا کرتے تھے اسی ایک جلسہ دستار بندی میں
فرزند ملا نظام الدین ملا عبد الہی بحر العلوم کے ساتھ ایک واقعہ ہو گیا تھا جس نے عبد الہی

کو بحر العلوم میں نے پر مجبور کر دیا۔ مولانا عنایت اللہ فرشتی علی کا بیان ہے :-

”میں نے اپنے اکابر سے سنا ہے کہ چونکہ اساتذہ اہل علم و نظام الدین کے ہی ایک صاحبزادے تھے (یعنی ملا عبد العالی بکر العلوم) اور آخر عمر میں پیدا ہوئے تھے اس لیے محبت اور پیادہ تھے زائد پسر ہوئی۔ والد ماجد کے انتقال کے وقت گو کتب درسیہ کی تکمیل سے فراغت ہو چکی تھی مگر علم کی جانب رجعت نہ تھی اس زمانے میں دستور تھا کہ فاتحہ الفراق پڑھنے والے شاہ پہر محمد صاحب کے عرس کے موقع پر حاضر ہوتے اور اس عرس میں اکابر علمائے وقت موجود ہوتے ان کے سامنے دستار بندی ہوتی۔ اساتذہ اہل علم کی زندگی میں اساتذہ اہل علم ہی اس مجلس کے صدر و مندوبین ہوتے جس سال حضرت (اساتذہ اہل علم) کی وفات ہوئی اسی سال آپ کی وفات کے بعد جب یہ موقع دستار بندی کا آیا حضرت بکر العلوم بھی موافق معمول کے تھے مگر صرف تماشہ دیکھنے کو بیٹھ کر کامیاب ہو گئے تھے جس وقت دستار بندی کی رسم ادا کرنے لگی تو کسی نے زور سے ان کو دھککا دیا اور کہا کہ ”کہاں پڑھے چلے جاتے ہو۔“ ملا بکر العلوم نے جواب دیا کہ ”مجھ کو نہیں جانتے“ میں ملا نظام الدین کا لڑکا ہوں۔“ اس شخص نے کہا کہ ”سبحان امیر“ اگر تم اساتذہ اہل علم کے بیٹے تھے تو مندوب صدر میں ہوتے یا یہاں بیٹھ کر کامیاب ہوتے۔“ یہ مولانا بکر العلوم کی محبت و ہوش میں آگئی اکابر و اہل علم ہی توڑ ڈال اور بیٹھیں اڑا دیں اور غم آ کر کتاب بغل میں لی اور پردہ بزرگوار کے مراد پر حاضر ہو کر دیکھ گریں۔ اس کے بعد کتاب کھولی کہ مطالعہ شریع کیا جہاں ذرا بھی اشکال پڑتا رد و حاجت پردہ بزرگوار سے بڑھ پاتے یہاں تک کہ فاضل نے یہ نظیر جامع مکتوبہ و منقولہ عام علوم ظاہر و باطن چھٹے۔“

(تذکرہ علماء فرنگی محل مطبوعہ ۱۳۸۵ھ)

خاندان فرشتی محل کے مقبوم مذکورہ پکار ملا محمد
لیکن مقبوم تقریباً بیسویں دہائی بیان کرتے ہیں:-

میدہ قاتل فرزند از جدش بطالع کتب
منقول و منقول ششون گشت و بر ششکے کر
درین ایام برے روی نو بدو بدو حایت
والد خودش مل می گشت چنانکہ زبانی
شفاعت شیدہ ام کہولہ عبداللہ محمد می
گفت والدہم چنانکہ در تہذیب و حیات
نود مصروف و دہم چنان بعد حیات نیز
تعلیم و تقسیم و کشف مضامین و عمل مشاغل
ہم مشغول ہست و درایت دہم حال
در مطالعات غامضہ و مواضعیکہ در آن
لغزش پائے علماء می گشت بحدہ مستطاب
کمال المادہ ہر جو کہ تلمیذ خاص والدہم
بودند و بزرگ و سن بطریق مناظرہ پائے
طلبہ عداہ و اور اگر بخت و در میان گشت
و مقامات کتب متداول در سیدہ مذکرہ
میا کہ دم ادش افادہ تحقیقات غامضہ
والدہم دہم تحقیقات نمودن می فرمودند
و گاہے ترش و دنگ خاطر می گشت
(افغان ادب مطبوعہ و مکتبہ)

ملا نظام الدین کی وفات کے بعد ان کے
 فرزند ارجمند کتب منقولہ و منقولہ کے مطالعے
 میں مشغول ہوئے اور اس سلسلے میں جو
 بھی مشکل مسائل کے سامنے آئی اپنے والد ماجد
 کی روحانیت سے حل ہو گئی سبنا تھیں
 نے معتبر مسخرات سے سنا ہے (معصفت
 نے ملا بحر العلوم کی حیات کے ۴۴ سال
 پائے تھے لیکن ملاقات نہیں کر سکے اس
 لیے کہ جب یہ پیدا ہوئے تو ملا بحر العلوم
 فرجی محل چور کر جا چکے تھے شاہجہانپور
 واپس رہا اور وہ اس میں بحر العلوم
 کے آخری کچھ پچاس سال بسر کیے اور وہ اس
 میں انھوں نے وفات پائی اگر مولانا عبد اللہ
 بحر العلوم فرمایا کرتے تھے کہ والد ماجد
 جس طرح اپنی حیات میں میری تربیت
 فرماتے تھے اسی طرح وفات کے بعد بھی
 مشکل مقامات اور دشوار علمی مسائل کے
 حل کے سلسلے میں میری تعلیم و تہذیب
 سبوجہیں... شروع شروع دشوار مسائل

—

اور ان مباحث کے سلسلے میں جہاں علماء
کے قدم رکھتے ہیں، اپنے والد ماجد کے
خاص شاگرد اور بزرگ منسوب رہے۔۔۔۔۔
لاکال الدین مرحوم کی خدمت میں مسیح
بات معلوم کرنے اور دینی کتابوں کے حقائق
و مقامات کو کما حقہ سمجھنے کے لیے بحث و
مباحثہ کرتا تھا اور وہ میرے والد ماجد کی
نازک تحقیقات اور اپنی تحقیقات مجھ سے
بیان فرماتے تھے اور کبھی میری بحث بیکار
سے بدمزہ اور تنگ دل نہ ہوتے تھے۔

اگرچہ والد ماجد کے تلمیذ خاص "بدمزہ اور تنگ دل" نہ ہوتے تھے، لیکن تلمیذ خاص کے
شاگردان خاص جو اپنے اپنے وقت کے علمائے اہل ہوتے ہیں، نیز دوسرے منسوب حضرات
جب ایک ایک سال کے لڑکے کو ایک منجد علماء کے درگاہ سے مناظرہ کرتے دیکھتے
صرف بدمزہ ہوتے بلکہ ان کو سخت ناگوار کرتا تھا، لہذا والدی اندر فرشتی محلی کا بیان ہے کہ
براقم رہیدہ است کہ مردم از لاکال اللہ
گفتند کہ این طفل این قدر بحث و مناظرہ
بخدمت می نماید و بے ادبانه کلام می کند
و شایاں زاری و لجوی اوئی فرامید و گاہ
و نحو خاطر می خورید و بلاغہ۔۔۔۔۔ او سخن می
گوئید این معنی پسند طبع تلامذہ و دیگر
عزیزان و دوستان حبیب بزرگان را

تلمیذ خاص و ان تلمیذ خاص مناسب است
دگر ایندازار اہم سر خود گردانند
و اعضایان از بعد مطہرہ وقت
شاگردی عزیز و دلدادہ
ہے بزرگان کو چاہیے کہ چھوٹوں کو پڑھانے
اور سمجھانے میں مہربان رہنا سکھائیں
یہ کہ یہ ضرورت کہ چھوٹوں کو اپنے برابر کا سمجھکر
بات چیت کریں۔

لاکال الدین تلمیذ خاص ملا نفاہی الدین سے لوگوں نے شاگردوں، عزیزوں اور دوستوں
کے خیالات کی بڑی وضاحت سے ترجمانی کر دی اور اہل انداز سے ان کو اپنا رویہ بدلنے کا مشورہ
میں دیدیا لیکن لاکال الدین نے اس کا جواب دیا وہ بھی یادگاہ ہے۔

جواب دیا کہ اول میں طفل مساجد و من
است کہ میں استفادہ معلوم بخدمت والدش
کر دہام انچہ من اودی کثرت در معت بلہ
احسانات والدش قدرے نداد

لاکال الدین نے جواب دیا پوچھی بات تو
یہ کہ یہ لڑکا میرا استاد زادہ ہے اس کے
والد ماجد کی خدمت میں میں نے یہ سب
علام حاصل کیے ہیں جو کچھ میں اس لئے
کے ساتھ کر رہا ہوں وہ اس کے والد ماجد کے
احسانات کے دیکھنے کوئی حیثیت نہیں کہتا۔
دوسری بات یہ کہ اس عمر میں اپنی محنت اور
مشقت خود حاصل کر دہ است یقین می
دانم کہ والدش را دیں من حاصل نہ بود
ہر چند در اد اخذ وقت علامہ زبان بودہ است
تیسری بات یہ کہ اس بچہ کوئی عمر میں اس
سیدم کہ کچھ در عہد تقلید مطلب اللہ

کتب تدوین نظر تصانیف متاخرین انجاریں
 کس را بیدر گشت ابدان حق هر حاصل فی شرف
 افسانہ ابدیہ مطبوعہ ۱۳۱۰

اس کے آگے کی عبارت ہو سکتا ہے کہ ملاکمال الدین ہی کا "قول" ہو، سیاق کلام سے یہ
 افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ مولانا ناظر الحسن گیلانی کا بھی یہی خیال ہے کہ ملاکمال الدین ہی کا یہ قول ہے جو مگر
 ہے کہ مصنف دھولاندر فرنگی علی کا اخذ کردہ نتیجہ جو بہر حال

ابن حنفیہ جو سید روح الدین کے صاحب علوم اور سب کچھ اس کے والد ابوبکر کی توجہ
 ظاہر و باطن اور اولاد میں بیکمال رسیدہ اور
 حاصل گشتہ دور میں صورت حسب ظاہر و باطن
 صغیرین و بزرگان در مقام بحث و تکرار تہ
 علامہ صدر الدین شیرازی و محقق دوانی و اور
 دافسانہ ابدیہ مطبوعہ ۱۳۱۰

محقق دوانی کے برابر ہے۔
 واقعہ کی اتنی تفصیل سے اصل غرض اس نکتے کی طرف توجہ مبذول کرانا ہے کہ استاد کے حق کی
 مخالفت و نگو داشت میں جملہ فرائض تلافی ہمیشہ روا کی اور ملاکمال الدین کے تلافی جو استاد زاد
 کی جرأت امیر گشتگو پر اظہار ناگاہی کرتے تھے وہ بھی استاد کے حق کی اہمیت سے بے خبر تھے
 پھر بھی استاد زاد کے طرز گفتگو سے ان کو جو بدمرگی محسوس ہوئی تو ظاہر ہے کہ "حق استاد"
 کے مورد سے وہ متجاوز ہو گئے تھے ملاکمال الدین کے جواب سے یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ
 ملا نظام الدین کے ایسے استاد کا حق اور احسان عام اساتذہ کے حقوق و احسانات سے اتنا
 زیادہ اور غصہ محسوس تھا کہ ان کے بے نیکی کی گستاخانہ گفتگو کے مقابلے میں شاگرد کا نام برد اور ان کو
 کہہ بھی سادہ نہیں رہتا تھا۔

ملا بکرام الدین جب اپنی سابقہ لاپرواہیوں پر توبہ ہو کر ابائی شغل کی طرف متوجہ ہوئے تو یہی
 کہ ملاکمال الدین نے ان کے سن و سال کے لحاظ سے ان کی عظیم لیاقت کی داد دی بلکہ دوسرے
 علین بھی جنہوں نے ملا بکرام الدین کو دیکھا نہ تھا، صرف ان کا زمانہ پایا تھا یہ کہتے دکھائی دیتے ہیں

دراشدہ پدر چرخ ارغوانی شاگرد احمد ہے
 از این مہارت دہد و در شرح مسلم بہرہ دوی
 سہرا شہر و قصبہ اور دہکال الدین و انیس
 بہا طرخی اور دہکال کے تجربہ کو اور داشت
 پدرش نیز داشت
 ہفت قاشا اور زاقیل مطبوعہ ۱۳۱۰

مولانا بکرام الدین اپنے والد ابوبکر سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد درس و تدریس میں
 و تین سال کے بعد مشغول ہوئے جبکہ ان کے نامور والد کا وفات ہو چکا تھا تقریباً دس سال بعد
 یک والد ابوبکر کی سند و رکن کو ذہنیت نکتے کے بعد وہ حافظ رحمت خاں دہلیہ سرواڑ کے پاس شاہجہانپور
 چلے گئے جہاں کم و بیش تین سال تک تصنیف و تالیف و درس و تدریس میں مصروف رہے شاہجہانپور
 میں ان کے تلامذہ کے حلقے میں فرزند ان حافظ رحمت خاں شہید بھی تھے جن میں ازاد محبت خاں
 محبت قابل ذکر ہیں جو دوسرے وجوہ سے تو تاریخی شخصیت بن چکے ہیں لیکن ان کی ملیت ازاد بکرم
 سے تلمذ پر مورخین کی خصوصی نظر نہیں پڑی ازاد محبت خاں کے پیر طریقت حضرت علی اکبر دودی
 کے لفظ طیس دیوان کے خلیفہ حسن دودی گھنوی نے ترتیب دیا ہے اور جس کا نام لطافت اکبری
 ہے ایک واقعہ درج ہے۔

دین مہاں بہا جہاں علوم شغول و فزون مقول
 ازاد محبت خاں بہادر و است ثروت و دیار

خواجہ سید علی اکبر دودی نے انسانی گفتگو
 میں علوم شغول و فزون مقول کے جامع ازاد

کہ مجبور کر دی کہ وہ ملا بحر العلوم کو مدرسہ مفتی صدر الدین میں درس و تدریس کی روٹی پڑھائے
پھر قیمت آگاہہ کر دے مولانا بحر العلوم پر اس شریف نے کئے مدرسہ مفتی صدر الدین میں ملا
بحر العلوم کے طلباء کا کس درجہ پاس و لحاظ کیا جاتا تھا اس کے سلسلے کا ایک اشارہ لکھنؤ
مذاہب شہرہ روم دی بزرگ صوفی شاہ عبدالرحمن رونات ^{۱۲۳۵ھ} (۱۸۱۹ء) کے تذکرے میں ملتا ہے۔
صوفی صاحب کے تحصیل علم کے ذکر کے دوران مرقوم ہے۔

پندرہ مشہور علم و تجربہ مولانا عبداللہ علی محمد قدس
سروہ شیعہ عازم کجلا شہر دہلی دہلی
مولانا محمد سعید و قصبہ بڑا تحصیل کلکتہ
مفتی صدر الدین میر تقی کوٹل روٹی افروز
تندیس بوند مولانا احمد صفر ^{۱۲۹۹ھ} (۱۸۸۲ء)
یا بکر مولانا عبداللہ علی محمد قدس سروہ
برسہ ایک سال قیام کر کے سلم صاحبہ قدس
و بیضاوی کہ باقی اندر بودہ سبکس رسائید
موفقا صاحب مستقیم الی خواست کہ بلور و گچ
علم و ہم خوارق بمل آرد می فرمودہ مذکور
قبول مذکورہ سبب ایک مدد مذکور
چکر دست در قرآن ہی بست اور ایک قلمت
و مدد و سپہ نقد مفتی صدر الدین
یاد دہ تھنے ذکر ہی پرانے فارغ التحصیل
در سرکار دکنی ہی تو گفتہ میں تحصیل علم
پرانے مذکورہ ام ارادہ علی و غفلت

امت و مذہب و مذہبی بس اہم فرما چہ ضرور
امت
دور از سر علی علیہ السلام و کتبہ لکھنؤ ^{۱۲۸۰ھ} (۱۸۶۳ء)
مفتی
سے ہیں کو بھی سند فراغت دی جاتی اور
دستاویز دی کی جاتی اس کو مفتی صدر الدین
ایک مصلحت اور دوسرے پہلے نقد ہے کئے بزر
انگو بڑی سرکار میں اس فارغ التحصیل کو
ذکر بھی کر دیتے تھے میں نے کیا میں نے
اشتر کے لیے تحصیل علم کی ہے مال اور غفلت
کی لالچ میں یا نوکری کی چوس میں نہیں کی
ہے تو کسی دستاویز دی کی مجھے کیا حاجت
وہ جاتی ہے۔

بہر حال اس شان و شوکت کے ساتھ مدرسہ مفتی صدر الدین میر تقی گوڑہ جنرل میں ملا بحر العلوم
درس و تدریس کرتے رہے اور بالآخر وہاں تلامذہ کی کثرت اور دور دور سے طالبان علم کی آمد مفتی
صدر الدین کے ذرائع آمدنی کے لیے بھی وجہ آزمائش بن گئی اس صورت حال کی شہرت پھلتے ہی
نظام حیدر آباد سلطان پور اور نواب ارکات (مدراں) تینوں نے بیک وقت درخواستیں اور عرضداشتیں
مولانا بحر العلوم کی خدمت میں قدم و بچہ فرمائے کی بھیجیں مولانا نے نواب ارکات کی عرضداشت کو شرف
قبولیت اس لیے بخشا کہ وہ اصل قصبہ گوامو (ضلع ہردوی) اودھ کے رہنے والے تھے اور ان کو سنی
جماد حاصل تھا مولانا کے اس فیصلے پر نواب والا جاہ (ارکات) مدراس) کو کتنی مسرت ہوئی اور
ہم چشموں میں اپنے کو کتنا سر بلند انھوں نے محسوس کیا اس کا اندازہ اس انداز پر پائی سے کیا

جاسکتا ہے جو بحر العلوم کے وہاں پہنچنے پر ثواب والا جاہ نے اختیار کیا۔

”مدراں پہنچے تو بیرون شہر کے علماء و اہل علم دولت نے استقبال کیا ایک (ملا بحر العلوم)

پاک پر سوار اور تمام اہل علم دولت پایادہ ہجراہ اس شان سے ثواب کے دولت خاں پر

پہنچے تو بیکہ و دانستہ لگے شاہزادوں کے استقبال کیا ایک نے پاکی سے اتارنے

کا ارادہ فرمایا ثواب نے کسی طرح اترنے نہ دیا اور خود پاکی کو گناہ عبادت کے صدر مقام تک نے

گیا اور انکو صدر میں بٹھایا اور خود شاہزادہ سائے بیٹھا۔ ذکر کہ علما نے فریختی محل اکر مولانا

عزیزت اور فریختی علی علیہ السلام

یہ تو ثواب کے انرا استقبال کی شان تھی جو بیان ہوئی اور بحر العلوم کی تشریف آوری کی
شان کی تھی اس کے بارے میں صاحب زہرۃ الخواطر لکھتے ہیں۔

”فما اشد الیھا مع ست مائۃ الفنس من رجال العلم یعنی بردوان ضلع کے قبضہ
ہو مارے جب مولانا مدراس کے لیے آدہ بہ سفر ہوئے تو ان کے ساتھ طالبان علم کا ایک بڑا گروہ تھا“

جس کے افراد کی تعداد چھ سو تھی مولانا بحر العلوم مدراس پہنچے تو ان کے ہمراہ چھ سو طلبہ پر شش پورا ایک
جامہ دیو بنویشی تھا۔ عالی ظرف ثواب ادا کاٹ نے جس شان انکا سے بحر العلوم اور ان کے چھو

تلامذہ کا خیر مقدم کیا۔ ویسی ہی عالی حوصلگی سے اس نے بحر العلوم کے لیے ایک انگ مدرستہ تعمیر کرایا
بحر العلوم کے لیے گراں قدر شاہروان کے دامادوں ملا علی الدین فریختی تھی اور مولانا ازاد مارلی فریختی

کے لیے جدا گانہ وظیفہ مدرسوں اور محنت طلبہ ہمراہ تھے سب کے لیے وظیفہ تعلیم مقرر کر دیا۔

ایک جدید تعریف ”خانوادہ قاضی برداردلہ کے مصنف افضل العلماء محمد یوسف کوکن
عمری (مدراں دیو بنویشی) نے قدیم و شاہزادوں تارخ فریختی اور بہرکاری ریکارڈوں سے

ثواب والا جاہ محمد علی دالی ادا کاٹ ذکر نامک کی دعوت پر ملا علی بحر العلوم فریختی علی کے مدراس
پہنچنے کا تاریخ بیان کرتے ہوئے ایک اہم خط بھی نقل کیا ہے اور بحر العلوم کے شاہرے کا بھی

ذکر کیا ہے۔

”ثواب محمد علی والا جاہ نے پہلے مدرستہ کھان کی صدر مدرس کے لیے مولانا عبدالحی بحر العلوم

کو دعوت کی تھی وہ ۲۴ فروری ۱۲۰۵ھ کو بہار و بولام ضلع بردوان سے مدراس پہنچے ان کے

ساتھ ان کے فرزند مولوی عبدالحی اور مولوی امام بخش اور دوسرے بہت سے لوگ تھے

مولانا کی خواہ ایک ہزار روپیہ مقرر ہوئی۔ مدراس اور اس پاس کے طلبہ ان کی خدمت میں

بیٹھ کر استفادہ کرنے لگے مولوی محمد فوٹ مولوی محمد فوٹ شریف الملک بہارہ ہونے لگے تہرہ

کچھ پڑھنے کا ارادہ کیا اور اسکا منہ کسی دیکھ سے ان کی درس گاہ میں شریک ہونے پر مسترد تھے آخر

انھوں نے اپنے دادا قاضی نظام الدین احمد صغیر کے برائے ہونے طریقے کے مطابق استخار

کیا۔ اس رات خواب میں دیکھا تو انھیں دلی مسرت ہوئی۔ وہ خود مولانا عبدالحی بحر العلوم سے

لی کر اپنا خواب بیان کرنا چاہتے تھے لیکن خواب راہگیر ہو گیا۔ انھوں نے اپنے ہمراہی حجام مولیٰ نظام
عبدالحق اور فرزند مولوی محمد صادق فرزند محمد عبدالرشید شہید کے نام حسب ذیل خط لکھا۔

قبل من اللہ اقدس اللہ کہ برکت و رزق قبل من اللہ کہ حمد اور اس کا شکر ہے کہ انھیں

اجازت دادہ کہ حضرت شب واپ محبوب ملت کے اجازت دادہ اور دلی برکت سے رات

عظمیٰ فارشہ تمغین ایک عہد نماز تہجد محبوب ملت تھی سے فائز ہو اس کی تفسیر

استفادہ کر اور مدرستہ بردوان مدرسہ مولانا کے عہد اس طریقہ یہ ہے کہ میں نے تہجد کی نماز کے بعد اس طریقہ

برہمیل اور دم و نیت کر دم کہ استفادہ از سے استفادہ کیا کہ کچھ کو دارا مرحوم سے دعا

حضرت مولانا افلاک شریف علی بن برکت نماز ان کی خواب گاہ کو شکر ہے کہ بھرے ملا

یاد و مراغین ازیشان حاصل خواہ شد تھا اور نیت یہ کی تھی کہ حضرت مولانا سے

یاد و بر خوب نیاہ کہ خوشی مستولی و مولانا عبدالحی بحر العلوم سے دعا لگی

شد خود دادہ جس جناب رسالت آپ صلی اللہ برکتوں سے مجھے فائدہ پہنچا ہے استفادہ کرنا

علیہ وسلم یا نعمہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جاہے یا نہیں اور ان سے مجھے کوئی فیض حاصل

را و شب بہ مولانا ملا علیہ السلام حضرت میرزا کا ہوگا یا نہیں اور تک نیت نہیں آئی اور انکو جب

ابو جعفر رضی اللہ عنہ وارضاء با شاد
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا چو ہی یعنی
 ڈوہی پڑا کہ اب زمزم آؤ دو دو دستہ
 مرا انا شایندہ ہر چند وراثتے فرشتوں
 خواستم میں کہم لیکن خود دوست نہ گئی نہ
 انکی حکم میں آب تا گل پر شد و ان وقت
 حدیث تھیں آب زمزم پیا آؤ و اشک
 از چشمہ داراں شد بیدار گشتم در سایہ
 اشک جاری بود لذت آب زمزم در دہانہ
 الحمد للہ صلی اللہ علیہ وسلم علی نبیہا و آلہ
 و اصحابہ و تابعیہ الی یوم الدین خواستم
 کہ خود رسیدہ التماس کہم لیکن چونکہ ایہ
 جنت فائزہ امیر مروج و دستہ بود ماب
 آدمی آنجا نہا نہ بجانب حضرت مولانا
 رفیق و عرفان الیہ و دیا بسیار ضرورت
 بسبب عدم ارتباط ظاہری محبوب ہی ثم
 لہذا بخدمت مسعود است کہ بخدمت
 مولای وجیہ اللہ صاحب سراپا اشتیاق
 الیہ ماجرا ظاہر فرمودہ ہر عنوان کو رسا
 دانستہ ایمانت از نواب صاحب گرفتہ
 امر و در خواہد دانہ فرمایند یا آنحضرت

کچھ اور کچھ غالب ہو گئی اپنے آپ کو جناب
 رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں
 پایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا آؤ
 سے زیادہ شاہد بار ہوا حضرت امیر المومنین
 ابو جعفر رضی اللہ عنہ وارضاء آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ایک قرآن
 چری یعنی ڈوہی زمزم کے پانی سے بھر کر لے
 آئے اور اپنے دست مبارک سے مجھے چلانا
 شروع کیا اپنے کے درمیان میں بر چند
 ارشاد کرتا کہ میں کہیں مگر انھوں نے اپنا
 ہاتھ نہیں کھینچا یہاں تک کہ میرا ہاتھ مسوق
 تک بھر آیا اس وقت آب زمزم کے دولت
 علم سے بھر رہے تھے کی حدیث یا آئی اور
 میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے وہی
 حالت میں جبکہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے
 بیدار ہوا زمزم کے پانی کی لذت ابھی تک
 منہ میں تھی الحمد للہ صلی اللہ علیہ وسلم
 علی نبیہا و آلہ و اصحابہ و تابعیہ الی یوم الدین
 میں چاہتا تھا کہ خود ہی ہونچکر عرض کن
 لیکن چونکہ امیر مروج کی فائزہ کے لیے میرا
 گیا ہوا تھا اس لیے کہنے کی صکت نہ رہی

تخلیف کیلئے تشریف آؤ و بندہ واقف
 جناب مولانا کنہ چند ان تلق و اشتیاق
 مستولی حال است کہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرا
 است زیادہ چاہتا ہوں نہایت

مولانا وجیہ اللہ صاحب سراپا اشتیاق سے راجرا
 بیان کر کے ایک اور صحت سے جس کو آپ
 نواب سمجھتے ہوں نواب صاحب کی اعباد
 لے کر آج ہی مجھے مولانا کی خدمت میں لے
 چلیں آیا آپ خود تخلیف اٹھا کر بیان تشریف
 لے آئیں اور مولانا کی خدمت میں لے جائیں
 اشتیاق اور اشتیاق مجھ پر غالب ہے کہ
 کل تک کے لیے انتظار کرنا میں قیامت ہو
 اس سے زیادہ کیا عرض کیا جائے

اس خط پر لکھنے کی تاریخ نہیں ہے مگر خط میں امیر مروج کی فائزہ کا ذکر ہوا ان سے
 مراد نواب امیر الامراء مروج ہیں جو نواب محمد علی والاہ کے دوسرے فرزند تھے اور جن کا
 ۲۲ محرم ۱۲۱۵ء کو انتقال ہوا تھا چونکہ مولانا عبد علی ۲۲ روزی محرم ۱۲۱۵ء کو مدینہ
 تشریف لائے تھے اس لیے قیاس کہتا ہے کہ ۲۲ محرم ۱۲۱۵ء کا واقعہ ہے

(خازنہ قاضی بدیع الدین ص ۱۰۰-۱۰۱ مطبوعہ ۱۹۶۳ء)

نواب محمد علی والاہ کا انتقال ۱۲۱۵ء (محرم ۱۲۱۵ء) کو ہوا اور ان کے بڑے بیٹے
 محمد الامراء جانشین ہوئے اور چھ سال تک حکمرانی کی نواب محمد الامراء کا ۱۲۱۵ء میں انتقال ہوا
 اور سلطان ٹیپو سے ساز باز کے نام میں انگریزوں نے ولیم نواب تاج الامراء علی حسین خان بہادر

پر زور ڈالا کہ وہ حکومت سے دست بردار ہو جائیں اور اگر انقدرہ خلیفہ پر قناعت کریں تاج الامراء کے انکار پر انگریزوں نے نواب والا جاہ کے مرحوم بیٹے امیر الامراء کے فرزند عبدالعلی خاں کو گدی نشین کرنا چاہا تو ملا بحر العلوم اور دوسرے علماء نے فتویٰ جاری کیا کہ نواب حمید الامراء کے حقیقی وراثت الامراء کے ہوتے کسی دوسرے کو گدی نشین کرنا شرعاً اور قانوناً ناجائز ہے۔ مگر انگریزوں نے زور و زبردستی کر کے عبدالعلی خاں کو فرزند نواب امیر الامراء مرحوم کو گدی نشین کر ہی دیا، اختیارات لے لیے اور تنخواہ جاری کر دی، عبدالعلی خاں نواب عظیم الدولہ کے لقب سے تخت نشین ہوئے اور مولوی محمد غوث ان کے دیوان اور وزیر اعظم مقرر ہوئے، اور شرف الملک کے لقب سے سرفراز ہوئے، روایت کے ملازمین بے روزگار ہو گئے، جنھوں نے انگریزوں کے حکمران ادارہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو در خواستیں گوازا شروع کیں، مولوی محمد غوث شرف الملک ان پر سفارشیں کرتے تھے، اکثر کی درخواستیں منظور ہو گئیں، یہ سب تفصیلی خاںوادہ قاضی بدرالدولہ کے مصنف نے بیان کرنے کے بعد لکھا ہے۔

”اس کے لیے ایک مستقل فرقہ قائم ہوا جس کا نام ”کرناٹک“ اٹے پاس ہے، مشرق میں“

قارا اور یہ فرقہ آج کا نام ہے، وہ تمام اہلینسب تک اصلی صورت میں حاضری اور بعد محمد علی شاہ کے پاس موجود ہیں، ان کے ہاتھ سے پتہ چلتا ہے کہ صرف ملا بحر العلوم ہی اہل حق ہی ایک شخص تھے جنھوں نے انگریزوں کے ہاتھ نہ نہیں پھیلایا۔“ (ص ۱۵۷)

مسئلہ سے لے کر ۳۲ رجب ۱۲۲۵ تک پورے دس سال تک ملا بحر العلوم اس کے بعد بقدر حیات رہے اور در اس ہی میں قیام بھی رہا، لیکن انگریزوں کے سامنے دست بردار نہیں کیا، حالانکہ ان کا مشاہرہ ایک ہزار روپیہ تھا، اور دو گنا توں بھی جاگیر میں حمید الامراء کے وقت میں دیے گئے تھے۔

ملا بحر العلوم کی وفات کے بعد ان کے فرزند ملا عبدالرب اور دوسرے مرحوم فرزند کے بیٹے ملا عبدالرحیم اور داد جانشین ملک العلماء ملا علاء الدین بن لا افار الحق فرنگی علی نے اہلینسب کیں اور ملا بحر العلوم کی تنخواہ کمپنی بہادر سے جاری ہو کر دشا میں تقسیم ہونے لگی۔

مولوی محمد غوث شرف الملک نے خواب دیکھنے کے بعد ملا بحر العلوم سے استفتاء کیا اور ایسے اختیار یہاں تک کہ بڑی شہرت کے عالم اور صاحب تصانیف ہوئے، عربی، فارسی اور ان کی علمی تصانیف آج بھی پائی جاتی ہیں، اور فارسی، اردو میں ان کی شاعری آج بھی جاری ہے۔

مولوی محمد غوث کی سب سے اہم تصنیف ”تراغیر بیان فی رسم نظم القرآن“ سات جلدوں میں آج ساٹھ سال قبل حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے جس کے مستند میں وہ اپنے (ملا بحر العلوم) کی شاندار الفاظ میں ذکر کرتے ہیں وہ پڑھنے کے قابل ہے۔

انہ الاستاذ المحترم ملا الصدیق	انہ الفاضل، پھر نوں بڑوں کی پناہ گاہ
والکلبیر رافق مراقی العبد والحکم	علم، ارادت کے درجوں کو نظر رکھنے والے
حاضری سر اسد الحکم والکرم حاکم	تیک نفس اور شرافت کے پشت پناہ، علم
العلوم معقولاً ومعقولاً کافلاً للفقہ	معقول و معقول کے کافی، اصول و فروع کی
فروعاً واصولاً صاحب الذکر و	خوب سمجھ رکھنے والے، ذکر و اذکار اور فتویٰ
التقویٰ صاحب الفکر و الفتویٰ	دیرینہ نگاہی کے حاضری، غور و فکر اور فوٹے
میرانا و مولانا منبع الفیض	نویں میں صواب الائمہ، ہمارے آقا اور
الجادی ایا العیاش عبد العل	مرحہ امید، درائے فیض کے سرچرچہ ابو العیاش
محمد مدین نظام المسئلة والدين	علی علی محمد بن نظام الملک والدین نظامی نے
الانصاری متبعہ اللہ بنحیم	(ان کے گفتگو کے ثروت سے اور ثبات
جناتہ ولا حرمنا من فوجہ	خلق کو تحشہ کرتے اور ان کے فیض سے ہمیں فوج
دریکاتہ قد مشافہو یو مابیطہ	دیرینہ، ایک دن کچھ سے اپنی پاکیزہ گفتگو
مقالہ و حوضین با و عطا قوالہ	میں فرمایا اور اپنے، انشیں جملوں سے مجھے آمادہ
علی اتفاق الانصاف فی تصنیف	فرمایا کہ ایک کتاب کی تالیف میں اپنے وقت

کتاب لیکن تذکرہ حنفیہ عند
الاحباب فان الكتاب صدقة
جاریۃ والی انظار الرجال ساریۃ
فاشریت فی قبلی فتمت موشیۃ
..... ولما کان امرا الامامۃ اخری
بالانقیاد وقد عاصده
بجلی الرئیس والاعیاء اکبیر المحل
تأیید جنگ بہار عبدالغفار خان
فلما اجد للعدول مناصا
صرفت کردن تاکر احباب کے لیے ایک اچھی
یادگار رہ جائے، اس لیے کہ تصنیف ہمیشہ
رہنے والا کار خیر ہے اور لوگوں کی نگاہوں
میں رہنے والی چیز ہے، ان کی فطرت
تلقین میرے دل میں رہ چکی تھی.....
اور اس کا حکم یوں بھی لائی قبیل ہوتا جو
پھر اس حکم کی تائید..... نواب والا جا
کے بیٹے میں کیر و کس ثابت جنگ بہار
عبدالغفار خان نے بھی کی اس کے بعد
میرے لیے سرتابی کی کوئی گنجائش نہیں رہی

(نثر الرجال)

شرف الملک مولوی محمد غوث مدرس کے نامور علمی خاندان کے ممتاز فرد تھے، اور ان کے
بڑے فرزند مولوی عبدالوہاب دارالامرا نے بھی تبرکات میزان الصروت (عربی صرف کی پہلی کتاب)
لابحرا العلوم عبدالعلی سے پڑھی اور عربی کی انتہائی کتابیں ملک العلماء مولانا علاء الدین احمد فرنگی علی
سے پڑھیں، شرف الملک کے دوسرے فرزند قاضی صبغۃ اثرہ والدہ نے بھی تبرکات میزان الصروت
لابحرا العلوم سے پڑھی اور انتہائی کتابیں ملک العلماء مولانا علاء الدین احمد فرنگی علی سے پڑھیں، مولانا علاء الدین
احمد لبحرا العلوم کے برادر عم زاد کے ہوتے تھے، اور لبحرا العلوم کے داماد اور شاگرد تھے اور مدرس
میں لبحرا العلوم کے جانشین ہوئے، ان کا انتقال مدرس ہی میں ۱۳۱۳ھ میں ہوا۔
مخاندان قاضی برالدولہ کے مصنف نے لبحرا العلوم اور ان کے ہمراہی اعزہ و اقارب کے
مطلبے میں ایک جگہ لکھا ہے کہ:-

”نواب محمد علی والا عبادہ کا جب ۱۳۱۳ھ میں انتقال ہوا اور نواب عبدالغفار بہار

سردار کے سلطنت پر تھے، انھوں نے ملا عبدالعلی بھرا العلوم کو ملک العلماء کا خطاب دیا اور
تذکرہ کی پہلی مثال ان کے دامن میں ڈالی، نواب عبدالغفار نے ملک جگن بیٹھ میں چنار
اور جعفر بیٹھ کے دو قریب بطور جاگیر عنایت کیے تھے، جو نواب کی وفات کے بعد
۱۳۱۵ھ کے پہلے میں ضبط ہو گئے تھے، ان کے بڑے ابو اور رقم مقرر کر دی گئی تھی، بھرا العلوم
نے انگریزوں کے سامنے دست بوالہ داری نہیں کیا، اور جب ۱۳۱۵ھ کو بھرا العلوم کا
انتقال ہو گیا تو دونوں بھرا صاحب کو ان کے داماد مولوی علاء الدین احمد کے ملک العلماء
کا خطاب دے کر مدرسہ کلاں کا صدر مدرس بنا دیا تھا، اس مدرسہ میں سلطان العلماء مولوی
عبدالرب (ابن بھرا العلوم)، اور قطب العلماء مولوی عبدالواحد بن مولوی عبدالاحسین (ابن
بھرا العلوم) کے علاوہ اور کئی اساتذہ کام کرتے رہے تھے۔ (ص ۱۳۰)

ملک العلماء ملا علاء الدین احمد ہی مدرسہ میں آخر عمر تک مقیم رہے اور ملا بھرا العلوم کی
جانشینی کے فرائض انجام دیتے رہے، ان کے انتقال کے بعد ان کے اکلوتے بیٹے ملا جمال الدین احمد
فرنگی علی مدرسہ میں آخر عمر تک قیام پذیر رہے، اور وہ دہلیت کے معرکہ عظیم میں جو دہلیان تقویہ
الایمان (مصنف مولوی محمد اسماعیل شہید دہلوی) کے مطلبے میں ہوا تھا، بہت پیش پیش رہے، مولوی
میر محمد علی داغرام پوری نے سید احمد شہید بریلوی، مولوی محمد اسماعیل شہید دہلوی اور اس گروہ
کے دیگر علماء کے عقائد کی بہت ترویج کی تھی جس نے مدرسہ میں دو گروہ پیدا کر دیے تھے
یہ قاضی برالدولہ کا زمانہ تھا، سخت نزاع چلی گئی جس میں نواب اور کلاں اور انگریزوں کو دخل
دینا پڑا، ملا جمال الدین احمد (نواب لبحرا العلوم) نے اس میں میانہ گیری کی کہ میر محمد علی
سے شفاعت پر مشافروہ کیا، اور ان کو مجبور کیا کہ وہ تقویہ الایمان کی قابل اعتراض عبارتوں
سے اپنی برأت ظاہر کریں، میر صاحب نے مسجد والا جاہی میں بعد نماز جمعہ برأت نامہ تحریر کر
دیش کیا جو حاضرین کو سنایا گیا، مگر اس عمل برأت نامہ سے ملا جمال الدین احمد فرنگی علی اور
ان کے ہم خیال مصلحتی نہیں ہوئے، دوسرا برأت نامہ میر صاحب نے پیش کیا، ایک طوں

برائت، دوسری طرف ایسی تقریریں ہیں سے مولانا اسماعیل شہید وغیرہ کی تعریف و توصیف نکلتی ہے میر صاحب کرتے رہے، آخر کار ملا جمال الدین احمد اور ان کے ہم خیال علماء نے میر محمد علی داحظ دام پوری کے کفر کا فتویٰ دے دیا اور انہیں واجب القتل قرار دے دیا، قتل کا اختیار ذاب ارکات کو نہ تھا، اس لیے ملا جمال الدین احمد فرنگی بھلی نے ایک اور اشتہار تیار کر کے مسجد والا جاہزی میں سنایا اور معاذ اس حد تک پہنچ گیا کہ شہر بدرہن کے چیف مجسٹریٹ نے میر صاحب کو بحفاظت تمام ذریعہ بحری جہاز بدرہن سے کلکتہ روانہ کر دیا، ملا جمال الدین احمد فرنگی بھلی نے اس کے بعد میر صاحب کے ایک ایک مرید سے خزاں فرما تو یہ کرنا شروع کر دیا اور اصرار کیا کہ یہ لوگ اپنے گھروں میں نہیں، مسجد والا جاہزی میں عام لوگوں کے ہاں سے توبہ کریں، ذاب محمد علی داحظ مروجہ کی ایک بیوہ بھی میر صاحب کے مریدوں میں تھیں، ان کو بھی مجبور کر کے توبہ کرائی گئی، ملا جمال الدین احمد کسی طرح ان کو مستثنیٰ کرنے پر راضی نہیں ہوئے۔

نزدہ انخواطر کے داخل مولف علامہ سید عبدالحی الحسینی رائے بریلوی نے ملا جمال الدین احمد کے ذکر میں لکھا ہے:

شہر و محل الی مدار اس و دی
المدار میں فی المدرستہ
الواریجانیہ مقام والدہ
ذالی منزل ابیہ

ملا جمال الدین احمد فرنگی بھلی نے لکھو میں اپنے چچا ملا نور الحق سے تعلیم درس کیا، پھر درس چلے گئے، جہاں مدرسہ والا جاہزی میں درس پڑھے اور وہیں مدرسہ کے فرقی انجام دینے لگے، اور اپنے والد ملک اعلیٰ داحظ الدین احمد کا رتبہ ملا اور ان کے جانشین ہوئے۔

صاحب نزہۃ انخواطر کا خصوصی رجحان سید احمد شہید بریلوی کی تحریک کی طرف تھا جس کا اثر ان کی غیر جانبدارانہ سچ نویسی پر برابر ہے، اسکا لیے وہ ملا جمال الدین احمد پر آگے چل کر

نکتہ مقرر منہ تھے ہیں:

وکان مثله یوم الدیۃ فی المباحثۃ
مثله یوم الدیۃ فی المباحثۃ
المسانہ بالتکفیر والتفصیل
مصفیٰ نزہۃ انخواطر نے سخت الفاظ میں اعتراض جو کیا ہے اس کی وجہ بھی یہی نہیں ہے

کان یکفر الشیخ اسماعیل بن
عبد الغنی الدہلوی علی ما نسب
الیہ من عبارۃ فی کتابہ
تقویۃ الایمان لیست لوف
لما علی اساتذہ ادبیہ فی مقام
النہجۃ — اعادنا اللہ منہا —
والحق ان الشیخ سلحتہ برئینہ
من هذا القیدیہ وقد اضطر
الجمال فی دلائل فکان یکفر
من یحسن تقویۃ الایمان
فضلًا عن معصیۃ حتی نال منہ
السید محمد علی الواعظ احد اصحاب
دیننا احمد بن عرفان الشہید
البریلوی اذی کثیراً ببلدہ
معدنا اس۔

دو روزی تھیں دہلوی کی ان کی کتاب تقریر
الایمان کی بعض منسوب عبارات کی بنا پر لکھ کر
کرتے تھے اور ان عبارات سے لوگ سخت
دشمن آئے، اصل اور علیہ دہلوی کی شان
میں سوء ادب کا پہلو نکالتے تھے۔ خدا ہم
سب کو ایسے سوء ادب سے بچائے۔ حق
یہ ہے کہ مولوی اسماعیل اس بیخج ہو کر سے
بالکل ہی تھے، جمال دینی ملا جمال الدین احمد
فرنگی بھلی اس معاملے میں مدرسہ گزشتے
تھے، وہ اس شخص تک کی تکفیر کرتے تھے جو
تقویۃ الایمان کو اچھی کتاب سمجھتا تھا، مصنف
تو ہے اگلی بیان تک کہ سید محمد علی داحظ
کو جو سید احمد شہید بریلوی کے گروہ کے ایک فرد
تھے، ان کے ہاتھوں سخت ایذا میں شہر
مدرسہ میں پہنچیں۔

یہ سخت ایذا نہیں، یہاں ہیں جن کی تفصیل "خاندانہ قاضی بدرالدولہ" کے مصنف کے حوالے سے اور نقل ہو چکی ہے، مگر اس کی تہا زبردستی علامہ جمال الدین احمد فرقی ملی پر نہ تھی "قاضی بدرالدولہ" اور دوسرے علماء بھی اس میں برابر کے شریک تھے، اس کے علاوہ تقویۃ الایمان پر یہ مباحثہ تہا مدراس بھی ایک محدود و متفقہ، ہندوستان میں تقویۃ الایمان نے دو تحریف کردہ پیدا کر دیے تھے، اور دونوں اس وقت سے متصادم بھی تھے، اولیٰ تو حد سے گزرنے کا گناہ اکیلے "جمال" و علامہ جمال الدین احمد نے نہیں کیا، ملک کے دوسرے حصوں میں بھی اس کتاب کے خلاف یہی سب کچھ کرنے والے موجود تھے، دوسرے ایک ہی فرقہ حلقہ سے نہیں گزرا، دوسرا فرقہ بھی اس مباحثے کے دوران بلکہ اس کے تذکرے کے وقت بھی تو اذن قائم رکھنے پر قادر نہیں رہ سکا، یہی اس عہد کا مزاج تھا، اس سلسلے میں کسی ایک کو مورد الزام قرار دینا فرقہ انصاف نہیں ہے۔

مہر خاں ^{۱۲۴۷ھ} میں ملا تھا۔ والدین احمد خاں علی کے انتقال کے بعد دراس میں ملا
بحر العلوم کی سند تدریس ان کے گھرانے کے افراد سے خاں ہو گئی، لیکن ملا بحر العلوم کے ذریعہ
باقی درس نظامی ملا نظام الدین خاں علی کا دریاے فیض جو روایں پر اتحادہ جنوبی ہند میں شائع
اور شاگردوں کے شاگردوں کے ذریعہ پھیلا رہا۔

خلا نظام الدین کے دریائے فیض سے جو پستے بھوٹے ان میں سے ایک بحر خدا ہی کہ
شاہجاہ پور، راجپور اور بدوان تک شمال مغرب اور شرق میں پھیلنے کے بعد وکن تک وسیع ہو گیا
یہی وہ چشمہ تھا جسے آج تک بحر معلوم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، 'وکن' میں دینی علوم کے استاد
اول ہی ملا بحر معلوم ہوئے، جن کی جانشینی ان کے داماد ملا علاء الدین دھندلا احمد عبدالحی فرنگی
عملی نے کی، ان کے بعد ان کے بیٹے ملا جمال الدین بن ملا علاء الدین فرنگی عملی نے درس، تدریس
و حفظ افتاد و مناظرہ وغیرہ میں خاصا بلند درجہ حاصل کیا، یہ تینوں فرنگی عملی بزرگ
مدرسہ کما میں مدفون ہیں، اور ان کی علی سرگرمیوں کی تاریخ نیز انگریزوں کے بڑھتے ہوئے
اقتدار کے تحت ریاست اور کاٹ کے حقوق، مس دغلی اندازوں کے خلاف عوامی بیزاری کے

پہلے میں اجماع الدین اور ان کے والد اور زانا (بحر العلوم) کے ہر بلا اقدالت کے تذکرے ریاست
دراس کے سرکاری کاغذات اور اس زمانے کے شش منظومات میں محفوظ ہیں۔

علامہ حسین فرنگی علیہ السلام نظام الدین کے چھوٹے بھائی ملا محمد رضا کے بیٹے ملا احمد حسین ان امور
لماذہ نظام الدین میں ملتے جنہوں نے نظام الدین کے سامنے درس دینا شروع کر دیا تھا اور
ان کے بعد فرنگی علیہ السلام ان کی مسند درس کی رونق گھٹنے نہیں دی تھی، ملا صاحب نے ان کو
جسکی بھی بنایا تھا، سو اسے درس دتہ رہیں ان کی زندگی کا اور کوئی مشغلہ نہ تھا، مولانا عبدالحی
فرنگی علیہ السلام کے الفاظ ہیں :-

کائنات کا بڑا العلماء و اعظم
الاذکیاء و کم یزیل مشتغلا
بالافادة و اشاعة مراسم
الدین الی ان قوفی

فریحی محل لہانا مہیہ الباریہ فریحی محل

لیکن علامہ حسین زیادہ مشہور نہ ہو سکے، اس کی وجہ مولانا محمد نعیم نرنجی محللی کی قلمی یادداشت میں ان کے دیکھنے والوں کی زبانی اس طرح منقول ہوئی ہے:-

زبانی مولوی نعیم انصاری صاحب بہاء
 دیکھ کر مولوی محمد حسین علیزادہ ایشیاں پرورد
 و بسیار دماغ و شامی فرورد و دی گھنڈہ
 و توجہ مولوی زیادہ از مولوی محمد حسن مرحوم
 او ذہنیک، باعث ہے تصنیفی دریں وقت
 مولوی نعیم انصاری علی (رباہ زادہ و
 شاہک) صاحب فرنگی علی کی زبانی میں نے
 سنا ہے کہ محمد حسین فرنگی علی لاہور میں
 کے شاہک تھے (لاہور میں فرنگی علی کے شاہک
 تھے) اور ان کی بے حد تعریف و توصیف

شہرت آفاقی تھی داندہ در زمان حیات
خوبیاز نامور بودند چنانچہ بفضل حسین
خان صاحب ہم پیر ایشان بودند و ہم
پہاں ہمارے از اکابر آن وقت خود را
در ملک تلمہ ایشان دوج بودند ہم بہت
گویند کہ کوئی حبیب اکثر ہم تلمذ ایشان
باز نہ چنانکہ مرض الموت از جلدہ فیض آباد

لے علامہ تفضل حسین خان (شاگرد علامہ حسین فرنگی علی و لاسی فرنگی علی) حکومت اودھ کے ایک نامور
رکن تھے اودھ غالباً پہلے آوی ہیں جو "علامہ کے نام سے اودھ میں یاد کیے جاتے ہیں 'بڑے عالم' مطلقاً
فلسفی، حکم اور مغربی زبانوں کے جاننے والے اور حکومت انگریزی میں سوزہ تھے۔ یہی وہ علامہ تفضل حسین ہیں
جن کے ایک شاگرد کی دوزخہ کی گفتگو کو دیا ہے لطافت میں نقل کر کے آستانہ نے دلچسپی کا سامان فراہم کیا
ہے علامہ کے ایک شاگرد کو ایک شخص بادم سنگھ کے دو بھائی اور ان پڑھ خادم سے اس طرح بات چیت کرتے
آستانہ نے دکھایا ہے۔

"اس رئیس الاشقیاء بادم سنگھ نے خود کو کیا قرار دیا ہے کہ وہ اس دغاوارہ سے دم قادی
ارتا ہے اور عواقب امور سے بے اندیشہ! بعض ہر کلمات تقاریر سے صمانح سامعین پریشان کر کے
ڈالنے کا احوال علی انما ہشتی ہے یہ بات عقل سلیم اور ذہن متفہم کے نزدیک استہسان نہیں رکھتی ہے فایہانی
الہاب یہ مصلحت دہان کے اذبان قاصر میں مرسم ہو کے یہ شخص اپنے اکفاد و اذان و اقراں میں بڑا ظلمی
وہین و ذمی الہی ہاں سادہ زانی الکلام ہے۔ اور فرض و حکم کو کوئی اس کے سزوفات پر افراط و تفریط سے
مراہ نہ ہو تو بھی اس کی سادات ان اشخاص میں سے عقد کے ساتھ ماموں کے زادیتیں کی طرح راقین کی تبادی
کے سبب ثابت نہ ہوگی۔"

ہر شاہان بودند مولوی صاحب ایشان صیت
کردہ بودند کہ در جانب شرقی مزار علم سکون
مولوی نظام الدین محمد قدس سرہ بالا انصا
مراہ فی خواہند بودند چنانچہ مولوی حبیب اکثر
مروجہ شب عاشور با عافت
و نمودن بہ باعث ایام محرم الحرام
..... و دفن نمودند

تفضل حسین خان استاد ذواب سعادت علی
دیر الیگ بھی علامہ حسین کے شاگرد تھے۔
و علامہ تفضل حسین علامہ حسن فرنگی علی کے
بھی شاگرد تھے اور ان کے زمانے کے بہت
سے بڑے بڑے لوگ علامہ حسین کے تلمذ
تلمذ میں داخل تھے یہ بھی ان سے مولوی
نصیر اکثر سے (مسئلہ کہ مولوی حبیب اکثر
و ان کے والد بھی علامہ حسین کے شاگرد تھے
اور علامہ حسین فرنگی علی جب فیض آباد سے
(جو اس زمانے میں اودھ کی راجدانی تھا)
واپس آنے میں مرض الموت میں مبتلا ہو
گئے تو انھوں نے اپنے شاگرد اور برادر
علم زاد کے ہوتے مولوی حبیب اکثر
کو وصیت کی کہ علم محترم علامہ نظام الدین
محمد قدس سرہ کے مزار کے مشرق میں باہل
ان کے برابر بھی دفن کرنا چنانچہ مولوی ...
حبیب اکثر نے مشرعوہ محرم کی رات کو مد
سے ... باوجودیکہ ... تھے مگر نہ محرم
کے ایام تھے وہیں دفن کیا۔

لے میں قلمی تحریر کے الفاظ باہل پڑھے جاسکے اور کچھ مشکوک نظر آئے اس لیے غیر قرار الفاظ کی جگہ قطع بنا دی گئی ہے۔

مولانا محمد نسیم فرنگی علی (شمس العلماء) جن کی وفات ۱۳۱۸ھ میں ہوئی اور ان کے احوال و حال میں بڑے محقق اگر کسی میں رہے ہیں وہ اپنے جد امجد ملا نظام الدین محمد فرنگی علی (۱۱۶۱ھ) کے سونے ان کے تلامذہ کے حالات اور تلامذہ کے سلسلہ درس کی تفصیل اصل ماخذوں اور ایسے لوگوں سے جو براہ راست واقفیت رکھتے تھے قلم بند کر کے اکٹھا کر رہے تھے فرنگی علی کے من و مبدیہ حضرات میں انہیں ایسے لوگ تو بے شک نہیں تھے جنہوں نے ملا صاحب کا زمانہ پایا ہو لیکن ملا صاحب کے تلامذہ اور ان کے دیکھنے والوں کے دیکھنے والے اس وقت موجود تھے جب مولانا محمد نسیم نے ملا صاحب کے احوال کی تدوین کی طرف توجہ کی تھی اس سلسلے میں ان کی تحقیقات خاص مولانا انداز کا اور بے کم و کاست ہیں ان ہی مولانا تحقیقات میں ان کا یہ اکتشاف بھی ہے کہ علامہ تفضل حسین خاں (وزیر الملک نواب سادات علی خاں دہلی اور دہلی کے آئین پیر نائب الملک) دراصل ملا احمد حسین ابن ملا محمد رضا فرنگی علی (شاگرد و رشید ملا نظام الدین فرنگی علی) کے شاگرد تھے عام طور پر یہی مانا ہے کہ علامہ تفضل حسین کو ملا حسن فرنگی علی سے تلمذ تھا ملا حسن سے کبھی تھا اور چونکہ ملا حسن بحیثیت مصنف کا مشہور ہیں اور ملا احمد حسین بن ملا محمد رضا فرنگی علی سبب تفسیف کے شرعہ کافی رہ سکے اس لیے مذکورہ نگاروں نے علامہ تفضل حسین خاں کے ساتھ میں ملا احمد حسین فرنگی علی کا ذکر ضروری نہیں سمجھا۔

غفران آب | علامہ تفضل حسین خاں کے ذکر کے ساتھ ہی ملا نظام الدین فرنگی علی کے بزرگ واسطہ شاگرد تھے مولانا سید ولد علی نصیر آبادی کا ذکر بھی مناسب ہو گا جن کو دودا اسطوں سے ملا نظام الدین سے تلمذ تھا مولانا سید ولد علی جو غفران آب کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں اور ان کا خاندان خاندان اجتہاد کہلاتا ہے مولانا سید ولد علی سند یوی کے شاگرد تھے جو اپنے والد ملا احمد اشرف سند یوی کے شاگرد تھے اور ملا بابا اشرف جو پوری سے کبھی کبھار تھے انہیں دہلی کے نزدیک ان کا بیان ہے مولانا سید ولد علی سند یوی کو ملا بابا اشرف جو پوری سے کبھی تلمذ تھا۔

اور ملا احمد اشرف ملا کمال الدین سہاوی دشاگرد خاص

ملا نظام الدین سہاوی کے شاگرد تھے بعد ازاں انھوں نے ملا نظام الدین سہاوی کے ملا نظام الدین سے پڑھا بھی تھا اور مکمل بھی ان ہی سے کی یعنی فاتحہ الفرائع ملا نظام الدین سے پڑھا کہ نامہ مستفہ مولانا فضل امام نصیر آبادی کا بیان ہے کہ ملا بابا اشرف جو پوری ملا احمد اشرف سند یوی کے شاگرد تھے جن کو ملا نظام الدین اور ملا کمال الدین سے تلمذ حاصل تھا مولانا سید ولد علی نصیر آبادی کے فرزند مولانا سید محمد مجتہد نے بھی مولانا سید علی سند یوی سے پڑھا تھا اس طرح خاندان اجتہاد کو جو اصلاً ضلع رائے پوری کا ہے لیکن اس کے بیشتر افراد خاص کر علامہ مجتہدین تقریباً دو سو سال سے لکھنؤ میں بود و باش اختیار کیے ہوئے ہیں دودا اسطوں یا تین داسطوں سے ملا نظام الدین فرنگی علی سے تلمذ حاصل ہے غفران آب نے اور ان کے بعد ان کے خاندان نے دس و تیرہ سو کو ہمیشہ اپنا اصلی شغل رکھا اس طرح ملا نظام الدین فرنگی علی کے سلسلہ تلامذہ کا دائرہ اس خاندان کے واسطے سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

غفران آب پہلے شخص ہیں جنہوں نے لکھنؤ میں آصف الدولہ وزیر الملک اور ان کے نائب سرخاں الدولہ حسن رضا خاں کی تحریک پر ۱۳۰۱ھ میں شیعہ نماز جماعت قائم کی اور پہلے امام مقرر ہوئے اس سے قبل شیعہ حضرات بلا جماعت فرادی نماز پڑھتے تھے اس سلسلے میں نزہۃ الخواطر کے مؤلف کا بیان ہے کہ شیعوں کی نماز باجماعت شروع کرنے کا مشورہ خواجہ سید علی اکبر مودودی فیض آبادی نے سرخاں الدولہ کو دیا تھا خواجہ سید علی اکبر مودودی سلسلہ پشتیہ کے شیخ طریقت تھے سرخاں الدولہ حسن رضا خاں اور ان کے آقا آصف الدولہ دونوں خواجہ مودودی کا بڑا ادب و ملحوظ کرتے تھے۔

بیکرمہ نواب آصف الدولہ	نواب آصف الدولہ اور ان کے ذریعہ
وزیر حسن رضا خاں و مہرود	حسن رضا خاں خواجہ علی اکبر مودودی
الیہ و متعلق اشاراتہ بالقبول	کا بڑا ادب کرتے تھے ان کی خدمت

وهو الذي اشار اليه الوزيران
يقدم الجماعة للصلوة
میں حاضر ہی بھی بیٹھے اور ان کے
ارشادات کی تعمیل کرتے تھے ان ہی وجہ
سبب سے (ص ۲۱۹ جلد ۱)
مذہب میں شہرہ پانچا۔

لانظام الدین فرنگی علی کے تلامذہ اور بالواسطہ شاگردوں کی طویل خدمت کا اعطال و فرج
ناممکن ہے لیکن ماسبب کے درس کی قبولیت اور اس کی فہم و سمجھ کا اندازہ کرنے کے لیے
تلامذہ اور تلامذہ کے شاگردوں کی کچھ تفصیل ضرور مددگار ہو سکتی ہے اس لیے دائرے کو محدود
کرتے ہوئے ماسبب کے ان اہل تلامذہ کا ذکر کافی ہوگا جو خاندان فرنگی علی سے تھے
جن میں ملاکمال الدین سہاوی بھی شامل ہیں جو اگرچہ فرنگی علی تھے مگر لانظام الدین
فرنگی علی کے نبی علم اور ہم عصر تھے۔

ملاکمال الدین (وفات ۱۱۰۵ھ) کا ذکر قدسے تفصیل سے آغاز میں اس لیے کیا
کیا گیا کہ تذکرہ میں عام طور پر ان کے تلامذہ کے ذکر کے ساتھ استاد سے شرف تلمذ کا حوالہ
مل جاتا ہے اور حق بھی یہ ہے کہ لانظام الدین کی وفات کے بعد ان کے درس کا اصلی ذمہ
ملاکمال الدین ہی نے اپنے سر لے لیا تھا اور پوری تن دہا سے اپنے استاد کی خالی جگہ کو پُر
کرنے کی کوشش کرتے رہے ملاکمال ہی کے زیر تربیت رہ کر ان کے استاد زادے ملا علی
اس درجہ کو پہنچے کہ مکرر علوم کے نام سے یاد کیے جانے لگے اور ان ہی ملاکمال نے اپنے بھائی
لاحسن فرنگی علی اور ملا محمد علی فرنگی علی کو استاد بلکہ استاد الا سائزہ بنایا اگرچہ ان کے یہ دونوں
بھائی اپنے عہد (عہد کے حقیقی بھائی) لانظام الدین سے علوم حاصل کر چکے تھے مگر تکمیل نہیں
کر پائے تھے۔

ملاکمال الدین سہاوی (مفتی سہاوی) کی سند درس فتح پور میں تھی اور دیں سے بیٹھ کر
وہ اس خلا کو پُر کر رہے تھے جو ان کے نامور استاد کی وفات سے فرنگی علی میں پیدا ہو گیا

تھا اگرچہ فرنگی علی میں بھی لانظام الدین کے بلا واسطہ شاگردوں کے درس کی سندیں بھی پائی تھیں
جیسے لاجپور علی فرنگی علی (وفات ۱۱۶۴ھ) ملا احمد حسین فرنگی علی (وفات بارہویں صدی ہجری)
کے آخر میں) اور ملا محمد یعقوب فرنگی علی وغیرہ ان سب کے یہاں بھی طلباء و ماضی تعداد میں آتے
تھے جن میں سے بعض خاصے نامور بھی ہوئے لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جاب استاد خالی آست
کا احساس فرنگی علی کی فضا میں پوری طرح موجود تھا اور جب ملاکمال الدین سہاوی کی کٹا
تربیت سے سند کر ملا عبد العلی (مکرر علوم) ملاحسن اور ملا ولی درس دہرائی کی طرف آئے
تو فرنگی علی میں پورا استادانہ لانظام الدین کا دور تازہ ہو گیا اور سب سے زیادہ شہرت ملا عبد العلی
بن لانظام الدین کو حاصل ہوئی مگر وہ دس برس سے زیادہ فرنگی علی میں ٹھہرنے کے اور شیعہ
مذہب کے نتیجہ میں انھیں ترک وطن کرنا پڑا شاہجاں پور گئے جہاں کم و بیش چھ برس
درس دہرائی کا غلط بلکہ کیا حافظ رحمت خان دہلی ملک رد اہل کھنڈ کی شہادت کے بعد
دہلی پور اُس کے بعد دوبارہ رشتہ بردوان گئے وہ دونوں مقامات پر ان کے قیام کی مجموعی مدت
دس گیارہ سال سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے اس لیے کہ ۱۲۰۵ھ میں مکرر علوم مدراکس پور پنج
چکے تھے جہاں بیس برس تک فشر علوم و عرفان کرنے کے بعد ۱۲۲۵ھ میں ان کا وہاں ہو گیا
مکرر علوم کے ترک وطن کے بعد فرنگی علی میں ماسبب کی محض درس استادانہ
لاحسن فرنگی علی کی یادگار بن گئی اور ان کے مہبائی ملا محمد علی فرنگی علی اور مہبائی احمد حسین فرنگی
علی کی درس گاہ بھی جو اسی فرنگی علی میں تھی طلباء بن علم کے لیے کشش رکھتی تھی لیکن ملاحسن
فرنگی علی ملا عبد العلی فرنگی علی کے بیان کے مطابق۔

بعد مہاجریت مولانا کے پاس سوائے	مولانا کے سوائے وہ عہد مکرر علوم کے
تلامذہ کو درجہ سے نہ ہو کہ ریاست علمی	ترک وطن کرنے کے بعد سوائے ملاحسن
اختیار کنندہ ایشان اختیار کردہ مدرس	کے فرنگی علی میں کوئی دوسرا تھا جو علمی
خدام و معتقدین این خاندان شدند	سرواد کا اختیار کرتا تھا انھوں نے علمی

رسالہ تعلیمی مخطوطہ ص ۳۲

سرداروں کی اور خاندان فرنگیوں
کے متفقہ میں اور خدام کے مرتب بن گئے۔

علامہ عبدالاحیٰ ان کے آگے لکھتے ہیں:-

قریب بہت سال پہلے میں شہنشاہ احمد
دیسپار اعجاز پیرا کردہ چنانچہ مردان
ایشان راہانیش مولانا عارفی و شہنشاہ
دستخط برامتنفاوی کن نیرند چنانچہ
از مولانا عارفی کن نیرند مولود
انتقال از مولانا عارفی کن نیرند
(رسالہ تعلیمی مخطوطہ ص ۳۲)

پھر لاسن کو بھی اسی طرح کے شیعہ سنی قضیہ سے سابقہ پڑا جیسا کہ پھر معلوم کو پڑا تھا ایہ
شجاع الدولہ وزیر الممالک کا زمانہ تھا جس کی واجدہ خانی فیض آباد بھی علماء فرنگیوں کے
ساتھ لاسن ایک وفد کے شجاع الدولہ کے پاس فیض آباد گئے کہ لکھنؤ کے حکام شیعہ سنی
قضیہ بھر کاتے اور خون ریزی کرتے ہیں اس وفد نے خیر اللہ حسینی اور محمد علی حسینی کے خون
ناحق کی بھی فریاد کی ایہ دونوں طلباء شیعہ سنی قضیہ میں شہید ہو گئے تھے مگر فیض آباد میں کوئی
داد دہی شجاع الدولہ کے مال نے نہیں کی علامہ عبدالاحیٰ اس سلسلے میں ارکان وفد کی باہمی
اتفاقی کو ذرا ذکر فرمادیتے ہیں:-

وفد کی ناکامی کے بعد لاسن بھی لکھنؤ واپس آئے کہ بجائے فیض آباد سے اسی راہ پر چین
پڑے جو اس سے قبل ان ہی حالات میں پھر معلوم نے اختیار کی تھی اور حافظ رحمت خاں کے

اس شاہجہاں پور پہنچ گئے اور شاہ مدن (شاہ شرف الدین قادری جیلانی شاکر ملاکالی الدین
جاوی) کے یہاں قیام کیا اس وقت پھر معلوم بھی دہلی میں موجود تھے۔

چون حافظ رحمت خاں متوجہ برجہاد
مرہٹہ بود آئنا غلبہ پیدا کردہ بودند
خدمت ملاکون تراست ضابطہ خاں
ابن نجیب الدولہ ملا را بیک خود طلب
نمود آئنا تشریف بردہ اعزاز گئی
نمود چون خان مذکور از کتب مرہٹہ
نزہت خود و رفاقت شاہ عالم ملند
چون خان مذکور بیک خود قائم شد
باز ملا را طلبیدہ باعزاز تمام در ملک
خود داشت چون دران ملک ہمیشہ
ہشدار کفار و بفسادت برد برضاست
در مصطفیٰ آباد تشریف آوردند چن
سال درس دلاہ فوت کردند
(رسالہ تعلیمی مخطوطہ ص ۳۲)

اس وقت چونکہ حافظ رحمت خاں مرہٹوں
سے لڑائی کی تیاری میں مشغول تھے
جو بے پناہ پورش کو لے گئے تھے اس
لئے لاسن کی خدمت بھارت لاکے نجیب الدولہ
کے بیٹے ضابطہ خاں نے ملاحق کو اپنے
جیاں دارانگو دند امر و مرہٹہ نجیب آباد
بلایا اور تشریف آوردی پر بڑی توقیر
کی اور جب ضابطہ خاں کو مرہٹوں
کے مقابلہ میں نزہت ہو گئی اور بآ
ہاتھ سے لگی گئی تو لاسن شاہ عالم
(شاہ دہلی) کی رفاقت میں شاہجہاں
آباد میں رہنے لگے جب ضابطہ خاں
پھر اپنی ملکیت پر قابض ہوا تو اس
نے لاسن کو دہلی سے بلوایا اور پورا
اعزاز و احترام کے ساتھ اپنے ساتھ
دکھا لیکن چونکہ اس کی ملکیت میں
مرہٹوں اور فیادیوں کی طرف سے بوجہ
گزبہر بھی رہتی تھی اس لیے لاسن دہلی
سے راجپور گئے اور چند سال درس

نیر آبادی استاد مولوی فضل امام خیر آبادی کے استاد ہیں ملا دلی کے ملازہ میں اور بھی بڑے مالو
 لوگ ہیں جن میں سے ایک سید انشاء اللہ خان مشہور شاعر بھی ہیں خود ملا دلی کے جنوں صاحبزاد
 مولوی عزیز اللہ مفتی ظہور اللہ اور مولوی نور اللہ بھی اپنے والد ماجد کی شاگرد تھے مفتی
 ظہور اللہ کثرت ملازہ اور عقیدت میں درسی تصانیف کی بناء پر بڑی شہرت رکھتے ہیں سرکار
 اودھ میں عہدہ افتاد پر مامور ہونے کے بعد جو درس دتدریں میں غیر معمولی انہماک
 رکھتے تھے 'وقائع قادری خان' کے مولف مولوی عبدالقادر دہلوی ^{۱۲۳۰ھ} میں گشت
 کرتے ہوئے لکھنؤ آئے 'تو فرنگی محل' میں مفتی ظہور اللہ سے ملاقات کے لیے بھی آئے یہی
 اس وقت فرنگی محل کے سب سے بڑے عالم تھے اپنے روزنامے میں (جس کا واحد
 قلمی نسخہ آزاد لائبریری سلم پورہ سٹی علی گڑھ کے حبیب گنج فکشن میں ہے) انھوں نے
 انصاف فرنگی محل لکھ کر مفتی ظہور اللہ کو یاد کیا ہے اور لکھا ہے کہ

"ایک دن مولوی ظہور اللہ صاحب کی زیارت سے بھی شرف ہوا جو ضابطہ
 (اکابرین) فرنگی محل میں ہیں اور اپنے خاندان کے دستور کے مطابق فنونِ مرقیہ
 کی تعلیم دیتے ہیں۔ (خاموشی سے ترجمہ)

علامہ حسین | بہر حال جب علامہ نے فرنگی محل کو چھوڑا ہے تو کئی مشہور فرنگی محل مدرس فرنگی محل
 کے اندر دوسرے رہے تھے انکو علامہ کا چلا جانا علی اعتبار سے خاندان فرنگی محل کے لیے باعث
 فتویش بن گیا تھا 'علامہ کے شاگرد رشید اور بنی علم علامہ حسین بھی بہت نکر مند ہو گئے تھے اس مسئلے
 میں علامہ کے حقیقی بھتیجے اور شاگرد ملا دلی اللہ فرنگی محل نے لکھا ہے

ہر گاہ علامہ علیہ الرحمہ کو استاد ابو
 از دہلی بطون لک رو ہیں لکھنؤ رفتہ
 علامہ حسین علیہ الرحمہ در جناب شاہ
 شاگرد علامہ علیہ الرحمہ حاضر شدہ محبت
 جب علامہ نے جو علامہ کے استاد تھے
 فرنگی محل سے وہاں لکھنؤ کی طرف ہجرت
 کر لی تو علامہ نے شاہ شاگرد اللہ
 شاگرد ملاقطب ام الدین و مرید میر سید

رائس ملا محمد حسن از وطن بیان آوردا شاہ
 موصوف خطاب اپنے کہ فرمود میاں
 محمد حسین احمد حسن اے بوداں نام بنما
 ہزارہ شد سجاد بشیر و دریں ہی دادہ
 بشیر اعتبار شاہ دریں ملک زیادہ از
 اعتبار علامہ خواجہ شہد و ہم چنان
 اتفاق افتاد کہ حق تعالیٰ در اہل کثرہ
 از امر اہل آل زمان مرکز ساختہ کہ
 مثل دے در ہند فاضلہ نیست چنانچہ
 روزے در محل وزیر الممالک از اب
 شجاع اللہ در مرحوم سید شاہ دن علیہ
 الرحمہ مذکور علامہ کو در رتبہ عالیہ او
 در علم بیان ساختہ امیر سے قطع کلام
 کردہ درج علامہ کے آغاز نمود مرتبہ
 اور ا فوق مرتبہ علامہ کو قرار دادہ سید
 شاہ دن گفتہ کہ دے عزیز و ملیند ملا
 محمد حسن است امیر گفت فطانت او
 تیز کے نیست شاہ دن خاموش اندہ
 گویند آن امیر رضی خاں بڑ بچ بود
 (افضان اور مجاہدین ص ۱۱۱)

اسامیوں کی گویا ایک خدمت میں حاضر ہو کر
 علامہ کا فرنگی محل سے چلا جانا بیان کیا
 شاہ صاحب نے علامہ سے مخاطب
 ہوتے ہوئے کہا: میاں حسین احمد حسن
 ایک نام تھا، وہ نام تھیں دے دیا گیا
 چاہو گھر دوسرے دریں کو دلا صحت سے
 زیادہ اس بار میں تھا دار اعتبار ہو گا اور
 ایسا ہی ہوا بھی (اللہ جل شانہ نے اس بات
 کے بیشتر معززین کے دلوں میں یہ شہاد
 کہ اب ہن در شان میں علامہ کے بوجے
 کا کوئی اور عالم نہیں ہے، چنانچہ ایک روز
 وزیر الممالک شجاع اللہ کی محل میں سید
 شاہ دن نے علامہ کا ذکر کیا جو یقیناً
 وہی زمانہ ہو گا، جب علامہ ہجرت کے
 منابطہ خاں کے پاس جا چکے تھے، اور فیصل
 سے بتایا کہ حکایت میں ان کا کیا بدلہ مرتبہ
 تھا، ایک امیر نے شاہ دن کی بات کہتے
 ہوئے علامہ کی تعریف و توصیف شروع
 کر دی اور علامہ کو علامہ سے بلند مرتبہ
 شہر لایا، شاہ دن نے جواب میں کہا: ملا
 حسین تو عزیز بھی ہیں اور شاگرد بھی علامہ

ہے کہ ہیں: امیر نے کہا: باکل غلط! کیا
میں کسی کے شاگرد نہیں، بے چارے شاہ
دن خاموش ہو کر رہ گئے، ان امیر کا نام
اگر ان نے امیر رضا بوجی تھا ہے

امیرین فرنگی علی کا انتقال جمعہ سعادت علی خاں میں ۱۲۵۰ھ میں فرنگی محل میں ہوا۔
وہ ماہنامہ سبب نصابی کے وصال سے چار سال قبل ۱۱۵۰ھ میں پیدا ہو چکے تھے، اور اسی ۱۲۵۰ھ
میں ماہنامہ سبب نصابی کا انتقال مدراس میں ہوا۔ ملا حسن اور ان کے چھوٹے بھائی ملا محمد دلی ایک سال
کے فرق سے بارہویں صدی ہجری کے اختتام پر عازمِ آخرت ہو چکے تھے، فرنگی محل میں ملا
محمد دلی کے صاحبزادگان نے جن میں مفتی محمد ظہور اللہ مدرس و مدرسین میں سب سے نامور ہوئے،
مفتی آبا کی کوجہی رکھا اور مفتی یعقوب کے فرزند ملا عبد القدوس نے جو ملا حسن اور ملا
غلام محسنی بہاری کے شاگرد تھے، مدرس و مدرسین کے شغل پر ایسی توجہ کی کہ عبد سعادت علی خاں
میں جمعہ افتاء قبول کرنے سے انکار کر دیا، مدراس میں ماہنامہ سبب نصابی کی جانشینی ملک العلماء
ملا عطاء الدین احمد بن مولانا احمد انوار الحق فرنگی محل نے کی، ان کے بھائی مولانا نور الحق فرنگی محل
میں مدرس و مدرسین کرتے رہے، یہ دونوں بھائی ملا عطاء الدین اور مولانا نور الحق نیز ان دونوں
کے والد ماجد مولانا احمد انوار الحق بھی بکھر العلوم ہی کے شاگرد تھے، ان تینوں حضرات میں سے
کسی نے شاہجہاں پور، کسی نے رامپور اور پور جا کر بکھر العلوم سے اصل کتابیں پڑھ کر فراغت
مراحل کی تھی۔ ملا بکھر العلوم کے صاحبزادوں میں بڑے ملا عبد اللہ اعظمی، (مسنف رسالہ تعلیم)
نے بھی اپنے والد ماجد ہی سے ساری تعلیم حاصل کی تھی، لیکن ان کی وفات والد ماجد سے
اٹھارہ سال قبل (۱۲۳۰ھ) میں ہو گئی، دوسرے بیٹے ملا محمد نافع بن بکھر العلوم بھی والد
ماجد کی حیات میں انتقال کر گئے، مولانا عبد الرب بن بکھر العلوم نے جن کو ثواب و رکات
نے سلطان العلماء کا خطاب دیا تھا، کچھ دنوں مدراس میں والد ماجد کی وفات کے بعد مدرس

ہے کہ ہیں: امیر نے کہا: باکل غلط! کیا
میں کسی کے شاگرد نہیں، بے چارے شاہ
دن خاموش ہو کر رہ گئے، ان امیر کا نام
اگر ان نے امیر رضا بوجی تھا ہے

نئی امیربان

حضرت ابو الوہاب انصاری رضی اللہ عنہ

پنجابی زبان فتح کھنسی، بوٹی مکمل نے خوبصورت منظوم کتاب

شاعر
فقیر اثر انصاری فیض پور کی

حکوان داپتہ

نیو فوہار سکڈ پو

اندرون لوہاری گیٹ لاہور

شادی

اولاد ، تصانیف

اور وفات

استاذ الهند ملا نظام الدین محمد ^{۱۱۰۵ھ} ۱۱۰۵ھ میں جب کہ ان کی عمر تقریباً سولہ سال کی تھی
 سہال سے ترک وطن کر کے گھنڈو کی "سویلی فرنگی" میں والدہ دادی داد بھاد جوں اور بھتیجیوں اور
 ایک چھوٹے بھائی کے ساتھ یقیناً ہوئے اور نئے وطن میں مستقل بود و باش کے تمام مراحل
 طے ہو جانے کے بعد تحصیل علم کے لیے گھر سے نکلے مذکورہ نویسیوں کے تحفے کے مطابق ۲۵ سال
 کی عمر میں اور بعض قوی قرآن کے پیش نظر اکیس سال کی عمر میں فاضل التحفیل ہو کر ^{۱۱۲۳ھ} ۱۱۲۳ھ
 (۱۷۱۰ء) میں اپنی نئی رہائش گاہ فرنگی محل یا سوہلی فرنگی واپس آکر درس و تدریس کا سلسلہ
 شروع کیا اور ناہل کی زندگی کا آغاز اسی زمانے میں ہوا ملا صاحب کی شادی کس عمر میں ہوئی ہے اس
 کی تفصیل جاننے کا اب کوئی ذریعہ ہماری دست رس میں نہیں ہے، بس یہی معلوم ہے کہ ملا صاحب
 کی شادی اپنے آبائی وطن قصبہ سہالی میں جو دھڑری محمد آصف کی بیٹی
 سے ہوئی تھی پھر دھڑری محمد آصف جو ملا قطب الدین شہید کے سنی امام میں تھے ملا قطب الدین
 پر دشمنوں کے حملے کی خبر سن کر نو آدمیوں کے ساتھ امداد کو پہنچے تھے اور دوسرے ملا شہید کے
 ملنے ہی محلہ آردن کی مدافعت کرتے ہوئے اپنے ہمراہیوں سمیت شہید ہوئے تھے (۱۹۱۰ء)
 رجب ^{۱۱۰۳ھ} ۱۱۰۳ھ

ان اہلیہ سے ملا نظام الدین کے ایک اولاد ہوئی جو صغر سنی ہی میں انتقال کر گئی

(افضل انور) ملا صاحب کے برادر زادگان ملا احمد عبدالحق (دین ملا محمد سعید) ملا عبدالحق
(دین ملا محمد سعید) ملا غلام محمد مصطفیٰ (دین ملا محمد اسعد) ملا عبدالحق (دین ملا محمد رضا) اور ملا
حسین (دین ملا محمد رضا) ہی ملا صاحب کے اولاد تھے آخر الذکر بچتے ملا احمد حسین کو جو سب
بچوں میں چھوٹے تھے ملا صاحب نے تنہی کر لیا تھا۔

مولانا غلام غفران مولوی احمد حسین مرحوم مولانا عادت و ملا نظام الدین رحمہ
راستی کردہ بود
مولانا غلام غفران مولانا احمد حسین مرحوم و ابن محمد
رمالہ قطبہ مخطوطہ حدیث

اور یہ سب بچتے ملا صاحب کے سامنے ہی صاحب اولاد بھی ہو چکے تھے ادا کتبہ جس

سے یہاں مضافہ ذکر ضروری ہے کہ ملا احمد حسین کی وفات کی تاریخ اور زمانہ کہیں نظر سے نہیں گزرتا تھا
رمالہ قطبہ کے مصنف مولانا احمد الاملی نے ملا احمد حسین کو 'مردم' لکھا ہے جس سے یہ ثابت ہو
چکا کہ زمانہ تصنیف رسالہ قطبہ میں وہ انتقال کر چکے تھے 'رمالہ قطبہ کی تصنیف ۱۳۰۰ھ میں ہوئی
جیسا کہ ملا عبد الاملی (مصنف) نے وضاحت سے لکھا ہے۔

"قد خرجت من تسمیة هذا الرسالة المقبرة الموسومة بالعقبة
فی بیان احوال العزف النظامیة عامر محمد بن الحیاة صنیة الیوم
وما یستلزم من هجرة النسب الاکرم
اسم و مال کی آیت سے جس کا نام العقبة فی بیان احوال العزف النظامیة
ہے اس میں محترم مستشرقین فرماتے ہیں

اس ضمنی ثبوت سے یہ مسلم ہو گیا کہ ملا احمد حسین کی وفات بارہویں صدی ہجری میں ہو چکی تھی اگرچہ ان کا
کے مولانا سید عبدالحق حسینی نے ساتویں جلد میں جو تیرہویں صدی ہجری میں وفات پانے والوں کے احوال
میں ہے ملا احمد حسین کو ذکر کیا ہے لیکن اس کا ہے مصنف نزہۃ الخواطر نے سال وفات بیان بھی نہیں کیا ہے۔

کی سربراہی ملا نظام الدین پر سو سال کی عمر میں آپری تھی ان کی نگاہوں کے سامنے بچپن بچوں کا تھا
پھر بھی ملا صاحب اور ان کے مخلصین کے دل میں یہ تپتا بچپن وہی تھی کہ ملا صاحب سے صلیبی اولاد
کا سلسلہ بھی اسی طرح جاری ہو جس طرح علمی فرزندوں سے ان کا سلسلہ بھی جاریا رہا ہے بلکہ خود
ملا صاحب بھی بشری تقلص کے تحت اپنی بے اولادی سے لول رہتے تھے۔

ازیں حمت بقصفاشے بشریت و نجیہ بشری تقلص کے تحت و نجیہ اولاد
خاطر می ماند و از برادر زادہ خود ملا احمد
عبدالحق قدس سرہ اکثری فرمود کہ
باد جو دیک اولاد برادران و فرزندان
شان فرزندان محترم لاکن دل ہیں
ی خواہم کہ بیٹے اذان خودم باشد
ادشان عرض کرد کہ اگر از دہلے
اولی فرزندانہ لدھی شود ز دہلے دیگر
باید کرد شاید حق تعالیٰ ادا عطا
فرماید
بشری تقلص کے تحت و نجیہ اولاد
خاطر می ماند و از برادر زادہ خود ملا احمد
عبدالحق قدس سرہ اکثری فرمود کہ
باد جو دیک اولاد برادران و فرزندان
شان فرزندان محترم لاکن دل ہیں
ی خواہم کہ بیٹے اذان خودم باشد
ادشان عرض کرد کہ اگر از دہلے
اولی فرزندانہ لدھی شود ز دہلے دیگر
باید کرد شاید حق تعالیٰ ادا عطا
فرماید

فرمود عالم الغیب خداے تعالیٰ است
بریں دو عالم رو یا فتح مشکف گشتہ ازین
حمت جوأت ہا میں امری تو اتم و تودر بارہ
و ہلکہ و فساد نمی گردانم تاو تیکہ کہ نام
ہوئے کہ بر دہستان دین باشد ازین سنی
غیر نچہ اہم داد و کتاب این امر نچہ اہم
کرد
ملا صاحب نے جواب میں فرمایا کہ غیب
کا حال تو اکثر تعالیٰ ہی جاننے والا ہے
اس سلسلے میں عالم رو یا میں مجھے کوئی اثر
نہیں ملا ہے اس لیے میں اس معاملے
(معتدائی) میں اقدام نہیں کر سکتا اور
خود کو جھگڑنے فساد کا نشانہ نہیں بنا
سکتا 'جب تک کوئی ایسا بزدل نہ ہو جس پر

مجھے اعتقاد ہوا اس سلسلے میں کوئی (الہامی)
خبر نہ تھی۔ میں عقیدتانی کرنے کا ارادہ
نہ کر رہا تھا۔

۱۳۴ حضرت میر محمد اسماعیل بکرامی قدس سرہ فرمودہ باطنی مولانا مطلع گشتہ اذ وہ گاہ
الہامی ہم گشت کہ اذ وہ جو دیگر فرزند ان
بلوئے میر خواہند گشت سید صاحب
اذ کی سنی مولانا امجدادہ تاداد اشرف
عمر کو کہند کہ گشت گشت در قصبہ سترکہ
کلاچ و بچہ کرد و حق تعالیٰ اذ بلن این
زوجہ یک پسرخواند فرمود کہ ادا بہ
عبد العلی محمد بروم گردانید یک حبیب
مقلد شد
(احضار اور مدعوین کے ساتھ)

اور یہ صاحبزادے جن کو دنیا بحر العلوم کے نام سے یاد کرتی ہے اپنے نام اور والد ماجد کی
کی آغوش تربیت میں پلے بڑھے ملا صاحب نے اکملے فرزند کو بڑے لادھیلا سے بالا اور
جب وہ چار سال چار مہینے کے ہوئے تو ان کی بسم اللہ کی تقریب بھی ملا صاحب نے کی
ایک قلمی تحریر کے مطابق جو ملا عبد اللہ استغنی (شاگرد رشید ملا نظام الدین فرنگی علی ہکے
ہونے کی گئی ہے اس تقریب کا مختصر حال یہ ہے:-

والدہ دینی پیر کلاں ملا عبد اللہ استغنی میر والدہ بیان فرماتے تھے کہ جب

۱۳۵ مولانا عبد العلی شاہ ملا والدین اکملہ فرمودہ
قدس سرہ بیان می فرمود کہ روز ایک
آزاد محبت یعنی بسم اللہ حضرت ملا علی
مولانا عبد العلی صاحب قدس سرہ
مستقر در اہل کفیل اعلیٰ عالمے نامدار
و فضلاء و الابرار و مشائخ کبار ازل
جلو جہاں حضرت قاضی محمد تقی صاحب
معدنی قدس سرہ بزرگوار و ہر ذنب
تخریج دیا اہل اصحاب کفیل حضرت قاضی
محمد تقی صاحب قدس سرہ بسم اللہ ازل
قدس حضرت مولانا عبد العلی صاحب را
گویا میندازیں جا برکت زبان حضرت
قاضی محمد تقی صاحب قدس سرہ خیال
ذمیرہ شود کہ ذات کلی صفات حضرت
مولانا عبد العلی قدس سرہ و تہجد اوست
علوم و فضائل کالات صمدی و مندی
فرستاد ملا را دایا اکیل ہندوستان شد
دین قلمی تحریر مولانا محمد تقی فرنگی علی ہکے
۱۳۵ کے مخطوطات کے ذخیرہ میں ہے
ان کے ہاتھ مولانا محمد ناصر کے پاس

ملا صاحب کا دوسرا نسخہ جو شیخ محمد کریم بن شیخ محمد علیم بن ملا شاہ محمد دلی محمد عثمان بنی
سنہ ۱۱۶۵ کے ہوا ایک ہوا اس کا تین شکل ہے اور اس طرح سے کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے
اور بعض دوسرے قرائن سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ سنہ ۱۱۶۵ کے قریب قریب ہوا ہوگا اس لیے
کہ ملا صاحب نے یہ عقد اپنے چیر بھائی اور صاحب فیض دہلوی میرید اسماعیل بگڑائی دہلوی
(۱۱۶۵) کے بیکاشنے کے مطابق کیا تھا ظاہر ہے کہ ملا صاحب کے چیر و مرشد حضرت بیگڑائی
سید شاہ عبد الرزاق بانوی قدس سرہ اوقت پر وہ فرما چکے ہوں گے (وفات ۱۱۶۵) درج
انہی سے اس سلسلہ میں رجوع کرنا اولیٰ و انسب ہوتا ان کے خلیفہ اور چیر بھائی کا بیچ نہ ہوتا اس
کے علاوہ صاحبزادہ ملا عبد العلی بجز العلوم کی عمر ملا صاحب کی وفات کے وقت اٹھارہ سال کی
تھی اور صاحبزادی کی تیرہ سال کی۔

درج ہفت میں ان کے تین علوم ظاہری
فرغت یافت و در بیان سال مولانا اور
و قصبہ کا کوئی کتبہ ذکر و خود قید شش ماہ
در ہمسالہ عالم طوی بیست و دختر
میزرہ سالانہ کتبہ گذشتہ

نے سفر آخرت اختیار فرمایا اور ۱۲ سال

ملا صاحب کا سال وفات ۱۱۶۵ ہے اس وقت صاحبزادے (بجز العلوم) اٹھارہ سال
کے تھے صاحبزادے کی پیدائش سے وہی ایک سال قبل ملا صاحب کا عقد ثانی ہونا چاہیے
(سنہ ۱۱۶۵ یا ۱۱۶۶ میں)

ملا صاحب کی صاحبزادی کا عقد ہمالی میں ملا صاحب کے بھائی شیخ حفیظ ابن شیخ
بیعت دہلوی کے ساتھ ہوا جو صاحب اولاد ہوئیں صاحبزادے کی تعلیم و تربیت کی طرف

ملا صاحب نے بہت خود توجہ فرمائی اگرچہ ملا صاحب کے تلامذہ جن میں بھتیجے اور بھتیجی بھی شامل
تھے اس وقت ملا صاحب درس و تدریس ہو چکے تھے لیکن انہوں نے اپنے اکلوتے بیٹے کو خود ہی تعلیم
دی اور ہمہ وقت اس کے مشق رہے کہ ان کا اکلوتا بیٹا غفلت الصدق ثابت ہو خود ہی بیٹے کو
پڑھاتے بھی تھے اور ملاقات کے لیے آنے والے اشرف الاول سے بیٹے کے لیے دعا کے طریقہ کار
بھی ہوا کرتے تھے۔

ملا دلی اشرفی علی جنہوں نے فرزند ملا نظام الدین کا کافی دماں پایا تھا اپنی تصنیف
عمدة الواصل للنجاة میں جو ملا صاحب کے فرزند ملا عبد العلی بجز العلوم کی حیات میں بھی لکھی
تھی لکھتے ہیں :-

اکثر متبرین ازین فقر زبانی صاحبزادہ الا
ملا عبد العلی مستور رہے نقل کردہ اندک ایشان ی
گفتند مولانا علیہ الرحمۃ بخت محبت کو اس
داشت ہمیشہ برائے من و عاے ملک کوشے
و باہر کو از اہل باس لاتی گشتے ازوے
و خواست دعاے ہائے من کر نہ چنانکہ
روزے مولانا علیہ الرحمۃ بجز شمس و شمس
مراودے می دادند کہ دریں مقام نمود جان
خوب تر در مسجد آمدند و بر مولانا علیہ الرحمۃ
سلام کرانند کیے از انجا بجانب راست
دویم از آنجا بجانب چپ نشستند و
مولانا غنیہ الرحمۃ بنایت بر کرم و تعظیم
شان کردہ ہمہ حیران گشتیم کہ ایشان

اکثر لوگوں نے جو متبرین تھے ملا صاحبزادہ
ملا نظام الدین ملا عبد العلی مستور رہے کہ
زبانی کہے سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ملا
عبد العلی فرماتے تھے کہ ملا صاحب میری
محبت تھے سے فرماتے تھے اس کی بنا
پر ہمیشہ میرے لیے حصول علم کی دعا
فرمایا کرتے تھے اور اہل اشرفی سے
جس سے ملاقات ہوتی اس سے بھی
میرے لیے دعا کرتے تھے ایک دفعہ
ایسا ہوا کہ ملا صاحب مسجد کے ایک کونے
میں بیٹھے تھے پھر عار ہے تھے ناگوار
خوبصورت جوان مسجد میں داخل ہوئے
اور ملا صاحب کو سلام کیا انہیں سے

کہ اسم گماندہ کہ جناب مولانا علیہ الرحمۃ
پہنچاں بہ کجگویم شان کو شیدہ ہد سائنے
اشادہ بہن کر دہر سہنہ این کیست مولانا
علیہ الرحمۃ فرمودہ اسپرین پرانے این دعا
کاید حق تعالیٰ اور اعلم نافع و فہم کمال
خطا فرمایہ دیا ہم عجیب نگرینہ کفند
شمانو و قارذاد بر آئیکہ اگر خود ہد بفضل
الہی ہمیں وقت تہای علوم ہوسے حاصل
گردہ گفت آوہ بہن موت اولطف
انی لاکن مقصود من حصول یدیں طود
نیت ہی خور ہم کہ ہر دیدہ من بحسب و
اکتب میر خوندہ اینہا گفت دوست
بر عابدہ بہشت و آں ہر دو کسان شریک
مہر بودہ ہر گاہ از دعا خانی شد آئنا از
نظر فلک شہد عجیب بر عجب مرا افزوہ پر سیم
کرم کہ نام گم بودند فرمودند از جملہ
اولیائے کرام در فلان جزیرہ مشغول بحق
داشتند
عمدہ الاسان مخطوطہ فرنگی محل
۲۶۵

ایک قاصد صاحب کی دہن طرف اور دوسرا
بائیں طرف بیٹھ گیا، ملا صاحب نے ان
دونوں کی بے حد تعظیم کی، ہم جہاں تھے
کہ آخر یہ کون لگے ہیں، میں کی اس قدر
تعظیم ملا صاحب کر رہے ہیں، تھوڑی دیر
کے بعد ان دو افرادوں نے میری طرف
اشادہ کر کے پوچھا کہ کون صاحبزادے
ہیں؟ ملا صاحب نے فرمایا میرا بیٹا ہے
دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اسے علم نافع اور
فہم کمال عطا فرمائے، ان دو افرادوں نے
ہم ایک دوسرے کو پہلے تو تعجب سے دیکھا
پھر بولے آپ کو خور یہ قدرت حاصل ہو
کہ اگر چاہیں تو ابھی تمام علوم بفضل الہی
صاحبزادے کو حاصل ہو جائیں، ملا صاحب
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم
سے بے شک یہ بھی ہو سکتا ہے، لیکن
میرا مطلب اس طرح حصول علم سے
نہیں ہے، یہ چاہتا ہوں کہ میرے ذہن
کو پڑھ کر ادب کے ذریعہ علم غیب
ہو، اتنا فرمانے کے بعد ملا صاحب نے
دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور ان

دونوں افرادوں نے بھی دعائیں شرکت
دعائیں کی، جوں ہی ملا صاحب دعائیں
قاریغ ہوتے، یہ دونوں آنے والے ہماری
نظروں سے غائب ہو گئے، مجھے حیرت پر
حیرت ہوئی، بالآخر میں نے ملا صاحب
سے دریافت کیا کہ یہ کون لگے تھے؟ فرمایا
اولیائے کیا میں سے تھے، فلاں جزیرہ
میں یاد الہی میں بسر کرتے ہیں۔

ملا صاحب العلوی (بحر العلوم) نے اپنے والد ماجد سے تعلیم پائی اور ذیالریغ تحصیل ہو گئے،
اس وقت ان کی عمر سترہ اٹھارہ سال کی تھی، اکلوتے بیٹے تھے، قاریغ تحصیل ہونے کے
بعد دوس و تدریس کی طرف توجہ نہیں کی، والد ماجد نے اس کے بعد شادی بھی کر دی لیکن
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شادی کے بعد بھی ملا صاحب العلوی نے خاندان کی ذمہ داریوں میں کوئی دیکھی نہیں تھی
ان کی شادی کے چھ ماہ بعد ہی ملا صاحب کا انتقال ہو گیا، اب گھر کی ساری ذمہ داری ان ہی پر پڑی
پھر بھی والد ماجد کی قائم مقامی کی طرف ان کا دھیان نہیں گیا، دھیان کب گیا جب تاثر توڑ
دو اسے پیش آئے، ایک واقعہ تو شاہ پیر محمد صاحب کے ٹیلے پر جلسہ دستار بندی کے موقع پر
پیش آیا جس کا ذکر ادنیٰ کر چکا ہے، دوسرا واقعہ جو اس سے قبل کا معلوم ہوتا ہے، وہ ایسا ہم تک
پہنچا ہے، وہ یہ کہ ملا صاحب کے وصال کے بعد ایک فقیر صدا لگاتا ہوا دروازے پر آیا، گھر سے اما
نے نکل کر اس کو کچھ دینا چاہا، فقیر نے نہیں لیا، اور ملا صاحب سے ملنے کی خواہش کی، ماننے جواب
دیا کہ ملا صاحب پر وہ فرما چکے ہیں، فقیر نے کہا ان ملا صاحب سے نہیں ان کے بیٹے ملا صاحب کو
میں کہہ رہا ہوں، مانا نے اندر آکر ملا صاحب العلوی سے کہا کہ باہر کی آپ کو پوچھ رہا ہے، ان جوان ملا صاحب
جھٹ پر کچھ تراژا دے تھے، اسی حالت میں باہر آ گئے، ایک کبوتر بھی ہاتھ میں تھا، فقیر نے کہا آپ کا

یہ منصب نہیں ہے کہ کبوتر تراشیں، ملا عبد العالی نے ہاتھ سے کبوتر اڑا دیا، یہ واقعہ مولانا مفتی محمد عتیق فرنگی علی (حنید ملا عبد العالی بھرا العلوم) نے بیان کیا۔

غالباً اس واقعہ کے بعد ٹیلے والا واقعہ ہوا کہ جلد دستار بندی میں بیرون کی کابک ہاتھ میں لیے ملا عبد العالی جلد گاہ پہنچے اور مجمع نے جب اندر جانے میں مزاحمت کی، تو انھوں نے بتایا کہ میں لائعہ العالی بن استاذ الہند کا بیٹا ہوں، کسی نے جواب دیا کہ استاذ الہند کسے کہتے تھے تو ان کی جگہ صدر میں بیٹھے ہوئے یا اس طرح یہاں دھکے کھاتے ہوئے، جلد پوری طرح کارگر ثابت ہوا اور ملا عبد العالی کبوتر اور شیر کے مشغلوں سے تائب ہو کر والد ماجد کے مزار مبارک پر جا کر خوب روئے اور علم کی طرف پوری غور متوجہ ہو گئے، والد ماجد کے نامور تلمیذ ملا کمال الدین سہالوی سے بھی رجوع کرتے رہے، جس کے نتیجے میں فرنگی محل میں والد ماجد کے اجلہ تلامذہ کے خلفاء دربارہ تدریس کے اجراء میں مرجع امام ہو گئے، یہاں تک کہ جب ایک ناگوار واقعہ پیش آیا تو حکومت وقت کے مقابلے میں ملا عبد العالی بھرا العلوم کے گرد اتنی جمعیت اکٹھا ہو گئی تھی کہ حکومت کو مزید کارروائی سے دست بردار ہونے پر مجبور ہونا پڑا۔

واقعہ اگرچہ غلط فہمی کا نتیجہ تھا، لیکن اس نے چشم زدن میں شیعہ سنی رنگ اختیار کر لیا جس کی تفصیل ملا عبد العالی (فرزند اکبر ملا عبد العالی بھرا العلوم) نے رسالہ تطبیہ میں اس طرح بیان کی ہے:-

مید نور الحسن بگڑای در زاد ساقی مذہب	مید نور الحسن بگڑای جو اس وقت شیعہ
اہل تشیع می داشت، در حلقہ مولوی	مذہب رکھتے تھے (فرنگی محل کے اندر)
عقب اللہ انتقامت ازیدہ بود	اپنے دوست (مولوی محب اللہ) ابن
جہت بیماری طاقت رفتن برائے	ملا عبد العالی بن ملا سعید کے مکان میں
زیارت دومہ نداشتہ اودان مولی طلب	ٹھہرے ہوئے تھے، چونکہ بیماری کی وجہ
نمود، چونکہ مدد مولانا کمال دہانے	سے وہ تعزیر کی زیارت کو جانا نہیں سکتے

راہ بردارن وقت فاتحہ پر شربت کہ
نذر امامین بودی کہ زندہ و غصہ را
دیدند و حکم کردن نواختن از دست
اشارہ کردند کہ زندہ گاہاں را منع کنید
کہ اس طرف راہ نیست کہ می روند
شاہ راہ فراموش کردہ باشند بعضے
طلبائے متعصبین فہم نہ کہ اس بہت
را اشارہ شکستن کردہ اند، ایک بارگی
شکستہ، چون مولانا کمال از فاتحہ
فارغ شدند طلباء و راہبیاں غصہ
فرمودند.....

رسالہ تطبیہ خط ۱ ص ۲

تھے، زار و زنا نہ محرم کا تھا، غالباً
عشرہ کا روز ہوگا، تعزیر کہ فرنگی محل
کی گئی سے مجلس کے ساتھ گزر رہا تھا،
فرنگی محل کے بھانجک کے اندر، بلکہ اپنی
قیام گاہ سے اس کی زیارت کرنا چاہتا
ان کی قیام گاہ یعنی مولوی محب اللہ
کے مکان تک جانے میں ملا بھرا العلوم
کا درستیچ میں پڑنا تھا، اور اس وقت
بھرا العلوم حضرات حسین کی نذر کے شربت
پر فاتحہ دے رہے تھے، انھوں نے
تعزیر آئے دیکھا تو فاتحہ میں مصروف
ہونے کی وجہ سے ہل نہ سکے، ہاتھ سے
اشارہ فرمایا کہ تعزیر لانے والی کو روکنا
اس طرف راستہ نہیں ہے، شاید بھولے
سے اور محفل آئے ہیں، بعض متعصب
طلباء یہ سمجھے کہ بھرا العلوم نے ہاتھ سے
جو اشارہ کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے
کہ تعزیر توڑ ڈالا جائے، اچانک وہ
تعزیر پر ٹوٹ پڑے، اور اُسے توڑ ڈالا
بھرا العلوم جب فاتحہ لے چکے تو طلباء پر
بے حد غصہ فرمایا۔

مگر واقعہ تو پیش آیا تھا، لکھنؤ میں شیوہ علی داری تھی، شجاع الدولہ کا زمانہ تھا، یعنی اس وقت تک لکھنؤ اودھ کی راجدھانی نہیں بن تھا، میر جال اس واقعہ سے مشیوں میں بل چل چکی اور یہ شہرت ہو گئی کہ

مولانا ازا امین معروف خدہ متوجہ مولانا بھرا العلوم حضرت جنین سے منکر
موسے خروج شدہ ہیں دستاویز قاضی ہو کر بغاوت پر آمادہ ہو گئے ہیں شیوان
غلام مصطفیٰ کو تختہ لائے ابلیش ہو نہ وہ لکھنؤ کے لیڈر قاضی غلام مصطفیٰ تھے،
مولاناے کامل معاہدہ دینی و دنیوی می انھوں نے اس کو جہان بنا کر اس لیے کہ
اشت جوبہ عام نمودہ خواست کو مولانا وہ بھرا العلوم سے دین و دنیا کی عداوت
کال را تعدیہ و دہ اس خبر پلانے کا رکھتے تھے ایک جمع کیا، اور لہو کر کے
ریہ مولاناے کامل نیز لہو خاص و عام مولانا بھرا العلوم کو کوک ہو چکا تھا چاہی
نمودہ ارادہ محارب نمود بھرا العلوم کو جب اس کی خبر لگی تو انھوں
رسالہ تطبیہ مغلوطہ ۲۲ نے بھی راہی نسبت کے، عوام اور خواص
کو اکٹھا کر کے ارادہ کر لیا کہ حملہ آوروں

سے جنگ کریں گے۔

”خاص و عوام“ کی اتنی بڑی فوج جمع کر لینا اسی وقت ممکن ہے، جب ان کا علمی اقتدار معاشرے میں پوری طرح سرایت کر چکا ہو، اتنی بڑی جمعیت بھرا العلوم کے گرد اکٹھا ہو گئی تھی کہ حکومت وقت اور شیوہ لیڈر قاضی غلام مصطفیٰ،

کتاب مقاومت زیادہ و پیام صلح بمقابلہ کی طاقت نہ پا کر صلح کے لیے پیام
نمودہ مولاناے کامل صلح فیما بین اسلام دینے لگے، بھرا العلوم نے مسلمانوں کے
اصلاح دینے قبول کر دیا درمیان صلح ہو جانے کو مناسب رکھا
اور پیغام صلح قبول کر لیا۔ (رسالہ تطبیہ مغلوطہ ۲۳)

مگر بھرا العلوم تک خبریں آنے لگیں کہ یہ صلح محض فریب ہے، مقصد یہ ہے کہ غفلت میں موقع پا کر بھرا العلوم کو قتل کر دیا جائے، بھرا العلوم نے عزیزوں اور دوستوں سے صلاح لی کہ کیا کرنا چاہیے۔ ہر وقت اپنی غفلت کا انتظام رکھنا قدرت سے باہر ہے، اعزہ نے جواب میں مشورہ دیا کہ:-

اصلاح آلت کہ چندے سفر نمایند چون بہتر ہے کہ کچھ دنوں کے لیے یہاں سے
مقدمہ مکہ شود باز بیانہ و آشنایان کہیں چلے جائیں، جب سوال پڑا
جواب دادند کہ مکان مولانا امارت گذشتن ہو جائے پھر تشریف لے جائیں دوستوں
خوب نیت بہر شفق شدہ تبارک این اور مخلصوں نے کہا، لا نظام الدین کو آتا
معنی خدا ہم نمود، چھوڑنا مناسب نہیں، ہم لوگ متحد و متفق
ہو کر صورت حال کا قدار کر لیں گے

رسالہ تطبیہ مغلوطہ ۲۴

بھرا العلوم نے اعزہ کے جواب سے بد دل ہو کر مخلصوں سے کہا کہ ہمارے اعزہ جو ہمارے ساتھ رہتے ہیں، تیار نہیں معلوم ہوتے، تو تم کیا کر پاؤ گے، پھر یہی طے فرمایا کہ لکھنؤ سے چلے جائیں، چونکہ یہ خیال تھا کہ مخلصین جانے سے روکیں گے، اس لیے بلا اطلاع دیے اور بہانے سے لکھنؤ چھوڑ کر شاہجہاں پور، حانظہ رحمت خاں والی ملک روہیل کے پاس چلے گئے۔

رسالہ تطبیہ کے مصنف کے اس قول سے کہ بے اطلاع بھیلہائے بیار مولانا بغیر تمام ہجرت نمودہ بھرا العلوم کے ایک شاگرد کے اس قول کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ جب مولانا بھرا العلوم حج و زیارت کے لیے روانہ ہو گئے، تو یہ بات ”عقیدہ وثیقہ“ کے مصنف سے
مقدمے میں لکھی ہے، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ لکھنؤ سے روانہ ہونے کے لیے مولانا بھرا العلوم نے
حج و زیارت کے لیے روانگی کا خیال ظاہر کیا ہو گا، جس سے عقیدہ وثیقہ کے مصنف کو غلط فہمی
ہو گئی، حالانکہ بھرا العلوم کو ہندوستان سے باہر جانے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔

یہ ناخوش گوارہ واقعہ تحفینا ۱۱۲۰ھ میں یعنی استاد ائمہ لا نظام الدین کی وفات کے

دس گیارہ برس بعد میں کیا، ملاوی اللہ فرنگی محلی نے اخصان اربعہ (مطبوعہ) میں اس واقعہ کا اشارة ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دراصل حال سانحہ عظیمہ درملن چش آمد اسی کے ساتھ انھوں نے عزیزوں کے جواب کی وضاحت بھی کی ہے، ان کا کہنا ہے کہ میرے والد اور میرے چچا نے مجھ کو بتایا کہ اس سانحہ کے بعد بھرا العلوم سے اور میرے دادا ملا صاحب اللہ سے گفتگو ہوئی تھی، اور انھوں نے جواب میں کہا تھا کہ ہم لوگ (عزیز اور رشتہ دار) لوگوں میں بہتے ہیں، آپ کے پاس طالب علم بڑی تعداد میں ہیں، جو شہر میں میری تفریح کے لیے بھی جایا کرتے ہیں، اور آپ ان طالب علموں کو عزیزوں اور رشتہ داروں سے زیادہ مانتے ہیں، اگر شہر کے اداشنوں اور بد معاشرین نے شہر میں کہیں آپ کے ساتھ یا آپ کے طلبہ کے ساتھ کوئی گت افی کی، یا جان لے لی تو ہم لوگ دلاں کہاں موجود ہوں گے، جو دلاں اگر ایسا ہوگا آپ کے گھر پر کوئی بڑی نیست سے آیا اور فساد کرنا چاہا، تو پہلے ہم اپنا سر آپ پر قصد کر دیں گے، اس کے بعد جو ہوگا، بھرا العلوم نے فرمایا کہ محض اس حد تک ذمہ داری قبول کرنے سے میرا ایمان مدام ٹھنک نہیں رہا ہے۔ میرے دادا ملا صاحب اللہ نے مجدد وقت کی ذمہ داری (شرکت عمومی) لینے کی جرأت نہیں کی، اور بھرا العلوم نے شہر کے گڑبڑ کا اندازہ کرتے ہوئے ترک وطن کر لیا، (اخصان اربعہ ص ۱۲۲) کا خلاصہ

بھرا علوم کا یہ مزاج کہ وہ حکومت وقت سے مقابلہ تک کہے لیے تیار ہو گئے، اپنے والد ماجد نظام الدین کے غم غم مزاج کے برعکس تھا، ملا صاحب نے پوری زندگی فروتنی اور غم خوری میں گزار دی، اس قدر بربادی اور علم ان کے مزاج میں تھا کہ متعلقات فرنگی محلی میں آباد کرادیے، داروں تک نے حق و استحقاق کے معاملے میں بھی ستمی کا رویہ برتنے سے انکار کرتے تھے، یہاں تک کہ برادر زادہ ملا عبدالحی نے رعایا کے معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے کر ان کی سرکشی کا اندازہ کیا۔

رعایا اور کرایہ دار کا معاملہ تو ایک طرف نظام الدین اپنے ہم چشموں اور معاشرین کے

ان اعتراضات تک پر شکوت اختیار کرتے تھے، خواہ اس میں خود ملا صاحب کی کتنی ہی نیکی نہ ہو جاتی، فرماتے تھے کہ

اگر اعتبار دہندہ کے در الزام میں باشد مجھے غلطی پر قرار دے کر اگر کسی کا اعتبار مارا قبول است۔ اور مرتبہ ملی بڑھتا ہے تو میں غلطی قبول

عمدۃ الکامل (مخطوطہ) کرنے پر تیار ہوں۔

فرماتے ہی نہیں تھے، بلکہ اس پر ایسا حال تھے کہ اس کے برعکس ہونے پر پرے حد و اور فکری ہو جاتی تھی، اس سلسلے میں ایک واقعہ جو بھی گیا تھا، ایک صاحب علم نے ایک معقولی کے سلسلے میں ملا صاحب سے استفادہ کیا، ملا صاحب نے اس کا مناسب جواب دیا، اس صاحب علم نے اسی بحث و تکرار شروع کر دی، جس کا مقصد مقابل کو خاموش کر دینا ہوا، ملا صاحب نے اس پر اس خیال کے پیش نظر کہ فضول بحث و مباحثہ اہل علم کی شان کے خلاف ہے، خاموشی اختیار کر لی، بحث کرنے والے صاحب ملا صاحب کے پاس سے گئے اور مشہور کرنے لگے کہ میں نے ملا صاحب کو بحث میں چپ کر دیا، شدہ شدہ یہ بات ملا صاحب کے کانہ تک پہنچی، مسئلہ زیر بحث پر خود ملا صاحب اپنی بعض تصانیف میں روشنی ڈال چکے تھے، بحث کرنے والے صاحب نے جوابات پھیری تھی، اس کے بعد جواب ملا صاحب کی تصنیف میں کچھ موجود تھے، ملا صاحب کے طلبہ کو جب معلوم ہوا، تو ان میں سے ایک صاحب بحث کرنے والے اہل علم کی مذمت میں پوسنچے، اور اسی سلسلے میں ان سے بھڑک گئے، یہاں تک کہ ان کو خاموش کر دیا، اور یہ بھی بتا دیا کہ ملا صاحب جو بحث میں خاموش ہو گئے تھے، تو محض اس لیے کہ فضول کی تکرار ان کا مقصد نہیں، بلکہ مسئلہ زیر بحث کے بارے میں ملا صاحب اپنی تصنیف میں سب لکھ چکے ہیں۔

طالب علم نے تو حق شاگردی ادا کر دیا، اور صحیح ادا کیا، لیکن ملا صاحب کو جب اس کی

غیر لگی تو

اذان طالب علم بسیار ناخوش و طول
خاطر گشت و گفت اگر مرادان بطریق
بیزبانی گفتند مرادی گفتند نہ ترا
اگر در الزام من اعتبار فایده گر دو
اولی است از آنکو بسبب من بر باد
و حرج در من فایده شود
خدمتہ الواصل (مخطوطہ)

اس طالب علم سے ہے حد ناخوش اور
و غیرہ ہو گئے اور طالب علم سے فرمایا کہ
اگر لوگ بطریق کہتے ہیں تو کہہ کر کہتے
ہیں تم کو نہیں کہتے ہیں اگر کہہ کر کہ علم
قرار دینے سے کسی عالم کا اعتبار زیادہ
ہوتا ہے تو یہ نسبت اہل علم کے ہوتے کہ یہی
وہ ہوتے کسی صاحب دین فاضل کے دین
میں مثل پست اور برادری ہو۔

صورتہ اسی طریقہ و نصیحت پر نہیں کی بلکہ :-

اور اذنانہ خود واضح کر دے گفت کہ
بہر قسم کار بار یعنی قسم و این است اور
از کتاب ششم

اس طالب علم کو اپنے بیان سے خارج
کر دیا اور کہہ دیا کہ اس قسم کی حرکتوں سے
میں راضی نہیں ہوں کسی شخص کو بھی
دیکھ چو نہ جائے کہ جو علم کا از کتاب نہیں
کتابوں

خدمتہ الواصل (مخطوطہ)

اس خاکساری اور فروتنی کا مطلب یہ نہیں کہ علم اور دین کے حقوق کی تنگداشت سے بھی
چشم پوشی فرما جاتے تھے اس کے برعکس اہل ثروت اور دنیاوی اقتدار کھٹے والوں سے زیادہ
انصاف نہ فرماتے اور اگر ایسے لوگوں سے کوئی حق غیر خدمت ہوتا تو اس کی تعظیم کے لیے بھی کھڑے
نہ ہوتے بلکہ فرماتے تھے کہ :-

ایہ جسہ اور نہ زیادت
اہل ثروت کی اس طرح تعظیم کرنا و کھانا
میں داخل ہے

اس سلسلے میں زیادہ لی اللہ فرمائی کہ :-

میان شیخ غلام محمد م ساکن سماں کہ حال
خدمتہ اعلیٰ و نیاز و قرابتہ داشتند
ازین مذاکرہ حکایت می کرد کہ میں در
ایام شباب خود بہا زندم و نہ کھانے کو نہ لانا
فی شست ہر روز ازین سبب افزا
فی اندام روزی بے از میران صاحب
جہاہ ہائے ملازمت نشان آمد و در قسم کہ
ایں وقت بلا فیشی مناسب نیست خواہم
کہ از خدمت فرود آیم و بہرینہ ششم
ان طایفہ بھائی خود باش و در دین معصیت
پریشان و روانہ نگرد

میان شیخ غلام محمد م ساکن سماں نے جو
لا صاحب سے عقیدت بھی رکھتے ہیں اور
رضتہ اور بھی و مجھ سے بیان کیا کہ میں جوانی
کے زمانے میں بہا ہو گیا تھا اور میں مکان
میں جو لا صاحب کی نشست گاہ تھی ایک
شخص پر تیار ہوا تھا ایک روز کوئی صاحب
حضرت و اقدس امیر لا صاحب سے نیاز
عامل کر کے آیا میں نے خیال کیا میں
وقت کچھ کو خدمت پر لیٹے و نہار یا نہیں ہے
خدمت سے اندر فرشتہ پر لیٹے کا ارادہ کیا
لا صاحب نے فرمایا غلام محمد م اپنی
جگہ لیٹے رہو میں پرستوں و مریضوں کو دیکھ کر
روانہ نہ ہو جاؤ۔

خدمتہ الواصل (مخطوطہ)

حضرت ہزاروی منصب رکھنے والے ایک امیر نے جو لا صاحب سے ملنے دیکھے تھے اور
ت بھی اس وجہ کی نماز کے لیے ایک دفعہ ملو ابھیجا کہ

اخطار میں اگر حضرت فرامید من ہم و من
جماعت گرم و باقیہ است حضرت نماز
میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کروں

ایہ بخت ہزاروی منصب دالے شاگرد اور عقیدت مند کو آنے میں وقت مقررہ سے کچھ
پر گئی لا صاحب نے بغیر اخطار کے نماز پڑھادی اور فرمایا :-

نماز خدا است نہ اہل دنیا اخطار نہیں نماز خدا کی ہے نہ دنیا والوں کی نہیں ہے

کمان چنبل ریاست
اور ایسے لوگوں کا نام میں انتظار کرنا کہ ان کے
دعوت (الوہاں) میں داخل ہے۔

لباس اور زمین میں بھی لاء صاحب کے یہاں کوئی امتیاز اور شناخت والی بات نہ تھی عام
انسانوں کی طرح لوگوں میں بیٹھتے تھے، انہی پہچان بھی نہیں سکتا تھا کہ اس مجمع میں لاء صاحب
کون ہیں۔

ابو الہی خاں برائے طاقت آمدہ اور
مردان پریدہ کو لاء نظام الدین کہا است
مردم بیکان نشست مولانا قیس مروت شاہی
دادہ و آن وقت خباب شاہ بر زمین
پر فرض ناکارہ نشستہ رہی و اندر سے
پہنچ کر نہ پہنچا تھا واپس آئے اور جو دلائی
را چوں بریں حالت و شناخت و دولت
کو نام نہ ملے است کہ دہلی میں وہ گفت ہوئے
نظام الدین بکدام جاہی شہید و دہلی میں
وہ نہ ہوئے دہلی میں ان کو مروتنا کہ است لعل الدین
نام میں است۔

ابو الہی خاں جو غیر ملک سے تازہ ہندوستان وارد ہوئے تھے اور اپنی ولایت میں علماء کا
میرا بھانجا نام ہے۔

ابو الہی خاں جو غیر ملک سے تازہ ہندوستان وارد ہوئے تھے اور اپنی ولایت میں علماء کا

قرآن دیکھتے تھے، امتیاز امت لاء نظام الدین کی فروتنی اور سادہ مزاجی دیکھ کر اگر ان کو شناخت نہ کیے
میرت کی کوئی بات نہیں، حیرت اس پر ہو سکتی ہے کہ نہ جانے کیوں وہ لاء صاحب کو مذہب
امامیہ کا مجتہد یا عالم سمجھ بیٹھے اور چند مسائل مسلک امامیہ کے انداز میں یہ کہتے ہوئے
بیات کیے۔

مذہب حق چہ می نویسد، مولانا
جواب ہر یک موافق کتب امامیہ تفصیل
میں کیا حکم ہے؟ لاء صاحب نے ہر سوال
کا جواب کتب امامیہ کے مطابق اس تفصیل
سے دیا کہ اس کی پوری طرح تضحی ہو گئی۔

ابو الہی خاں نے اسی پر بس نہیں کی، بلکہ نادانستگی میں یہ بھی دریافت کر بیٹھے کہ
ابو الہی خاں کے بارے میں ابی اسحاق دگرہ
لوگ کا مذہب کیا ہے؟ ابی اسحاق نے
اس کا اشارہ ابی سنت کی طرف کیا تھا
لاء صاحب نے اس کا مطلب و مفہوم سمجھ لیا
اور ان مسائل کے بارے میں کتب ابی سنت
میں جو کچھ درج تھا وہ بیان کر دیا
ابو الہی خاں لاء صاحب کا انتہائی گرویدہ
ہو کر کہنے لگا: اپنے ملک میں جیسی آپ کی
حضرت سنی تھی اس سے بھی زیادہ آپ کو
پایا: اسی طرح کے کچھ اور عقیدے و تعالیم
کے کلمے اس نے کہے، لاء صاحب کو اب
ناگہری ہوئی، اس لیے کہ وہ اپنی قرین و

ناگہری ہوئی، اس لیے کہ وہ اپنی قرین و

زمین کے جلوں سے کہیں خوش نہیں
ہوتے تھے، فرمایا "کچھ نہیں پایا آپ نے،
میں بھی ان ہی مٹلاں میں سے ایک ہوں۔"

اس نادانہ غلطی کا رد عمل ہونا قدرتی تھا، وہ بیچارہ پشیمان ہوئے، لیکن
ایسا بدل و جان دہنے و نیاز سے بدل اس ناخوش گوار واقعہ کے باوجود وہ دل
جناب پر اسانہ

جان سے ملا صاحب کی خدمت میں
نیاز مند و عقیدت رکھتا رہا۔

اس واقعہ سے مراد ولی اللہ فرنگی محلی نے عمدۃ الواصل میں لکھا ہے، وہ خاصا بائیں ہاتھ
ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ استاد احمد نظام الدین محمد فرنگی محلی کے علم کا بارہ دوسرے علم کی طرح محدود نہ
تھا، وہ جس مہارت سے نقد حنفی کے مطابق استفسارات کا جواب دیتے اسی عبور کے ساتھ فقہ امامیہ
کے مطابق بھی سائل کی تسلی کر دیتے تھے، دوسرے یہ کہ ملا صاحب کا شمار ان کی زندگی میں ہندوستان
کی حدود کو پار کر کے غیر مالک تک پہنچ گیا تھا، اور غیر ملکوں سے بھی لوگ اشتیاق ملاقات میں آیا
کرتے تھے، ہندوستان اور قرب و جوار کے اہل علم و فضل تو حاضر خدمت ہوا ہی کرتے تھے، اہل علم
کی ملاقاتیں تو اندے سے خالی نہیں ہوتیں، چنانچہ چار کے ایک مشہور خاوند سے کے ایک صاحبزادے
ملاقات کو آئے تو ان سے ملا صاحب سے جو گفتگو ہوئی وہ خالص علمی تھی اور ملا ولی اللہ فرنگی محلی نے
ان ہی صاحبزادے کی زبان سے سن کر اس کو قلمبند کر لیا۔

رائے پریشی کے مشہور بزرگ حضرت شاہ علم اللہ تھے، جن کی طرف دائرۂ شاہ علم اللہ منسوب ہے،
ان کے پوتے مولانا محمد رفیع نظام الدین کے ممتاز شاگرد ملا عبد اللہ امجدی کے شاگرد تھے،
یہی مولانا رفیع ایک دفعہ ملا صاحب کی یعنی اپنے استاد الا تاذ کی ملاقات کو آئے، ملا ولی اللہ
فرنگی محلی لکھتے ہیں:-

ی گفتگو کہ میں کچھ بابت ملاقات نہ لانا
مولانا رفیع بیان کرتے ہیں کہ ملا صاحب

طالع اللہ دوم و سوم ہوا جو کئی وقت
قریب شام تک کے ایک خب گزرتا ہوا
گلا وہ سمیرا پر بڑا بگڑا ہوا، دھن دھن
وقت صبح تا دوپہر کا نام کو روئے
پر سر ملانے کے لئے شروع دست تھام
و خطرہ ہی میں خیال میں نہ دیکھتا
دھن خیال شتم کیے تھے کہ سال بعد
ی ماہ دوم کو کچھ بدتر میں ملے شغل
ی باشد با حفت کچھ مزاحمت میں
طالع اسلام نوشتہ اند

روزہ اشراف کی لاف سے کہہ دیا کہ میں
مضر خدمت ہوا، جائے کھانا تھا
نام کا وقت، کچھ خود بخود نہ لکھتا
بھیل کے تھا، میں وقت ملا صاحب
کہ تو اپنی پتے ہوئے تھے، نہ میرے کچھ
سے سمیرا کچھ ملا صاحب کے سر پر
تم کے بال میں روئے لگ چکے تھے
میں کچھ لگا ملا صاحب کے سر پر
بال کا مسئلہ یہ طریقہ تلاوت شروع ہو
اس وقت، اس تلاوت شروع بات کا
گنا میرے دل میں تھا، نہ شیعہ نہ
بھی تھے، ایک یہ کہ ملا صاحب تھپتھپتے
ہیں، دوسرے یہ کہ تھپتھپتے ہیں
صورت دیتے ہیں، ملا کو علامت
مٹھن میں تھپتھپتے کہ وہ اس کھلے

اول ترشح دہلا یا میں پورا ہے
میرا ہی کا دوسرے وقت گفت
نہرہ میرا یہ کہ ہوا، ہوا
نہم کہیں آخرت پر حلقہ است و
جب نہ ہر حال میں حاضر کہ یہ ہوا
میرا ہی کا دوسرے وقت گفت

خدا خواہم کہ سوال از خدا و توحش بنایم
قبل اذان کہ سخن آئیم گفت و مرطاب
کتب فقہیہ گزشتہ الامور حلت و
درین منطق اذکام معتبرین ثابت و
شاہ علم لائبرید شایہ حقہ را حسوم
ہی گفتند این را اگر اذکار ہے بر آوردہ
باشند مرانسان و برید گفتہ تفریح دیں
باب واقع غشتہ اما حرکت لغویہ نادر
است ازین جهت سخن می کرد فرمود
باین مضاف ہم دارد مثل کسر ریا و دفع
قبض و غیرہ اوجار و امر من بادی اپنے
کہ درین باب از حد و از حد و تفریہ و گزشتہ
اذ لغویہ باطل است چہ اصل ہر شے
مباح است و ہر گاہ کہ اذ شایع لغویہ
حوت نیافتہ باشند حل برہن نمایند
.....
اور لغویہ کام ہے اسی لیے وہ منع کرتے
تھے کہ صاحب نے فرمایا لیکن حد و شے
میں قائم بھی ہے، بیان کا تفریہ
قبض کو دفع کرنا، حد و امر من بادی امر من
میں اس کا مفید ہونا وغیرہ جو لوگ اس
مطلب میں از حد و تفریہ کا شکار ہے گئے

ہیں وہ حمل اور فضول بات ہے، اسی لیے
کہ ہر چیز مثلاً مباح ہے، شریعت میں اگر
حرام ہونے کی صراحت نہیں ہے تو اصل
ہی پر ہر شے کو محمول کرنا چاہیے۔

۱ منطق وسیلہ اذکار و توحہ لفظیہ و لفظیہ
۲ متبادرات صواب اذکارے باطل است
۳ کمر احاطت تو ازین منطق سوجب صحت
۴ از خطا است و ذکر پس در متن قدر ضروری
۵ اذان واجب و چہ دے از مبادی علم
۶ اصول نقد است و ممنوع و حرام مزارع
۷ قواعد لفظیہ کہ مخالفت لغویہ شرعی و
۸ احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام
باشند۔

۱ منطق کا معاملہ تو وہ قوت عقلیہ میں
۲ اضافہ کرتی ہے، اور صحیح و غلط شے کے
۳ درمیان اس کے ذریعہ فرق کیا جاسکتا ہے
۴ منطق کے قواعد کو پیش نظر رکھنے سے غور
۵ و فکر میں غلطی سے حفاظت ہوتی ہے اس
۶ لحاظ سے بقدر ضرورت منطق کا جاننا
۷ واجب ہے، اس لیے کہ وہ علم اصول
۸ فقہ کے مبادیات میں سے ہے، ممنوع
یا حرام اگر ہے، تو وہ فلسفے کے ان
۹ قواعد و اصول میں مشغولیت ہے جو قرآن
۱۰ احادیث کے خلاف ہیں۔

اس واقعہ سے نظام الدین فرنگی محلی کی فقیہانہ نظر اور دینی بصیرت پر بخوبی روشنی پڑتی
ہے، بلکہ ان کے مرتب کردہ درس کا جسے درس نظامی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ایک نمایاں
پہلو ابھر کر سامنے آتا ہے وہ یہ کہ فقہی تنگ نظری کا اس سے سد باب ہو جاتا ہے، اسی
درس کے نتیجے میں علامہ شبلی نعمانی کے الفاظ ہیں:

”علامہ میں وہ سنی کم ہو گئی جو فقہا میں عموماً ہوتی ہے، فتاویٰ عالمگیری میں تکفیر کا
باب تھا کہ دیکھ اس کے مقابلے میں مولانا بھراعلوم نے نظام الدین بانی دین نظامی

کے فرزند اور شاگرد نے، اور کاتب اور جہ میں امامت کی بحث میں جو کچھ لکھا ہے، اس کا مقابلہ کر دو تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔
(درج نظامیہ اور ملامتیں نظامی)

فرق یہی نظر آئے گا کہ یہاں مسائل فقہیہ اصول پر منطبق نظر آئیں گے اور اصول ہی کی روشنی میں استفسارات کے جواب دیے جائیں گے، اگر ہر شے کی اصل مباح ہے تو جب تک اس کی ممانعت یا مضرت رسائی کے سلسلے میں کتاب و سنت سے کوئی سد نہ ملے گی، اس وقت تک وہ مباح ہی رہے گی، برعکس اس کے فتاویٰ عالمگیری میں، جو قدیم متن اور غیر منقذ فقہی ذخائر کا مجموعہ ہے، ان ذخائر کے حوالے کی روشنی میں فیصلے لیں گے، خواہ وہ اصول پر منطبق ہوں یا نہ ہوں، بانی درس نظامی کے امتداد الاسانہ لاء عبد السلام دیوبند کا تعلق شیعہ سہالوی کے اور ان کے والد ماجد کے استاد کے ہاتھ میں رسالہ قطبیہ کے مصنف نے جو یہ لکھا ہے کہ:-

خلافت روایات فتاویٰ فتویٰ دارالافتاء
کوہ اصول منطبق ہی یافتہ۔
فتاویٰ کی کتابوں میں درج فتوؤں کے
بر خلاف فتویٰ دیتے تھے، اس لیے کہ
کتابوں میں درج فتاویٰ اصول فقہ پر
منطبق نہیں پاتے تھے۔

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فتاویٰ کے ذخیروں میں جو فتوے درج ہیں ان میں ایسے بھی ہیں جو اصول فقہ کے مقررہ قواعد استنباط مسائل کے مطابق نہیں ہیں، اسی لیے علامہ عبد السلام دیوبند جو بقول مصنف رسالہ قطبیہ علم اصول فقہ کے ہندوستان میں رواج دینے والے تھے، ان ذخائر فتاویٰ میں درج فیصلوں کے خلاف فتویٰ دیتے تھے، بانی درس نظامی لائق نظام الدین فرنگی علی بھی جو فقہی رائے رکھتے تھے، وہ اصول کی روشنی میں قائم کر کے رکھتے تھے، اور عام فقہاء کی طرح تشدد اور تعسف سے کام نہیں لیتے تھے، اور یہ نتیجہ تھا معقولات سے نزاعات رکھنے کا فکر و نظر سے مسئلے کی تہ تک پہنچنے کا سلیقہ پیدا ہو جاتا ہے۔

مشرک کے اعتقاد سے لاء صاحب صوفی تھے، اور اپنے وقت کے ایک ممتاز فتاویٰ شیخ حضرت سید شاہ عبد الرزاق بانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے (یعنی ان کو اپنے مرشد کی طرف سے لوگوں کو مرید کرنے کی اجازت تھی) لاء صاحب کے مریدوں کی تعداد خاصی تھی جن کی تربیت لاء صاحب کرتے تھے، کثرت و کرات کے متعدد واقعات عمدۃ الواصلات میں صرح ہیں، جن میں سے ایک واقعہ ایسا ہے جو علمی رنگ بھی رکھتا ہے۔

لامحمد میں فرنگی علی نے بیان کیا کہ مولوی امین الدین نے مجھ سے یہ واقعہ نقل کیا کہ میں خدمت میں حاضر تھا، لاء صاحب نے فرمایا کہ ایک صاحب جہان نزل سے میرے لیے حاشیہ عبد الحکیم سیاکوٹی لارہے ہیں، یہ نہیں معلوم کہ لاء عبد الحکیم سیاکوٹی کا کون سا حاشیہ ہے (لامیال کوٹی کے کئی کتابوں پر حاشیے ہیں) جی چاہتا ہے کہ تفسیر بیضاوی پر ان کا جو حاشیہ ہے وہ ہو، ایسا ہی ہو کہ چار روز کے بعد وہ صاحب آئے اور انھوں نے لاء عبد الحکیم سیاکوٹی کا وہ حاشیہ پیش کیا جو انھوں نے تفسیر بیضاوی پر لکھا تھا، مولوی امین الدین کہتے ہیں کہ مجھے مدتوں یہ غلیان رہا کہ لاء صاحب نے بطور کشف یہ تو معلوم کر لیا کہ اتنی دور سے ایک شخص ان کے لیے حاشیہ عبد الحکیم لے کر آ رہا ہے، لیکن کشف سے یہ معلوم کر سکے کہ کون سا حاشیہ ہے، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ جب میں نے کتابوں میں یہ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو از روئے کشف مقام ہجرت معلوم ہوا تھا اور آپ نے صحابہ سے اس کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ نہیں معلوم کہ ہجرت کی جگہ مدینہ ہے یا مکہ، اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ کشف میں اسی طرح ہوتا ہے کہ جو چیز دکھائی جاتی ہے اس کی بعض علامتوں کو ظاہر کر دیا جاتا ہے اور بعض کو نہیں ظاہر کیا جاتا، اس وقت میری تسلی ہو گئی۔

(عمدۃ الواصلات قلمی)

ایک صاحب میاں محمد اہو جہری تھے، جو بڑے دیندار آدمی تھے، ان کے بارے میں لاء اولیٰ اثر نے لکھا ہے کہ:-

از ابتدائے طہولیت بخد مت مولانا علیہ الرحمہ
حاضر ہوا کہ تھے اور ان سے فیض بھی

حاصل کیا تھا۔

میاں محمد ماہ جوہری نے اپنا ایک واقعہ خود ملاولی الشرف فرمائی محلی سے بیان کیا کہ مجھے جوانی کے زمانے میں بعض صحابہ رسول الشرف علیہ وسلم سے بطنی رہتی تھی، ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت اونچا پہاڑ ہے جو بیچ سے دو ٹکڑے ہو گیا ہے اور میری طرف اس طرح بڑھ رہا ہے کہ جیسے میرے گلے میں طوق کی طرح اتر کر مجھے ہلاک کر ڈالے گا۔ ڈر کے مائے میری آنکھ کھل گئی اور صبح ہی میں ملا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور پورا خواب ان سے بیان کیا، ملا صاحب نے فرمایا:-

شاید شمارا کہے از صاحب جناب المرحوم
پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بد اعتقادیت
ازیر بسبب بر شمشیں حادث پیش آمدہ
و آن کوہ ایمان شہاد کہ ازین باعث
شن گشتہ و ارتخیل افتادہ و سابق ازین
بر عقیدہ حسن اطلاع نداشت فرمود کہ
لازم کہ ازین توبہ کن و گرنہ موجب ہلاک
تو گردد۔

تو بہ کرنا تھا اسے اور لازم ہے وہ تھا کہ
تباہی کا باعث ہوگی۔

ملا صاحب کے دو بھانجے محمد عاشق اور فرحت الشرف زمیندار تھے، ایک دفعہ انگوٹاری کے محاسب کے سلسلے میں محمد اکبر یار خان ناظم علاقہ کے اٹکوں گرفتار ہو گئے

ان کے رشتہ دار اور عزیز ملا صاحب کی خدمت میں دعا کے لیے حاضر ہوئے۔ ملا صاحب نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص زیادہ دیر اور ہو، وہ یا شیخ عبد القادر شہید اللہ کا جس قدر ممکن ہو رو کرے، اس ورد کے دوران ورد کرنے والے نے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا، حضرت غوث پاک نے خواب دیکھنے والے کو اپنے پائے مبارک کے آبلے دکھائے اور دریافت فرمایا کہ تم نے اتنی تکلیف کبھی کیوں دی، واقعہ سننے کے بعد ناظم محمد اکبر یار خان کو یاد فرمایا، اور اس کی سرزنش فرمائی، خواب دیکھنے والے نے خواب کی تفصیل ملا صاحب سے عرض کی، اس وقت ملا صاحب کے برادر زادے ملا احمد عبدالحی فرمائی محلی بھی موجود تھے، انہوں نے خواب سن کر فرمایا کہ کام تو ہو جائے گا لیکن حضرت غوث پاک کا اظہار تکلیف اور آبلہ پائی قرینہ ہے کہ کام ہونے میں دیر ضرور لگے گی۔ (معدۃ السائل)

لیکن ایسا شیخ لک محمد ملا صاحب کی خدمت میں آئے اور اپنی معذرت اور بیوقوفی کا حال بیان کیا، ملا صاحب نے ان کو تسلی دی کہ بیانی نہ ہونے سے پریشان نہ ہو، اللہ تعالیٰ تعین ایسی صلاحیت بخشے گا کہ ہر قسم کے ہتھیار اور جواہرات کو ہاتھ سے چھو کر اس کی حمد کی خواہی اور قیمت وغیرہ کا صحیح حال بتا سکے، اور یہی پیش آیا کہ وہ تلوار وغیرہ کو چھو کر بتا دیتے تھے کہ اس کا لاکس قسم کا اور اس کی خوبیاں کیا کیا ہیں، یہاں تک کہ اگر ایک تلوار دوبارہ

عہ اس ورد کے جواد و مدد مجاز کے بارے میں ملا میں اختلاف رائے ہو بعض ملا اس کے پڑھنے کی ممانعت کرتے ہیں
کہ ملا علی علیہ السلام میں ایک صاحب جن ملا سے استفادہ کیا تھا ان میں مولانا شہید محمد گنگوہی دیوبندی بھی تھے انہوں نے بھی کوئی ایسا ورد کہ منوع نہیں تھا، یہ وہ ملا کے جوابات کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں کتاب کا نام تو خونی جواز شیخ عبد القادر شہید الشرف علیہ السلام تھا تو انہوں نے بھی اس کی اجازت دی ہے، ان کی تحریریں اجازت مولانا حکیم مائیں سجادہ نشین کوئی ضلع بارہ بنگلی اور مولانا محمد ناصر فرنگی محل (حنبل لائق نام المرحوم) کے پاس میں نے خود دیکھا ہے۔
محمد رضا انصاری

خدا کے لئے کہ مطلق است و مرد و باقی
 ست و این بجز۔ و بعد ان مشغول گشت
 ثانیه سے مخاطب ہو کر میرے سامنے سے
 ہٹ جاؤ نظام الدین مرد ہے خدا جو
 رافق مطلق ہے باقی اور موجود ہے۔ یہ
 فرما کر صاحب انگلیوں پر وظیفہ پڑھنے
 میں مشغول ہو گئے۔

صاحب کی گز بسیر کا ذریعہ کیا تھا؟ اس سلسلہ میں ایک حوالہ تو "عولی فرنگی" کے اس
 فرمان میں ملتا ہے جو اورنگ زیب عالمگیر نے شہنشاہ میں جاری کیا تھا جس میں "عولی فرنگی" کے
 ساتھ "مستقلات عولی" کا بھی ذکر ہے۔ یہ "مستقلات عولی" گز یاہ داروں کے پاس تھے اور جیسا کہ
 اورنگ زیب سرکش گز یاہ داروں کو صاحب کے برابر ناوہ ملا احمد عبدالحی نے ذکر کیا تھا، اور ان سے
 گز یاہ داری کے سرخط لکھوائے تھے، مگر اس حوالے سے یہ نہیں معلوم ہو پاتا کہ کتنی آمدنی ہوتی تھی۔
 بہر حال جو بھی ہوتی ہوگی وہ اولاد ملا قطب الدین شہید میں تقسیم ہوتی ہوگی۔ اس میں ملا صاحب کا
 کتنا حصہ ہوا کرتا تھا؟ یہ آج بتانا بہت مشکل ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر کا ایک دوسرا فرمان اتمائی کرم خوردہ حالت میں محفوظ رکھا گیا ہے جو
 "بائسہ سہمانہ و تعالیٰ" کی پیشانی سے شروع ہوتا ہے، اس کے نیچے ایک بڑی ٹر سرخ و ریشائی
 سے لگی ہے جس میں "فران" اور "الظفر" محمد محی الدین بادشاہ..... کے الفاظ
 پڑے جاتے ہیں، باقی دیکھ کے اندر ہو گئے ہیں، فران کی داہنی طرف ایک اور ٹر ہے جو سیاہ
 و ریشائی سے لکائی گئی ہے، اس کے وسط میں ابو الظفر محمد محی الدین عالمگیر کے الفاظ پڑے جاتے
 ہیں، ان کے تحت اور گز یاہ نام اور ہیں جو پڑے نہیں جاتے ہیں، ٹر کے چاروں گوشوں پر بادشاہ
 کے چاند نام لکھے ہوئے ہیں، جن میں دو "یا داس" یا "تاض" صاف صاف پڑے جاتے ہیں۔
 اور یا "تاض" بھی پڑے ہیں اس کا ہے، اور "زب" کی یہ ٹر سنہ کی ہے، ٹر کا سال اسی
 پر کندہ ہے لیکن اجائے فران کی تاریخ جو ہو گئی ہے، فران کی جو عبادت دیکھ کی نذر ہونے

کے دو گئی ہے، وہ حسب ذیل ہے۔

تو ہی وقت میں عزت ندران والا نشان واجب الاذعان صادر شد کہ ایک عدد ناوہ
 بیگمہ زمین افتادہ لکھی ذراعت خارج جمع اور گز داری تاج سرکار کھنڈستان بعد بیگمہ
 دروچہ دروچہ شمشیر شیخ نظام الدین وغیرہ حسب بعض مقرر باشد کہ مالک ان دروچہ
 ایک کج نمودہ بدعائے تھانے دولت اور طراز افعال نہایت باہر کہ حکام و مال باگیران
 و گز یاہ حال و استقبال آراستی مزبورہ و باوجود و یک آہنا..... و تافان
 گویا مضبوط ہر سال چند قمیص چمک و شکر و ذراعت و کل مطالبات سلطان و حکام
 داری.....

اس کرم خوردہ فرمان سے آئی بات معلوم ہو جاتی ہے کہ اورنگ زیب نے قبیلہ داری کی ایک بو
 بارہ بیگمہ آراستی جو قابل کاشت تھی، ملا نظام الدین وغیرہ (یعنی اولاد ملا قطب الدین شہید بہاولی)
 کو گز بسیر کے لیے دی تھی کہ اس کی پیداوار کو وہ اپنے حشر میں لائیں اور سلطنت کی دعا گو
 ہیں، معصوم و ہیں۔

اس فرمان میں بھی تھا ملا نظام الدین کی گز بسیر کا جگہ بند و بست نہیں ملتا ہے ملا قطب الدین
 شہید کا پورا کنیز جو ملا نظام الدین کے فارغ التحصیل ہونے تک اس سے زیادہ ہو چکا تھا، جتنا
 بہالی سے ترک وطن کر کے یہاں آیا تھا، اس پیداوار میں یہ حصہ برمدی حق دار تھا، یہ قطعی ہے
 کہ یہ فرمان "عولی فرنگی" کے فرمان کے کئی سال بعد صادر ہوا، اور اس وقت صادر ہوا جب
 ملا صاحب جو پہلے فران کے وقت ۱۱ سال کے تھے، اس لیے قابل ذکر نہ تھے، اس فرمان کے
 وقت سرگودہ خاندان ملا قطب شہید ہو چکے تھے اور یہ اورنگ زیب کا آخری زمانہ ہو گا۔

ایک اور فرمان کی اصل تو نہیں مگر نقل محفوظ رکھی گئی ہے، جس پر کوئی ٹر نہیں ہے، اس
 "فران والا نشان" کی تاریخ اجراء "بہم رجب المرجب سال دوم از جلوس والا" ہے، پورا فرمان
 گھسیٹ میں نقل ہوا ہے، اور غیر ماہر اسے بدقت پڑھ لے سکتا ہے، اس لیے کہ پورا کا پورا

55

ایک غیر ملکی ڈاکے سے جہاز ڈوب گیا۔ لاکھوں کا سفر ہو گیا تھا۔ مسیحا نے کہا:

فقر الحبيب المصطفى عليه السلام في حقه من الفقر

[illegible]

یافت بر کوه مرآت حیرت آید و به واسطه قیامت است که در آن آفرینش موجودات نمایند و اگر

مقدمه این کتاب و در بیان حقایق دنیوی و اخروی و توحید و نبوت و معاد و غیره که در این کتاب مذکور است

مجلسی بودی، برانیده بانه، انجمنی، ایوب، بر، علی، و محمد، نظریه، و اگر، در، علی، و محمد، و

در مشرب و غیر مشرب از آن میگویند که در مشرب از آب است و در غیر مشرب از خاکست.

سید علی بن محمد باقر علیه السلام در جواب فرمود که ای پسر من! اینها را بخور و از آنجا که میخوردی بگو.

[illegible]

ما کمال پیدا و نظر جنگ

ہیں کہ پشتہ و یکہ اور چہ جہن کی عبارت ہے "خدا ہم شروع مفتی محمد قسوت" اس فرامی

[illegible]

دیر فرماں گویاں کے اظہار کے بعد اس کے بیٹے شاہ عالم سوم مستقر شاہ

تکثیف کتب و نسخہ ہائے قدیمہ

[illegible]

بل کاشت کے قرآن کے یہ ہیں میں شیخ الاسلام مدینہ وغیرہ شامل تھے، اس کے بیٹے

حکم تمام فرماتا ہے۔ جس کی عقل و پرورش اس میں مدد دے یہ دوسرے کا گناہ صرف

۱. در این کتاب که در این کتابخانه است

ہم اللہ کی دعا کہ قلب اللہ میں شہید کے نام مقبول رہے۔ لیکن یہ دعا ہے اور یہ کارکردگی

الطعام الدین کا ارتقا اس کے بعد ملے ایک اور چھوٹے سیما تھا جس کا دور یہ ہے کہ اس کا ذکر

و غیرہ: یہی ڈھابہ ہے، یہ پرانا جس میں "غیرہ" کا اسناد ہے، "مقرر" کا کتاب ہے

وہاں سے پڑھی جاتی ہیں۔ وہاں ہمیشہ خال مرید عالمگیر بادشاہ اور ہر لفظ خال بندہ

سیر بادشاہ قازانی، فرخ سیر کا عہد حکومت ۱۰۱۹ھ سے ۱۰۲۹ھ تک ہے، اس کی مٹی

سیر بادشاہ قادری، فرخ سیر کا ادبی حکومت سے پہلے کے سیر بادشاہ ہے۔
 قلب الکائنات میں دلدادہ۔ خاقانی بادی مظهر جنگ۔ خودی محو فرخ سیر

دشمن، غازی، ”دشمن کے بعض الفاظ پر مے نہیں گئے“ بھی ہے، ”جسٹ خاں حربیہ عالمگیر بادشاہ“

دشمنانِ غازی“ (قہر کے جھلی الفاظ پر مہمیں لے) لگا ہے۔“ ایسی حالِ مزیدہ فاضلہ نے

اور انکے ذہن بھی کے زمانہ کا ہے، اسی لئے کہ اس پر پانچ - بست و ختم محرم الحرام ۱۰۰۰ھ

اور انکے ذریعہ ہی کے زمانہ کا ہے، ان لیے کہ اس پر اس کا "بستہ" نام فرم اور اس کے بعد ہی

ای ہے، اور نظام علیہ کی زندگی میں عقل، ایمان، یوں میں سے صرف ایک تک ذریعہ ہی ہے
 نے علی کا مالکوں، مال، اہتمام، اور ایک ذریعہ کا مالکوں، مال، بحری مال کے مالک

نے جہاں کا یہ المیوں مٹی یا آتش، خشک ذریعہ کا یہ المیوں مٹی یا ہجرت مٹی کے لئے

کے مطابق پڑا ہے۔ اور یہ زمانہ فاطمہ علیہ السلام کی طالب علمی کا تھا، وہی لیے اس پر طے میں

میں ان کے بڑے بھائی شیخ محمد رسولہ قادری کا ذکر ہے۔ اس کے ۱۱۰ سال بعد اس کی تجدید
 فرما کر ۱۲۰۰ ہجری - ۱۲۱۰ ہجری میں اس سے متعلق کچھ اصلاحات کو فیض بخشانے

فرخ خیر نے کی اس وقت فاطمہ اور فریحی علی میں شدید بھائی اور بہن کا فیصلہ ہو گیا ہے

گئے تھے، اور اس وقت تک خاندان کے دونوں بڑے بھائی وفات پا چکے تھے، اس لیے

۱۱ پروانه میں جو قیاب الکت میں الدوا علیہ الشرفان بجاہ ظفر جنگ قدوی محمد فرخ سیر

ارشاد غازی کی عمر ہے عزیز ہے۔ لاف نام طریق و لاف قلوب طریق شہید کا نام ہے۔

یہاں ایک لکھن پیدا ہو جاتی ہے، وہ یہ کہ ہنگامہ زیب کے یہاں سو سال پہلے

جولہ میں ایک دوسرے درجہ پر سے گاؤں کے ماں میں یہ بھی مشابہ لگتا ہے کہ

طلبہ اور ماہرین کے مصادرت کے پیش نظر یہ یہ معقول ہوا تھا، قرآن کا اہتمام ہے جب تک

نظام الدینی خود طالب علم تھے، ماضی کے پاس اللہ کے آئے تاکہ اس مسئلہ میں قرآن مجید شریک

الحام الدین محمد، طالب علم ہے، رہنے کے پاس علیہ کے آئے دایا محمد، ان کے لڑکا محمد

کے آخری سال ہے

مردانہ و عورتانہ روزگار سے پامال ہو رہے

ہیں۔

علامہ غلام علی آزاد بکراہی نے یہ تفصیل لائق امام الدین فرنگی علی کے احوال لکھنے کے
 ذرا بعد ہی تحریر کی ہے، عجب نہیں کہ لاء صاحب کے ظاہری حالات سے متاثر ہو کر یہاں یہ قسمی تحریر
 ان کے قلم سے نکل گئی ہو علامہ آزاد بکراہی خود لاء صاحب سے ملنے لکھتے آئے تھے جس کا تاریخ ۱۳۳۶ھ
 ہے اور وظائف و جاگیرات کی منبلی کو اس وقت ۱۰ سال گزر چکے ہوں گے اس لیے کہ علامہ آزاد کی
 سعادت کے مطابق یہ صورت حال ۱۳۳۶ھ کے بعد پیش آئی، ۱۳۳۶ھ کے بعد کہیں حال تک
 لاء صاحب بقید حیات رہے، ملا ولی اللہ فرنگی علی کا کہنا ہے :-

فایت عسرت کہ درشت اکثر تاسر روز انتہائی تنگ دہی کی زندگی گزرتے تھے
 بیچ میسر ہی نہ ہو پرشتے از خود قناعت عورتیں تین روز تک گھر میں کھا نہیں
 ی کہ دیکھ دیں ہم میسر ہی نہ بچا تھا، صورت ایک مٹی جیسے پوسہ ہوئی
 تھی، ایک ایک مٹی جیسے بھی میسر نہ ہوتے تھے۔

علامہ آزاد بکراہی نے جو لکھا ہے اس کی کلیتہاً تردید آج دعائی سو برس کے بعد کن کر سکتا
 ہے، البتہ لائق امام الدین اور ان کے کہنے کی حد تک علامہ بکراہی کا برہان الملک اور صفدر جنگ
 پر منبلی جاگیر کا الزام صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

علامہ غلام علی آزاد بکراہی نے برہان الملک اور صفدر جنگ کی معافیوں اور گزادے ضبط کرنے
 کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، عام طور پر اس کو حجت بحوث صحیح سمجھا گیا ہے اور اس کی بنیاد پر بڑی بڑی
 تاریخی عمارتیں مورخوں نے بنائی ہیں، علامہ کا دعویٰ قصبہ بکراہی کی معافیوں اور گزادوں کی حد تک
 تو صحیح ہے اس لیے کہ اس قصبے کے عزیزین اور معافی داروں سے اور برہان الملک کے کسی نہیں بنی
 اور ان کے گزادے بلاشبہ ضبط ہو گئے، جس کی جرأت مندانہ فریاد بادشاہ دہلی تک چھٹی اوندہ ان سے
 بجالی کے احکام بھی نافذ ہوئے، یہ تفصیل تاریخ خطہ پاک بکراہی (مؤلفہ جناب شریعت الحسن بکراہی)

۵۔ لاء صاحب وغیرہ کے نام مشترک طور پر - دو درپہ یومیہ

ازد سے قرآن ہری سر لیدہ خاں بندہ فرخ سیر بادشاہ غازی۔

بہر حال لائق امام الدین فرنگی علی کا ذریعہ آمدنی منفرداً، اگر تھا تو دو درپہ یومیہ والا فرمان
 تھا، یہ دو درپہ عہد فرخ سیر تک غنڈو رتسا را ہو گا، اس کے بعد محمد شاہ بادشاہ کا لیا دور آتا ہے
 جس کے دوران صوبہ اودھ میں وزیر الملک نواب برہان الملک کا اقتدار قائم ہوا اور علامہ
 آزاد بکراہی کے الفاظ میں :-

۱۰۔ آں کہ برہان الملک سعادت خاں یہاں تک کہ محمد شاہ بادشاہ دہلی کے
 ریشا پوری اور غازی ملوں محمد شاہ حاکم عہد کے شروع میں برہان الملک
 صوبہ اودھ شدہ وظائف سعادت خاں ریشا پوری صوبہ اودھ کا
 وسیع و کثرت خاوندانہ تسلیم و حاکم ہوا اور تمام پرانے اور نئے
 جدید یک قلم ضبط شد و کار شرفا و نجباء خاوندوں کے وظائف اور جاگیریں
 پر پریشانی کشیدہ و اضطراب معاش مردم یک قلم ضبط ہو گئیں، شرفا اور نجباء کے
 آں حیار از کسب علم باز دست کشیدہ لیے زندہ رہنا مشکل ہو گیا، معاش کی
 انشد و انالیہ راجون بھاریوں سے تنگ آکر اودھ کے لوگوں
 و بعد از قتال برہان الملک زبنت حکومت نے حصول علم سے ہاتھ اٹھا لیا
 بہ خواہر زادہ اور منصور خاں صفدر جنگ انشد و انالیہ راجون
 وسیع و وظائف و اقطاعات پرستور برہان الملک کے انتقال کے بعد اس کے
 زیر ضبط ماند داسین تحریر کتاب بھائیے اور منصور صفدر جنگ کے ہاتھوں
 اس دیار پامال حوادث نہ گذارست میں حکومت آئی، وظائف اور جاگیریں
 و آثار کلام، جن کی تصنیف کے اختتام کا بدست ضبط رہیں، اس کتاب کی تصنیف
 سال ۱۳۳۶ھ ہے، جو صفدر جنگ کی حکومت کے وقت تک اس دیار کے لوگ

کے صفات ۱۵۰۲۔ ۱۵۰۳ میں جاکتی ہے، لیکن علامہ آزاد نے برہان الملک اور صفدر جنگ کے درمیان حکومت کے سلسلے میں جو عام فیصلے دیے ہیں، وہ درست نہیں معلوم ہوتا ہے۔ جہاں تک ملائے فرنگی محل کا معاملہ ہے، نظام الدین اور ان کے برادر زادگان کا احمد علی اور لاہور کے گزرتے اور معانیوں کے بارے میں برہان الملک اور صفدر جنگ کے پرانے جنگ پر چڑھیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قبیلے کی زندگی میں نہیں آئیں۔

برہان الملک کے زمانے کا پرانا نام صاحب کے برادر زادگان سے متعلق ہے جو حسب ذیل ہے۔
 "پروانہ بہر قریب برہان الملک بہادر اور قریب آبادی بہت دوسرے شہر شاہان مشہور مطابقت
 ایک ہزار ایک سو چوبیس ایک ہجری ۱۱۳۵ء بنام عزت و انعام درگاہ شہزادہ صاحب
 اعلیٰ باشند وکیل فرزند شیخ محمد سید میر قلی الدین شہید سہادی الناس خود کس بات
 بلا نظر فرماں عہد مبارک پروانہ عدم مزاحمت موضع سیام پور نزد قلعہ پرگنہ حویلی ہرنچ
 و جمہد معاش مولانا بنام بکرال دکن از سرکار حاصل نوہ فی الحال کن و انعام درگاہ پڑا
 محمد علی خواجہ درگاہ، نوشتہ خود، لفظ اعلیٰ کی گزرتی کہ برہان علی و پروانہ سرکار میں
 آئندہ نسبت لکھتے تھے و تقریر عزیم و تفریق خود اگر گزرتی"

یہ پروانہ محمد شاہ بادشاہ دہلی کے گیا دھریں سے جلوس میں لایا گیا اور اس پر خاتم شمس
 مصطفیٰ قاضی "نام پڑھا نہیں جاتا کی ہر ہے، اور ہر کے نیچے" مطابق "املا" لکھا ہوا ہے۔
 اسی موضع سیام پور نزد قلعہ پرگنہ حویلی ہرنچ کے سلسلے میں جو لاہور احمد علی اور لاہور
 فرزند لاہور سید میر قلی الدین شہید سہادی کے گزرتے ہیں تھا، وہ پروانے قریب بہادر
 خان بہادر صفدر جنگ کی مہر سے شیخ عبد اللہ اور ان کے خاں کے نام ہیں، دونوں کا معنون تقریباً
 وہی ہے جو برہان الملک کے پرانے کا ہے، ایک کے پرانے کی تاریخ ۱۱۳۵ء ہجری ۱۱۳۵ء
 مطابق ۱۷۲۲ء ہے، اور دوسرے کی تاریخ ۱۱۳۵ء ہجری ۱۱۳۵ء مطابق ۱۷۲۲ء
 دوسرے پروانے کی مہر پڑھی جاتی ہے، "خادم شہزادہ محمد قاضی سید غلام رسول"

نظام الدین کے دور و دور میں یومیہ سے متعلق برہان الملک کا ذکر بھی پروانہ نہیں ملتا، لیکن
 ان کے جانشین ذوالاب صفدر جنگ کے پروانے کی نقل خاتم شمس قاضی حبیب اللہ کی مہر کے
 ساتھ موجود ہے، جس کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"پروانہ بہر ذوالاب ابو منصور خان بہادر صفدر جنگ از قریب آبادی بہت دوسرے شہر شاہان مشہور
 شہزادہ صاحب (نام ہے) بہادر میران من و اکمل حقان و سعادت آگاہ صاحب العلوم مولوی
 نظام الدین الناس مولود کہ درود پیر یومیہ بلا تصور بنام مسلفان مشارالہ از تحصیل ال
 پرگنہ حویلی کھنڈا تقریر است و اما حال یافتہ آمدہ اللہ و لا یرکب الا برادر پروانہ محمد بنام خودی
 خواہند و ہی باب نوشتہ شود بنام برکن اللہ و لا یرکب الا برادر پروانہ محمد بنام خودی
 سابق سرکار از محل قدیم می راہ باشند و ہر سال پروانہ عید لعل بندہ"

ذوالاب صفدر جنگ کے نائب راجہ نول رائے جو اپنے منصب کی عدم موجودگی میں حکومت اور
 کے سپاہ و جمید کے اگلے رہتے تھے، وہ بھی ملائے فرنگی محل کی مدد معاش اور معانیوں سے کبھی
 متضرع نہیں ہوتے، ان کے زمانے میں حویلی فرنگی سے متعلق ایک اور معنی کا تفسیر بھی ملتا تھا،
 جس کے سلسلے میں فرزند لاہور مولوی قلی الدین شہید کے وکیل نے راجہ نول رائے کی عدالت میں
 استغاثہ بھی کیا تھا، جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"ہمارا راجہ سلامت! و انہ نامی قدس زمین متعلق حویلی فرنگی بدست شیریک و جان بیگ
 فرزند و امیران کشمیر ہر چند کہ مولوی صفدر نویم اثر نہ کر، لاچار شدہ بجناب
 عالی مرتبت کریم و متعلق خاص مزین شد کہ اول حق صفدر گزرتی اگر جواب بدہ و گزرتی شیریک
 وغیرہ بر دستخط خاص محل مذکورہ بذریعہ گزرتی، امیدہ افضل و کم است کہ سرکار از سرکار
 متعین شود یا بنام شمس دست محمد امیر شود کہ زمین شیریک بہادر و حوالہ امر و ان سپاہ و حق
 خداوان کشمیر از پرانہ معنی وکیل فرزند لاہور مولوی قلی الدین شہید"

اس عرض پر کوئی مہر بھی نہیں ہے اور تاریخ بھی نہیں ہے، لیکن اس عرض پر نائب صوبہ

ہمارا جو نول رائے نے جو حکم دیا ہے اس سے تالیخ وغیرہ معلوم ہو جاتی ہے نائب صوبہ ہمارا جو
کے حکم کی نقل "مطابق باصلہ" خادم شہنشاہ محمد تقی الدین کی فکر کے ساتھ موجود ہے، مگر یہ "مطابق باصلہ"
کنہ ہے، پنج میں محمد تقی الدین خادم شہنشاہ کا نام ہے اور نام کو احاطہ کیے ہوئے یہ عبارت ہے۔
"قل جاء الحق و ساقط الباطل ان الباطل كان زهوقا فقل الحق و لا زهوقا"
آراضی متصل حویلی سنہ ۱۰۸۱ کے سلسلے میں نائب صوبہ ہمارا جو نول رائے کی ہرے حسب فی
حکم صادر ہوا۔

"اذا غادر جاسم بخت دوم و رابع الاول سنہ مطابق سنہ ۱۰۸۱ء آئندہ متعین
ہات مال و منتقال حویلی لکھنؤ، اند حویلی فرنگی مع اکنہ و زمین متعلق محدودہ طرف مشرق
بکونچہ نافذ ہوگا، جسٹس بیت المال اور حضرت خلدکان (یعنی اورنگ زیب) پرانے برون
مخالف و معارضت آگاہ جامع العلوم مولوی نظام الدین اور دیگر فرزندان مولوی قطب الدین
شہید بر محنت فرمودہ و ریخہ لا رافہ نامی باغوانے بعض دعویٰ زمین متعلقہ اس نمودہ لہذا انکارش
میرد کہ دعویٰ اور بے حساب و باطل است زمین مذکور بھی مذکور بغیر ذان مولوی قطب الدین
شہید بجال و برستار و است و احدی مزاحم ہستون نکرود۔

استغاثہ یہ تھا کہ رافہ نامی شخص نے جو زمین "متصل حویلی فرنگی" شیرریگ وغیرہ کے رافہ
بیچ ڈالی ہے، اس پر حق شفعہ فرزندان لا قطب شہید کا ہے، لہذا حق شفعہ کے تحت یہ زمین فرزندان
لا قطب الدین شہید کے رافہ پہلے فروخت کی جائے اگر وہ لینے سے انکار کریں تو دوسرے کے رافہ
فروخت کی جائے گی ہے، اس استغاثہ پر بھی حکم ہوا کہ پہلے فرزندان لا قطب شہید کو خریداری کا موقع دیا
جائے مگر رافہ نامی نے اپنے خریدار شیرریگ وغیرہ نے اس حکم کی پروا نہ کی، حالانکہ وہ دستخط خاص
سے مزین تھا یعنی ہمارا جو نول رائے نائب صوبہ کے دستخط سے جاری ہوا تھا، فرزندان لا قطب کے
وکیل نے دوبارہ عرضی دی کہ شیرریگ وغیرہ حکم پر عمل نہیں کر رہے ہیں، اور زیر دستی زمین پر قبضہ
کر لیا ہے۔

نائب صوبہ نے دوبارہ جو حکم دیا وہ یہ کہ "حویلی فرنگی مع مکانات و زمین متعلقہ" تاکونچہ نافذ
مطلوبہ مکان اورنگ زیب نے ملا نظام الدین اور دیگر فرزندان لا قطب الدین شہید کو رہنے کے لیے
محنت کی تھی و رافہ نامی نے جو دعویٰ کیا ہے کہ زمین اس کی ہے (اور اسے دوسروں کے رافہ فروخت
کر دیا ہے) یہ سب دوسروں کے اگسٹ سے کیا ہے، رافہ کا دعویٰ باطل اور بے وزن ہے، زمین
مذکور لا قطب الدین کے فرزندان کے نام بجال کی جائے اور کسی شخص کو اس سے مزاحم نہ ہونے دیا جائے۔
آراضی کا یہ معاملہ ملا نظام الدین کی عمر کے آخری دور میں پیش آیا یعنی ان کے وفات سے
پارے چار سال قبل۔ یہ ادارہ میں معذور جنگ کی وزارت کا اور ولی میں محمد شاہ بادشاہ کی حکومت
کا زمانہ تھا۔ معذور جنگ ہی کے زمانہ وزارت میں ملا نظام الدین کا انتقال ہوا۔

ایک قدیم تحریر یہ اور دستیاب ہوئی ہے، جس کی ہر صحت نہیں ہے، صرف خدایار
کے شے ٹے الفاظ پڑے جاتے ہیں، جو ملا نظام الدین کی مدد و معاش سے بالواسطہ تعلق رکھتی ہے،
یہ ایک خط ہے جو خدایار نامی، سرے بھولی (دگر بھی بھولی) کے تعلقہ داروں کے نام لکھا ہے اور
ان کو تنبیہ کی ہے کہ ملا نظام الدین کے امین سے مزاحمت نہ کریں، خط کا متن اس طرح ہے۔

زبدۃ الاقران چودہ سال تک جاسی وغیرہ تعلقہ دار بھولی معلوم نہایت

چون پرانہ و آراستہ ایہ مولوی نظام الدین... آراضی موضع محمد پور وغیرہ از خضد رسید
و قبولیت شہایاں باخلاق بخت و ہزار و پسیہ خالصہ مع محمد پور و غیرہ رسید و موالت مانی
کو از بدین یا منہ و قبولیت گزشتہ اردہ بجال نہایت و نیز چنگ شہایاں حاضر دست کہ مانی
اذا بہ مزاحمت خود ہم رسیدہ ظاہر آن زبدۃ الاقران از ایہ مولوی مزاحمت می رسانند
مناسب ندارد و بیجا می نماید، اگر محبت خود پیش و بگتے پیش رفت ہو میں ہم چنین
گفتن و محبت پراچ نمودن خوب نیست زیرا کہ مزاحمت ایہ مولوی نہ کنند حصول
موضع مطہر احلال مولوی مذکور نہایت داری باب تاکید ملحق دانستہ مع اسطہ بقبول آمد
و قبولیت موضع محمد پور کہ سابق و حسن شدہ پور حوالہ آن زبدۃ الاقران شدہ واضح باد۔

صاف عیاں ہے کہ موضع محمد پور وغیرہ میں ملا نظام الدین فرنگی علی کا "ایہ" تھا، یعنی
 معانی تھی، جس کا سالیانہ ملا صاحب کو ملنا چاہیے تھا، گرامی بھول کے قلعہ داروں کی طرف
 مزاحمت ہوتی تھی، یہ معاملہ حکام بالا کے علم میں آیا تو انھوں نے قلعہ داران بھول کو سرزنش
 کی اور ان سے بچکے، لیکن آئندہ ایسا نہ ہوگا، بچکے کے بعد بھی مزاحمت ہوتی رہی، جس کی
 شکایت حکام بالا تک پہنچی تو یہ تنبیہ کا خط بھیجا گیا کہ "یہ حرکت نامناسب اور سرسبز بجائے
 اس حرکت کے جواز میں قلعہ داروں کی طرف سے جو دلائل دیے گئے ان کو کبھی خطا میں پس
 دلیل قرار دے کر متنبہ کیا گیا کہ یہ ڈھنگ نازیبا ہے" اس کے بعد آگاہی دی گئی ہے کہ "مسلم
 نظام الدین کے ایہ گزارہ معانی، اسے ہرگز مزاحمت نہ کی جائے اور موضع مذکور کی آمدنی ملا
 صاحب کے حوالے کی جائے۔"

"ایہ" نعل بادشاہوں کے: ہمارے میں اس گزارہ کا نام تھا جو عالموں اور درویشوں کو
 دیا جاتا تھا، بہر حال ملا نظام الدین کا موضع محمد پور میں "ایہ" تھا، قبضہ دیوی میں ایک سو بارہ
 بیگمہ اور اسی کی معانی تھی، اور پہلے ایک روپیہ پوسیدہ پھر دو روپے دیویہ کار و زمین تھا، ایسے
 قدیم فرامین اور پروانہ جات سے معلوم ہوا ہے جو خواب و خشت حالت میں اب بھی موجود ہیں۔
 ملا صاحب کی یہ تمام آرنی مخرج و اخراجات طلبہ و دار و معادروہ البتہ "یعنی طلبہ
 آنے جاتے والے اور اہل و عیال کی خبر گیری، قیام و طعام کے لیے تھی۔

یہاں یہ ضمانت بھی ہے موضع نہ ہوگی کہ اسی طرح کی مدد معاش اور زمین وغیرہ
 ملا نظام الدین کے دوسرے بھائی بھتیجوں کے لیے بھی جداگانہ طور پر مقرر تھی، جیسا کہ اس وقت
 تک موجود بعض فرامین اور پروانہ جات سے ظاہر ہوتا ہے، ملا نظام الدین کے بھیلے بڑے بھائی
 ملا محمد سعید کے دونوں صاحبزادوں ملا احمد عبد الحق اور ملا عبد العزیز کے نام موضع شام پٹنہ و
 پرگنہ جولی بہار میں "کا ایک پروانہ ہے جس پر" ہاشم خان فدوی محمد شاہ بادشاہ غازی کی "مہر"
 بہت ضمانت ہے، دوسری مہر پر بھی نہیں جاتی ہیں، صرف "نعمت خان" قدرے ضمانت جو۔

درجہ معاش جات افضل و اکمال شیخ احمد عبد الحق و شیخ عبد العزیز پسران فضائل و کمالات
 تربیت شیخ محمد سعید مرحوم و لوقدۃ العارفین زیدۃ الدین ملا قطب الدین شہید "یہ موضع مقرر
 کیا گیا تھا"

اس طرح ملا نظام الدین کے چھوٹے بھائی ملا محمد رضا کے لیے "خزانہ عامرہ سرکار کھنڈہ
 صوبہ اودھ" کے گشتوں اور مشغولوں کو حکم دیا گیا تھا کہ:-

"ہر سب فرمان و الا نشان بندگان حضرت بادشاہ زمین و زمان علیہ مددات نشان
 ذریعہ امن و امن وسیلہ آرامش مالان نقل و نقل ویزہ متوالی..... نظر و تم پر صاف
 رحمت و رحم و فروغ و بانی معانی جان باقی..... مرقوم و ہم شریعہ و مرید سہ
 آئندہ و پر بلا قصور..... ضمانت ویزہ و خزانہ عامرہ مذکورہ و خزانہ صفر مستند درجہ
 معاش ملا محمد رضا ملا قطب الدین شہید صاحب الفضل مقرر گشتہ ایہ کہ مطابق فرمان
 ملا صاحب علی احمد پور سے ملوہ راہی و سائید باشندگان را معرفت معیت خودہ و ملا دولت
 و بطور و نشان نماید و اگر عمل و دیگر چیز نہ دست باشد آؤنا اعتبار نہ کنند۔"

اس پر ملنے پر دوسری ہیں، ایک "معلم خان خانان ظفر جنگ" یا ر و قادر فدوی شاہ عالم
 بادشاہ غازی "دوسری" محکم الدولہ بندہ شاہ عالم بادشاہ غازی کی، پھر اسی حکم کی تجدید ایک
 دوسرے پروانے کے ذریعہ محمد فرخ سیر میں ہوئی ہیں، قطب الملک حسین الدولہ سید عبد الفتاح خان جلالہ
 ظفر جنگ سید سادھو یا ر و قادر فدوی محمد فرخ سیر بادشاہ غازی کی ضمانت مہر ہے، اس مہر پر ۱۲۵۵ھ

اس طرح ملا نظام الدین کے سب سے بڑے بھائی ملا محمد اسعد کے لیے پرگنہ سہالی میں اعمال
 سرکار کھنڈہ "صوبہ اودھ" کے حکام و چوہدریان و قاضی گویان کو ہدایت کی گئی تھی کہ سب
 پنجاہ ایک ہزار دھام و زر پرگنہ مذکور..... کیا اگر شیخ محمد اسعد ملا شیخ قطب الدین مقرر گشتہ: اس پرانے
 پرنسیر الامرا و بندہ عالم گیر بادشاہ غازی کی مہر ہے، اور اس کے تحریر، ہر سب ملا نظام الدین شہید

عالم کی تخت نشینی کے پچاسویں سال، گویا اس کے بالکل آخری زمانے میں یہ فرماں ہوا تھا، پھر اسی فرماں کی تجدید آصف الدولہ بندہ شاہ عالم بادشاہ غازی کی ہر سے اور خان خانان ہمارے نظر جنگ خدیو شاہ عالم بادشاہ غازی کی ہر سے ہوئی۔

ان موجودہ قلم فرماؤں اور ہر اذن میں بعض ایسی دستاویزیں ہیں جن پر خود بادشاہ وقت کی ہر سے، بعض پر صرف اندازے سلطنت کی اور بعض تحریریں ایسی ہیں جن پر بادشاہ یا وزراء میں سے کسی کی ہر سے نہیں ہیں، جیسے منشی شہر محمد غوث کی ہر والا پر دانہ، اس سلسلے میں یہ جان لینا ضروری ہے کہ عہدِ عظمیٰ میں احکام جاری کرنے کے مختلف مراحل تھے، روزانہ دربار میں بادشاہ کی غرض سے جو احکام صادر ہو تھے یا جو واقعہ پیش آتا، ان سب باتوں کو دربار میں موجود "واقعہ نویس" لکھ لیتا تھا، اس کو روزنامہ "کے" تھے جو اصل انعام میں اس امیر کی نگرانی میں لکھا جاتا تھا جس کی اس دن ڈیوٹی ہوتی تھی، متعدد واقعہ نویس دربار میں ملازم ہوتے تھے جن میں سے دو کی ہر سے روزانہ ضروری ہوتی تھی، دن بھر کا روزنامہ، جس امیر کی نگرانی میں واقعہ نویسوں نے لکھا ہوتا، شام کو دیا میر اسے بادشاہ کے سامنے پیش کر کے اس کی آخری منظوری حاصل کر لیتا تھا، بادشاہ کی منظوری کے بعد یہ روزنامہ منشیوں کے حوالے کر دیا جاتا تھا جو ہر حکم اور ہر اطلاع کی ایک ایک نقل تیار کر کے اس پر اپنے دستخط بھی ثبت کر دیتے تھے، اس پر پوراچی (پوراچی) لکھنے والا بھی ایسا حکم جس پر شاہی ہر کی ضرورت نہ ہوتی تھی، میر غرض (دہ) عہدِ دربار جو عرضداشتوں سے متعلق اور کی انجام دہی کا ذمہ دار ہوتا تھا، اور اس امیر کے بھی دستخط ہوتے تھے جو پہلے یہ روزنامہ بادشاہ کے سامنے پیش کر چکا ہوتا تھا، تیار شدہ نقل یا "داشت" لکھاتی تھی، عام حالات میں اس طرح "فری کا" لکھی گئی ہو جاتی تھی، لیکن تقررات اور عطائے جاگیر کے سلسلے میں کچھ مراحل اور طے کیے جاتے تھے، یعنی یا "داشت" کے بعد منشیوں سے "دب" نقل نویسی، اسی کا خلاصہ تیار کرتے تھے، اس خلاصے پر واقعہ نویس (سالار دار) امیر جس کی نگرانی میں واقعہ نویس نے دربار میں روزنامہ قلمبند کیا تھا، میر غرض (دہ) عہدِ دربار کے دستخط ہوتے تھے، یا "داشت" و "فری" میں ہونا چاہیے

ہو، اسی اور خلاصہ متعلقہ اشخاص کے حوالے کر دیا جاتا تھا، اس طرح تیار کیا ہوا خلاصہ "تعلیقہ" کہلاتا تھا، اس کے تیار کرنے والے کو تعلیقہ نویس کہتے تھے، تعلیقہ پر وزراء سلطنت کے دستخط ثبت ہوتے تھے، اس کی ہر بھی تھی، اس پر شاہی ہر لگا، ضروری نہ تھا، جن احکام پر شاہی ہر ضروری ہوتی تھی ان میں اہم عہدوں پر تقررات کے احکام یا کسی شہزادے کے "تالیق" کا تقرر اور کسی منصب کا عطیہ وغیرہ شامل ہیں، فرجی خدمت کی شرط کے ساتھ اس کے بغیر عطائے جاگیر پر شاہی ہر ضروری ہوتی تھی، اسی طرح عطائے "سیہ" و "خال" یعنی و خاں اور خاں اور دھڑہ کی ضروریات کے لیے عطیات کے احکام پر شاہی ہر ضروری تھی۔

عطائے جاگیر کا تعلیقہ تیار کر کے دیوان جاگیر کے پاس بھیجا جاتا، جس پر جاگیر سے متعلق بات لکھنے کی ضروری ہوتی تھی، اگر یہ جاگیر فرجی خدمت کے لیے دی جاتی تو تعلیقہ جاگیر پر لے لے پختی کے اس (دگر) اور فرماں بھیج دیا جاتا تھا، جو ان شرائط کی تکمیل کا ذمہ دار ہوتا تھا، کسی جاگیر سے متعلق ہوتی تھیں، تعلیقہ کو اپنے پاس رکھ لیتا، اور ایک تصدیق نامہ تیار کر لیتا تھا جسے سرخط لکھتے تھے، جس پر پختی کے دستخط ہوتے تھے، پھر یہ سرخط دیوان (دگر) اور برائیاں لے پاس بھیجا جاتا تھا، جسے وہ خود اپنے پاس رکھ لیتا تھا، اور اس سے وصول کی جانے والی آمدنی یا سارے رقم کا حساب تیار کر کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیتا تھا، "سیہ" و "خال" سے متعلق فرامین متعلق دستخط کنندہ حرا بات یا "دب" کے دستخط ہو جانے کے بعد حکم اور مذہبی کو بھیج دیے جاتے تھے، "ہماں" ان (دراج) دیوان سعادت کے "فردن" (بستر) میں ہوتا تھا، اور ان پر سند (دہ) سند (دہ) علی عہدِ دربار جو علماء اور دوسرے اہل حاجت کو وظائف اور جاگیر عطا کرنے کا اختیار رکھتا تھا، دستخط ہوتے تھے، "آخر میں دیوان کی سند (دہ) اس پر دستخط کر لیتا تھا، اگر نقد رقم ادا کرنے سے متعلق کوئی حکم جاری ہوتا تو اس پر معمولی فرمان کی طرح عمل ہوتا تھا، لیکن ناظر (عہد) اور نظرانی کے دستخط کے بعد دیوان بیہات (سرکاری) ان (دراج) اور کارخانوں کا دیوان کے پاس جاتا اور منشیوں اور دیوان کے ہاتھوں سے گزر جانے کے بعد اس پر خان (دراج) دھون

آج کل اصطلاح میں اعلیٰ امینٹ افسیر کہہ سکتے ہیں، کی ہر اور دستخط ثبت ہوتے۔ بعض احکام بادشاہ کی خدمت میں نہیں بھیجے جاتے تھے اور نہ ان پر شاہی مهر لگائی جاتی تھی یہ احکام بیگمات اور شہزادوں کی مقررہ خواہوں، دیوان سعادت (محکمہ امور مذہبی) کے زیر تحویل و نظیفوں، امدیوں اور شاہی کارخانہ جات کے بعض ملازمین کی تنخواہوں کے سلسلے میں جاری کیے جاتے تھے، پر اپنے بادشاہ کے حضور میں اس کی ہر کے لیے پیش نہیں ہوتے تھے یہ ساری تفصیل غلام ہے ڈاکٹر ابن حسن مرحوم کی قابل قدر کتاب "دولت منلیہ کی سہیت مرکزی" کے متعلقہ مباحث کا جو ۱۹۵۸ء میں مجلس ترقی ادب انکلب روڈ لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

فتویٰ نویسی: علمائے فرنگی محل جب سے لکھنؤ میں آباد ہوئے، غیر سرکاری فتویٰ نویسی ان کے لیے درجہ اولیٰ شہر اور بیرون شہر سے ان کی خدمت میں استفتے آتے اور ان کے جوابات علماء امر گروہ علمائے فرنگی محل کے دستخط سے جاتے، فرنگی محل میں اولین عالم اور مفتی ذوالکمال ملا نظام الدین کا ایک فتویٰ ڈھائی سو برس سے زیادہ گزر جانے کے باوجود آج بھی بعینہ موجود ہے، اصل سوال بھی اور ملا صاحب کا دستخط سمیت جواب بھی جس کی نقل یہ ہے۔

سوال: چو فریاد ملا علی دین در صورت کے زیر مکتبہ خود بہ عمر بہ خود خالہ دعویٰ

فتویٰ نایہ پس دین صورت دعویٰ خالہ متوجہ می شود یا نہ؟ اجزا اولیٰ و ثانیہ

جواب: رقل اللہ یفتیکم منہ جہنمی شود و اثر اہم کتب نظام الدین محمد تہاد از اثر من بیانات

اس سوال و جواب پر کوئی تاویل نہیں ہے۔ قیاس سے تقریباً ڈھائی سو سال قدیم فتویٰ قرار دیا گیا ہے اس لیے کہ ملا صاحب کی وفات ہی کو اس وقت دو سو بیس سال ہو چکے ہیں۔

ملا صاحب کے شاگرد رشید اور مفتی شہر لاہور مفتی محمد یعقوب فرنگی محل کا بھی ایک فتویٰ بعینہ محفوظ رکھا گیا ہے، بلاشبہ دو سو سال قدیم ہے۔ اس پر نام محمد ولی فرنگی محل کے بھی دستخط موجود ہیں، جن کی وفات کو ایک سو پانچ سال گزر چکے ہیں، اس کی نقل بھی دلچسپی سے غالی نہ ہوگی

سوال: چو فریاد ملا علی دین اندر میں صورت کے شخص مسجد را بنا کر وہاں دکان ہے از چند مدت خواب و خلعت افتادہ است دوران باکر بنائے مسجد است آبادانی ہم نیست حالہ در شاہی مسجد شخص دیگر را اجازت کردہ از خشت این مسجد افتادہ مسجد دیگر را بنا کر در آنجا کباباں است پس شخص دیگر را ہی رسد کہ مسجد بجائے خود کہ آباد است بنا کنند یا نہ؟ اجزا اولیٰ و ثانیہ

جواب: رد المحتار صواب الاجازت و ردہ باقی ذخیرہ قاضی دوست اریست و اخیر علم کتبہ محمد یعقوب غفر اللہ عنہ و کفر من سید

الجباب المقدم صلیح کتبہ خادم الطبع محمد ولی تہاد از اثر من بیانات

احد ابان اجاب واقفہ اعلم بالصواب (مہر مفتی شریع غلام حضرت)

اس فتویٰ کے ساتھ ایک دلچسپ اور بہت قدیم فتویٰ بھی منسلک ہے جس پر ایک مہر بھی ہے جن میں صرف ایک مہر بہت صاف پڑھی جاتی ہے۔ یہ ہے ملا عبدالسلام دیوی کی جو ملا نظام الدین کے والد ملا قطب الدین شہید کے غالباً اور ملا قطب شہید کے والد ملا عبدالحکیم کے لطیفاً استاد ہیں، ان کے مہر کی عبارت ہے "خادم اعلاء الشیخ عبد السلام الامامی الکرمانی" یہ تحریر ساڑھے تین سو برس قدیم ضرور ہے، اور اس سے بھی پرانی ہو سکتی ہے، مثلاً نکاح فاسد سے متعلق ہے کہ نکاح فاسد کے ذریعہ شوہر پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، سوال محفوظ نہیں رہا ہے۔ جو اب موجود ہے جس میں مختصر قافیہ سے عربی کی عبارت نقل کرنے کے بعد فاداسی میں یہ لکھا ہے "چون ثابت انصب شدہ وارث نیز شود۔"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑے نزاعی قضیہ میں علمائے زمانہ سے رجوع کیا گیا تھا، اگرچہ اجماع مسئلہ پر جیدہ نہیں ہے، پھر بھی ائمہ علماء کی مہر پر بتا رہی ہیں کہ معاملہ جس کے بارے میں سوال کیا گیا ہے، خاص اجماع رکھتا تھا، مہر میں اتنی زیادہ اس سبب یہ نہیں کھلتا ہے کہ جواب کس عالم کا تحریر کیا ہوا ہے، بہر حال ملا عبدالسلام دیوی کی مہر اس سلسلے میں بہت اہم اور تاریخی ہے۔

نظام الدین کے زمانے میں اگرچہ ان کے بھائی کے پوتے لاہوری محمد یعقوب مسکین
 اور مفتی شہر قرار پائے تھے، جو راجہ دل رائے نائب صفدر جنگ کے وزیر عدالت میں ان
 کے پاس موجودہ کرمالات کے بارے میں شہرعی فیصلے راجہ کو بتاتے تھے، لیکن غیر سرکاری
 طور پر لا نظام الدین کے فتووں کو اہمیت حاصل تھی، لا نظام الدین کے بعد ان کے معاصرین
 علامہ علوم کے دستخطی فتووں کو مقبولیت دیا، علامہ علوم کے ترک وطن کے بعد ماحسن قرنی علی
 کی طرف عام دھماکا ہوا اور ان کے فتووں کو معتبر مانا جاتا رہا، یہ تفصیل رسالہ تطبیق صفحہ ۱۸۱ پر
 ابن لاجر العلوم میں درج ہے، جس کا اعتبار بھی اوپر کر چکا ہے، مفتی محمد یعقوب قرنی علی جو قرنی
 کے چلے سرکاری مفتی شہر تھے، راجہ دل رائے کے بعد (۱۸۵۵ء) نظام عدالت درہم برہم ہو جانے
 کے نتیجہ میں خانہ نشین ہو کر کئی طور پر فتوے دیتے رہے، ان کے بعد ان کے چھوٹے معاصرین
 مفتی احمد ابوالرحم فتوے دیتے تھے، قرنی علی میں مفتی محمد یعقوب کی شاخ کے علما میں علامہ
 دین و دین کے فتویٰ نویسی خاص دیکھا ہے، بیٹے مفتی ابوالرحم کے بعد مفتی محمد اصغر (مفتی ابوالرحم
 کے بھتیجے) ان کے بعد مفتی محمد اسف بن مفتی محمد اصغر مولانا امین اللہ پھر ان کے بیٹے مولانا
 عبید اللہ بن مولانا امین اللہ پھر مولانا عبدالحی بن مولانا عبدالحلیم فتوے دیتے رہے، حکومت
 اودھ میں مفتی محمد یعقوب، مفتی محمد اصغر، مفتی نادر اللہ، مفتی محمد اسف، مفتی محمد نعمت اللہ
 اور ملا محمد حسین، اپنے اپنے ذمے میں مفتی عدالت رہے،

خط لا نظام الدین کے دستخطی فتویٰ کے علاوہ میں کی نقل اوپر گزری، ملا صاحب کے
 لکھے ہوئے چار خط بھی عینہ موجود ہیں، اور چند خطوط کی نقلیں بھی، چاروں اصلی خط قاضی قلی محمد
 (سترکی) کے نام ہیں، اور خطوط کی نقلیں بھی ان ہی قاضی قلی محمد سترکی (مطلع بابہ سنگی) سے
 متعلق خطوط کی ہیں، یا تو وہ خود ان ہی کے نام یا ان کے سلسلے میں کسی صاحب اثر عہدیدار کے نام ہیں۔
 ملا صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا پہلا خط (۱)

برادر شہر — شریعت پناہ قاضی قلی محمد علی، بعد سلام و دعوات جمعیت ہو یا

ی گروہ کو بیان دیا، نہ انجا ہتھ نہ لازم است، لازم کہ ایک جانہ دو قالب شدہ نہ بہ
 اور مستقل شان کار کے خود دانستہ، رسائی و افزہ و مشکوہ پر دانتہ صورت قبولیت
 گروہ دربر مادہ تاکا نہشتہ آہ لازم است، اندک را بیا رقصہ نمایند زیادہ زیادہ است
 و السلام

نہر خط (۲)

شریعت پناہ قاضی قلی محمد علی سلام است، لا نظام الدین بعد سلام و دعوات
 جمعیت ہو یا، گروہ ترک حضرت غوث اعظم قدس سرہ العزیز و ربہ من لا یدہ پر سر نہادہ شد
 غنا آراء و رسالت یاد و یگو از خواہش تمام قلی آنکہ نفسانیت و کینہ و اجاواں بسیار
 بسیار رخصت و نیمہ است، ہر گاہ غلام مسعود در ترک سبزی علی اللہ علیہ السلام و در سبزی
 اول و صحت کردہ، اول قبول نہ کردہ، خوب نہ کردہ، حال لازم سلام علیک در میان آندہ، و تقریباً
 چنانچہ وجہ از وجہ شادی و تقریب عنایت عامہ عرس و غیرہ با یکدیگر ملاقات نمودہ باشند
 از خود یافتہ و اشتکات نہ کنند و صورت اشقی مد نظر داشتہ باشند زیادہ است، و السلام
 دانتہیں تر چھی کچھ سلطان ہیں جو بچے کا غد جوڑنے میں ادھوری رہ چکی ہیں)

نہر خط (۳)

شریعت پناہ قاضی قلی محمد علی سلام و دعوات جمعیت ہو یا، آنکہ بندہ
 دلی است در سبب اوقات بقی رفاہ ہے چارگان و نہات مظلومان است آخر بندہ ام عاجز
 حق تعالیٰ جن وقت بجا است انشاء اللہ تعالیٰ اگرچہ اس زمانہ اخیر سے گزرتہ کمال فکر
 نظر عنایت و امن و امان خواہ فرمودہ لا تقطع امن و رتہ اللہ را تا یحسان نہ باشد کار و داراں
 غم خورد و السلام

چوتھا خط (۴)

برادر خیر السلام — برادر شریعت پناہ قاضی قلی محمد علی سلام

بیدار و دجوات و فرخ آنکه شرفی در دین و پدید رسیده و خانه آباد و برکت باشد و خطایر خدا یار خان
نوشته شد ایامه قوام است که تاج آید و قدس از قسم شک خیزد چنانچه در وقت و جری
عده نه نیافته باشد اهل طاعت و زبانه و جیت و اسلام از عهد خود و کمال و عا سلام بر خود و این
و علت آنکه پال نه باشد و پس نادر رسیده گرفته شود و چنانچه باشد
و اما صاحب که غلبه کی انقیاس و چو شکار محمد اشرف سترگمی نه شمس العلماء مولانا محمد نعیم که ارباب
کی تحقیق و شمس العلماء که بنشیند و در پرتو تو لانا محمد ناصر فرنگی علی کے پاس محمد ظاہری
در مکتوب الیہ لانا محمد اشرف مولوی

بسیار خیر و سلام و تعالی جمع فضائل عقلی و نقلی و اخلاقی و شریعی و سلاطین و تعالی

و در اسلام و دجوات جمعیت مرصع و بر دای گرد که شریعت آب فرو نام قاضی قل محمد و آن جای
رسد و ابرام بخیر و خدمت سالی ظاهر نماید کار خود دست بقدر وسیع سامی و اقرب و مکتوبه
بفضل و توفیق در باب هر چه تعلق گردد و کثر از آن بود که در دل است و سلم فاسلم ثم سلم
و قد نظام الدین محمد

۲۴) بنام میر اکبر یار خان :-

باسم خیر و سلام و تعالی - مورد عنایت و ابد امن و امان و عظام مرصع و فضائل و حسن
خان و نشان پس میر اکبر یار خان سلاطین و تعالی و نظام طلب نظام الدین محمد نظام و
استاد خانه ترقیات و نقد و مرصع آن که شریعت و فضیلت آب قاضی قل محمد بنای فرزند
و فرزند آنکه در خدمت و الاطاعت متعلق بمقام و لب و صند و جگ میرزا و چند ساخت و رسیده
چنان است که توجه و حیدر و سر و قیام و سب و مبدول باشد و مرصع و نیمه و آن سوز و آینه و مبدول بوده
باشد و مکتوبه بسیم و رسد و زیاده جز تعلق مطلب هر قوم ملی جیت و سلم - در عنایات یمن
بر خود و شکار محمد اشرف حاجت نوشت جیت خودی خود توجه بپند و در باب جیاش از
خودش و لباس و ضروریات او آورده و در سیر باشد

خان میرزا محمد اشرف
عبد الواسع

در مقام الدین محمد اشرف
و در مقام الدین محمد اشرف

و در مقام الدین محمد اشرف
و در مقام الدین محمد اشرف

و در مقام الدین محمد اشرف
و در مقام الدین محمد اشرف

و در مقام الدین محمد اشرف
و در مقام الدین محمد اشرف

و در مقام الدین محمد اشرف
و در مقام الدین محمد اشرف

و در مقام الدین محمد اشرف
و در مقام الدین محمد اشرف

و در مقام الدین محمد اشرف
و در مقام الدین محمد اشرف

شریعت پناه امری قاضی قتل محمد سلیمان الصمد، بعد سلام و پنج آنکو تکلیک ملکہ اصل
باید مع ذلک اگر دعوی بصحت ہے معرفت است بہر و ملکہ اگر ان باید کہ معرفت در حال حیات خود تکلیک
نمودہ و قائلین و محضرت گردانیدہ است، اگر گرامان نہ باشند حق دعوی ثابت می شود لیکن حلف
بر ہے لازم است کہ نظام تکلیک نموده است و مرہ علم نیست، دانش علم بر خود ازان
سلام و دولت خوانندہ از احمد عبداللہی و عبدالحللی و محمد خود و کلاں سلام

(۱۳۲) بنام میان غلام مسعود باسمہ خیر الانصار

اغت پناه امری بس تہران میان غلام مسعود ملکہ الوداد، از نظام الدین محمد بعد سلام و
دعوات جمعیت و پنج آنکو قاضی قتل محمد را فرستادہ شدہ است برابر خود خوانندہ و منصب
تقاضا کے بہ صورت اجداد کلاں خوانندہ از اجداد کلاں دعوی الیہ تہا میں ذلک ایشان منستی شدہ
در غاضبہ خوانندہ افتادہ، اگر بالفرض مقتضای ترقی از بزرگان معفو است از خود ان خطا و
بزرگان خطا، از بس راہ امید قوی و دم کہ چہ گذشت گذشت و در بندہ و الحال و ابلہ و خلاص
را حکم نمودہ بدستور رسائی بحال کنانندہ از خود احسان کنندہ و این احسان برایی و امی
مستور است و شکری بس بعدیت کہ زبان و خامہ از ادلتے سے معترف، معجز است، زیادہ جز
خودت ان مطلوب و دیگر معیت۔ و السلام

(۱۳۳) بنام قاضی قتل محمد باسمہ خیر الانصار و تعالی

تعلیت و شریعت پناه امری قاضی قتل محمد سلیمان الصمد، بعد سلام و دعوات لائقہ و انفعی
گرد کہ شادی مبارک و مزاج بسیار ضعیف گزشتہ است، در ذلک اطلاع خوانندہ خود مرہ
اصل خوانندہ و ممول خوانندہ، انشاء تعالی و دایم بہر تقاضات طلبہ می سازند و دیکہ داند و دعوی
مفصل قتل باشد کہ دعوی لک خود بچہ سبب، آن زان جواب دشتہ پری و دہم ہم آدم بطلب
سکند و جواش دشتہ شدہ بود، اگر مسئلہ مطلوبہ امروزہ ہاں است مطابق نوشتہ سابق ملکہ
دانشدہ و السلام، از چہ خود کلاں دعا و سلام بر خود ان ماد و دعوات

(۱۳۴) بنام قاضی قتل محمد

شریعت پناه امری قاضی قتل محمد سلیمان الصمد، بعد سلام و پنج آنکو تکلیک ملکہ اصل
تعالی و سبب قتل و کلام سبب، العزت و دم محمد و علم است نام خود مطابق اسم سنی باشد کہ
ان خطا پر کوئی پنج درج نہیں ہے، اس زمانے میں الفانے پر پنج پتہ اور مکتوب الیہ کے
آپ کا نام تحریر کیا ہوا تھا، ان خطا کے الفانے محفوظ نہیں رہے، یہ ظاہر ہی ہے کہ یہ خطا کئی
سے گئے ہوں گے۔

ذکرہ خطا زیادہ تر سفارشی ہیں، وہ بھی معرفت قاضی قتل محمد سترگی کے سلسلے میں جو قاضی
نکات کی ناراضگی یا عدم التفات کی بنا پر معزول ہو گئے تھے، ان کی بھائی کے سلسلے میں لایق نظام
پناہ رسالہ اثر و سرور استعمال کیا، جن امراء و حکام سے تعارف تھا، ان کو قاضی قتل محمد کی
دعوات کی طرف توجہ دلائی اور ان کو کھاکہ قاضی قتل محمد مثل میرے فرزند کے ہیں، جن امراء کو
راہ راست خطا لکھے ان میں میرا کبیرا درخان، زاب مر قفسی خاں، خان داد خان، غلیا خان،
در مستند خاں ہیں، جن میں سے مستند خاں، خدا یار خاں کے نام خطا نہ اصل ذنقل و ستیاب
ہیں ہیں، ذکرہ خطا میں ذکر ہے کہ ان کو خطا ملا صاحب لے لکھے تھے، ایک مکتوب الیہ ملا
محمد شریعت پناہ بھی ہیں، یہ قاضی نظام الدین کے شاگرد تھے، اور زاب مستند جنگ سے خصوصی تعلقی
کھتے تھے، بلکہ تبادلہ بھائی ہو گئے تھے، ان سے اسی پہلو سے قاضی قتل محمد کی سفارش
کی گئی ہے، یہی وہ ملا محمد شریعت ہیں جن کی شرح سلم العلوم "مہاشدہ" کے نام سے دہلی میں نظامی
ہے، ان خطا میں قاضی مبارک دگو پاسوی کے نام خطا لکھے کا بھی ذکر ہے، یہ وہی قاضی مبارک
دگو پاسوی ہیں جن کی شرح سلم العلوم "قاضی مبارک" کے نام سے دہلی نظامی میں دہلی نظامی
کتاب ہے۔

اگرچہ خطا بلا پنج و نہ کے ہیں، لیکن قیاس کیا جاسکتا ہے کہ صاحب کے آخری
پندرہ سال کے خطا ہیں، خصوصاً وہ خطا جن میں اپنے صاحبزادے عبدالحللی ملکہ الیہ کے

سلام کا ذکر لامصاحب نے کیا ہے، تقریباً ہر خط میں "احمد عبدالحق" (برادر زادہ) کی طرف سے
 منکوب الیہ کو سلام لکھا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں چچا بھتیجے ایک بیان دو قالب کی
 حیثیت رکھتے تھے، جو شخص لامصاحب سے مقارنت تھا وہ ان کے بھتیجے کو بھی جانتا تھا، ایک خاص
 میر اکبر ارخان کے نام ہے، ملا احمد عبدالحق کے بڑے بیٹے لامصاحب اشتر کا بھی ذکر ہے، جن کی طرف
 منکوب الیہ نے دو گار دلانے کے لیے توجہ کی تھی، ایک خط میں سب سے بڑے بھائی کے بیٹے تاسی
 غلام محمد مصطفیٰ کی خبریت معلوم ہونے پر ترکا کا اظہار ہے، یہ تاسی غلام محمد مصطفیٰ لاؤن کے تاسی تھے
 ایک دفعہ معزول ہوئے، پھر بحال ہوئے، پھر معزول ہوئے، پھر بحال ہوئے، آخر بار معزول ہوئے
 کے بعد جب بحالی کی کوشش میں اپنے بڑے بیٹے محمد علی کے ساتھ گھر سے روانہ ہوئے تو پھر وہیں
 آئے، دونوں خیال کیا جاتا ہے کہ حریف تاسی کے اشارے پر قتل کر دیے گئے، یہ حادثہ کب پیش
 آیا، اس کی نہ کوئی تفصیل ملتی ہے نہ اجمال، لیکن ان ہی خطوط کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے
 کہ وہ ۱۵۵۰ء تک لامصاحب کی وفات سے چھ سال پہلے تک، بقید حیات تھے، اس لیے کہ
 لامصاحب نے تاسی قتل محمد کے خط میں لکھا ہے کہ تاسی غلام محمد مصطفیٰ "ابنوزید رسیدہ اندر طبع متعلق
 است ظاہر براہ عظیم آباد بشکر نواب متوجہ شدہ اندر، حق تعالیٰ بسلامت بجانہ رساند" یہ وہی کوشش
 معلوم ہوتی ہے جس کے بعد تاسی مصطفیٰ "بسلامت" گھر واپس آئے، "بشکر نواب" سے مراد
 نواب صفدر جنگ کا لشکر ہے، جس کی طرف وہ متوجہ ہوئے تھے، اور عظیم آباد تک کے سفر کا قصد
 ظاہر کیا تھا "ظاہر براہ عظیم آباد" سے بھی سمجھ میں آتا ہے، نواب صفدر جنگ کا مع لشکر عظیم آباد
 جانے کا زمانہ شمال یا ذیقعدہ ۱۵۵۰ء ہے، تو اس وقت تک تاسی غلام محمد مصطفیٰ برادر زادہ
 لانظام الدین کو بقید حیات ہونا چاہیے اور یہ لامصاحب کی وفات سے چھ سال قبل کا زمانہ ہے۔
 سفارش کے علاوہ ان خطوط میں یقین و ارشاد بھی ہے، مسئلوں کا جواب بھی، عقیدوں
 کا بحث بھی، اور آدم کی پند اور اس پند میں نفاست کا اظہار بھی، یقین و ارشاد کے سلسلے
 میں یہ ہدایت کہ نمازوں کے بعد استغفار پڑھا جائے، جیسے اللہ عزوجل ذنوبی ماستغفر

ابن سنی رحمتک اور تاسی قتل محمد کو سخت لامت کہ "نفایت لہر کینہ کو گل میں جگہ دینا
 بے حد بری عادت ہے، اور یہ حکم کہ غلام محمد سے ہم صاحب سلامت شروع کی جائے اور
 اب جو وہ کسی تقریب شادی یا عام دعوت وغیرہ میں جائیں تو شرکت کی جائے اور کھارو
 ہزار کی خاطر نہ کی جائے"۔ یہ یقین کہ "مصدق کو پورا ہونے میں دیر ہونے سے ایسے د
 ہزار چاہیے" یا غلام محمد کو یہ ہدایت کہ "تاسی غلام محمد بھائی چچا بھائی ہے۔۔۔۔۔
 الغرض غلطی اس کی ہے تو تم سے درگزر کیا امید ہے، چھوٹوں سے خطا بڑوں سے عطا ہوتی ہو۔
 بھائیوں میں معافی کرانے کے سلسلے میں لامصاحب کی دہائی اس حد تک ہے کہ دونوں
 بھائیوں تاسی قتل محمد اور غلام محمد کو الگ الگ حسب رتبہ یقین کرتے ہیں، اور غلام محمد کو
 بیان تک لکھتے ہیں کہ "تم تعلقات بحال کر کے احسان کرو، یہ احسان میرے اور بچہ کا امتیاز
 بڑا احسان ہو گا کہ اس کا شکریہ ادا کرنے سے زبان و قلم قاصر ہیں۔"

حقیدے کا اظہار اس طرح ہے کہ "بیچ الاول میں تبرک بنیر علی اللہ علیہ وسلم یعنی
 میلاد شریف کی تقریب بنیافت میں شرکت کو مستحسن قرار دیتے ہیں اور تاسی قتل محمد نے
 یہ معافی دہونے کا وجہ ہے اس بنیافت میں شرکت نہیں کی تو ان کو تحریر فرمایا کہ "تم نے
 اچھا نہیں کیا۔"

خود تاسی قتل محمد نے "تبرک حضرت خورشید عظیم قدس سرہ العزیز" یعنی حضرت خورشید پاک
 کی زیادت تبرک بھیجا تو ان کو اطلاع دیتے ہیں کہ "میں نے اس تبرک کو سرانگھوں پر لکھا، اس سے
 معلوم ہوا کہ ان لوگوں سے جو اس قسم کے تبرک کی اہمیت کے منکر ہیں لامصاحب کا حقیقہ یک سر
 مختلف تھا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ لانظام الدین کے زمانے تک تبرک، میلاد شریف اور خورشید
 کو بہت اہم شرک کرنے کا چلن شروع ہی نہیں ہوا تھا۔"

اسوں سے حقوق کو لامصاحب کو تھا ہی، مگر اس حقوق میں بھی محنت رکھا اور مدد بھی کیا
 مزاج لامصاحب کی تحریر سے عیاں ہے، یعنی جو مال کے ہوں داد قسم نہ کر، خوب کچے ہوئے

درخت میں رہنے یا زمین پر ٹپکنے کی حالت میں، ان میں کوئی داغ نہ آیا ہو۔ پھر مکرر توجہ دلتے ہیں کہ جو آم بھیجہ وہ پالی کے ہرگز نہ ہوں، خوب کچے ہوئے اور زمین پر ٹپکنے سے پہلے ہی درخت سے توڑ لیے گئے ہوں؟

جن لوگوں کو کمزور کا شوق ہے وہ ہی خوب جان سکتے ہیں کہ ذائقہ کے اعتبار سے پالی اور ڈال کے آموں میں کیا نازک فرق ہوتا ہے، پھر چوٹ کھائے آموں اور بے داغ آموں کی لذت میں کتنا تفاوت ہے، وہ شوق جو "میٹھے جوں اور بہت جوں" کا تعاضف ہوتا ہے، آم کا نہیں پیٹ بھرنے کا شوق ہے، ملا صاحب پیٹ بھرنے کے بجائے آموں کا میواری ذوق رکھتے تھے، ملا صاحب کے لکھے ہوئے خطوط کے علاوہ ایک خط ملا صاحب نے نام کسی صاحب کا لکھا ہوا تسلیم حسدانی کا خدایت میں پایا جاتا ہے، یہ خط بلاشبہ ڈھائی نو سال سے بھی زیادہ قدیم ہے، اس لیے کہ اس میں ملا صاحب کے پیر درشد سے بھی ایک استدعا ہے جن کے وصال کو آج دو سو چھپن سال ہو چکے ہیں، ملا صاحب کے نام خط یہ ہے:-

"فنائن و کالات رحمۃ اللہ علیہ نظام الدین در حفظہ الہی باشد بکتب مرغوب متضمن غیریت خوشی و عدم رسیدن و شہادت آنجا کہ ارسال درخت ہندویدہ چون پریشانی احوال کار از تحریر گذشت ہمیں سب بارہ دستجات توقف بران آذائے نصیحت ہماہ بقصد اسے انعام بر رخ پریشانی دکشا کئی کاربائی کا رہا خواہند نودہ خداے تعالیٰ فضل نسیا کہ مستجاب گردد و شاخ غلام مصطفیٰ در حوالی سرکار سکونت دارد و از خط ایشان متضمن واضح خواہد و ہمیں انیس از کیفیت احوال خود اطلاع می دادہ باشد کہ خاطر متعلق بہا باشد، زیادہ زیادہ شتان دانہ و السلام

نصیحت پانچ پریشانی از حد گذشت و گذشتہ نیشی مثل فقر و سبب بہاجیت اختیار کردہ و عاید کرد کہ خداے تعالیٰ فضل نماید و قابل بناید بود کہ حالت نازدہ و شاخ غلام مصطفیٰ انجا می آندہ کہ احوال کار خود صورت گذشتہ است باز کہ خاطر جمعی انجامد خواہند آمد و در رخ

نواہد خطی جناب فیض آب حضرت پیر درشد قوی شاہ عبدالذاق سلمہ بہ مرحول راختہ وقت نیک باہر گزارا و خود ہم مقید باد شد کہ در گذشت خاطر باشد تہا مذکور حسب کا بہاب داری گردد۔

یہ پتہ نہیں چل کر خاتمہ کھنے والا کون ہے، بیچ میں غلام مصطفیٰ کا نام آیا ہے، یہ وہی ملا صاحب کے برادر زائے معلوم ہوتے ہیں جو ملازوں کے قاضی ہوئے تھے، پھر معزول ہوئے، پھر بحال ہوئے پھر معزول ہوئے، اس کے بعد کمالی کی کشتوں میں معذور و اخیر ہو گئے، یہ خط لافنا کو اس وقت لکھا گیا ہے جب ان کی عمر چالیس پینالیس کے درمیان تھی، اس لیے کہ ملا صاحب مرشد کا جب وصال ہوا ہے تو ملا صاحب کی عمر ۴۴ سال تھی، انشا اللہ تعالیٰ ہے کہ یہ خط ملا صاحب کے خط کے جواب میں ہے، شاید ملا صاحب نے اپنے برادر زادے قاضی غلام مصطفیٰ کے سلسلے میں کوئی سزا دینی خط لکھا ہو گا جس کے جواب میں لکھنے والے نے لکھا ہے "تا معذور و در رخ نہ خواہ شد۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو کہ کسی با اثر شخصیت کا یہ خط ملا صاحب کے نام آیا، جو ملا صاحب کا ہم پیر بھی معلوم ہوتا ہے۔

وفات

استاذ الملک لائق نظام الدین کی علمی و تدبیری اور ارشادی سرگرمیاں اس اذان سے جاری تھیں کہ کسی کو بھی خیال نہ آتا ہو گا کہ وہ قرعہ مشائے کی سخت تکلیف میں مبتلا ہیں اور ہمیشہ سے اس کے مرتضیٰ ہیں۔

در مرغن شک مشائے جہان مبتلا بود کہ	مشائے میں پتھری پڑ جانے کی تکلیف ایسی
گا بہ بول بغرافت نشد	بھی کہ کبھی بھی سکون اور فراغت کے سامنے
مرال تطبیع و خلوت	پیشاب نہیں کر پاتے تھے۔
حضرت لانا از ابتداء عمر بہ جاری	ابتداء عمر ہی سے قرعہ مشائے کی بیماری

قرعہ شاد گرفتار ہو گا ہے بہ تدبیر و میں گرفتار تھے اور کبھی علاج
۵۵۵ چھوڑا نہ۔ اور کی طرف دھیان نہیں دیتے۔

عمدۃ الاسرائیل (مخطوطہ)

اپنے اس تکلیف دہ مرض کے بارے میں خود ملا صاحب نے اپنے مرشد کے حالات
میں تصنیف کردہ رسالۃ مناتب رزاقیہ میں یہ ضمنی کلمات لکھا ہے :-

بندہ وہ گاہ اذ آزار قرعہ شاد مبتلا بندہ وہ گاہ قرعہ شاد کی سخت تکلیف
بود ہر چند ایں علت از زمان پیش میں مبتلا تھا اگرچہ یہ مرض مرمیہ ہوا
وہ لیکن ماں ہنگام استیلا گرفتہ سے ہے لیکن اُس زمانہ میں اس حد
و تخیل بہ حدس بود کہ طاق عبادت و تک تکلیف وہ ہو گیا تھا کہ بیان سے
میرداد تحریر از بیانش رنگ است باہر ہے اور اس سخت تکلیف میں دیکھ کر
آنکہ ترجم بر آنحضرت قدس سرہ العزیز حضرت ملا صاحب (یہ شاہ عبدالذائق
لا محذور شدی گرفت میں گرفت خبری بود بانہی) قدس سرہ العزیز پر شفقت و
کو بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا اللہ بسم اللہ الرحمن الرحیم
الافتاح و الحمد للہ الرحمن الرحیم کے بعد فرمایا: خبر دیت خبر دیت زخیر
دیتا ہو خبر دینے والا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا اللہ بسم اللہ
الرحمن الرحیم لا الہ الا اللہ بسم اللہ الرحمن الرحیم انت انت انت
شروع و ہو چکا کہ وہ بجا آیت
واللہ اذ ان شئت غیر متوجع الخفقہ نکاح یافتہ قریب بزوج قدیم شدہ الحمد
للہ علی ذالک۔ اور پورے جسم پر پھیلیوں کے چھیرے

انرا دانش و سمعت بہ جگہ گ اس
دور پر اس طرح مل گیا جس طرح حضرت
سید صاحب نے ہدایت فرمائی تھی۔ اللہ
تعالیٰ کے فضل سے اس سخت تکلیف سے
جس میں کمی آنے کی توقع بھی نہیں کی
جاسکتی تھی نجات حاصل ہو گئی اور
ساری میں جو مزید حالات درج تھے وہی
عذر کر دی۔ الحمد للہ علی ذالک۔

جب ملا صاحب کی عمر ستر سال سے تجاوز ہو گئی تو :-

بعضے کو عارض گشت بود پشت خم گردیدہ نا آسانی اس حد تک بڑھی کہ بیٹھ
عمدۃ الاسرائیل (مخطوطہ) جھک گئی۔
آنکہ از بہوی مرض و نات یافتہ یہاں تک کہ قرعہ شاد کی بیماری میں
انہوں نے وفات پائی۔ رسالۃ تطبیہ

وفات سے چھ ماہ قبل اپنے اکلوتے فرزند ملا عبدالعلی کبر العالوم کے نکاح سے فراغت
پا چکے تھے، ایک دن اپنے بڑے منجھلے بھائی ملا محمد سعید کی اہلیہ سے ملا صاحب نے فرمایا :-
اگر کسے دریں سال وفات نہایت ضمایاں اگر اس سال گھر میں کسی کی موت واقع
ہو یا تشاؤم نہ نہایت چھ بہرہ از خفائے ہو جائے تو آپ لوگ اسے کسی کی منہایت
الہی بنھو رہی آید سے تعبیر کریں جو کچھ ہوتا ہے حکم الہی
عمدۃ الاسرائیل سے ہوتا ہے۔

ملا صاحب اپنی علالت کے دوران میں گھر کے اندر کوٹھے پر مقیم رہے، عمدۃ الاسرائیل
کے مصنف نے اس زمانے کی جو تفصیل بیان کی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے :-

بڑی تعداد میں لوگ عیادت کو آتے رہتے تھے، مگر میں بار بار پردہ کرایا جاتا جس سے خواتین کو زحمت ہوتی تھی، مولانا احمد عبدالحق (حقینی بھتیجے) نے عرض کیا کہ دیوان خانے میں تشریف لے آئیں تو بہتر ہوگا۔ ملا صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا حضرت شاہ عبدالباقی قدوائی (ایک مشیخ طریقت) ایک دن عیادت کو آئے، مولانا احمد عبدالحق نے ان سے کہا کہ آپ ملا صاحب سے فرمائیے کہ باہر کے حصے میں تشریف لے آئیں، شاہ صاحب جس وقت ملا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت ملا صاحب استغفا کر رہے تھے، اس سے فراغت کے بعد قبل اس کے کہ شاہ صاحب کچھ کہیں ملا صاحب نے فرمایا: "میاں عبدالباقی! ہر روز نیم تنگ کر سورج اسی فرمایا (پھلنیوں کے سوراخوں کو روز بروز تنگ سے تنگ کر دیتے دیکھ رہے ہوں) اس کے بعد فرمایا: "میاں عبدالحق کی جو مرضی ہے وہی کیا جائے، اس کے بعد اندرون خانہ سے دیوان خانے میں منتقل ہو گئے۔

حضرت شاہ عبدالباقی قدوائی، ملا صاحب کی وفات سے ایک روز قبل عیادت کے لیے آئے تھے، شاہ صاحب کے مریدانہ ولاد مولوی وحید الدین اشرف نے اپنی ضخیم تصنیف "بجز غدار" میں لکھا ہے:-

ایک روز بیشتر از وفاتش قدوة العارفین	ملا صاحب کی وفات سے ایک روز قبل
بہ حب و اتحاد فیما بین کبر تبرکات الشہ	قدوة العارفین حضرت شاہ عبدالباقی
برائے عیادت اور رفت و گشت کثب	قدوائی ان تعلقات کی بنا پر جو دونوں
ویدہ ام در تمام شہر شہر عظیم برپا شد	میں انتہائی عدد تک پہنچے ہوئے تھے
وہ جس استغفار و توبہ کا کتب	عیادت کے لیے تشریف لے گئے، شاہ صاحب
ازیں عالم انتقال کرد، و فرمود کہ حق	نے بیان کیا کہ میں نے رات خواب میں
بادشاہ وقت خدا خیر کرد، بعد برائے	دیکھا کہ شہر میں بہت سمن کھرم پناہو
قدوة العارفین گشت بخت من شوم	کسی سے پوچھا کہ کیا بات ہے، جواب دینے

فرمایا اذ برائے دیدن ایشان فرام آید
 اور جسم نذر و زحمت کرد، صبح آں تبارک
 شہم جہادی الاولی روز چہار شنبہ ۱۰۱۱
 جان پشاورہ جانان تسلیم نمود
 دالے نے کہا، قطب وقت نے اس
 جہان سے انتقال فرمایا (یہ اسی کا کھرم ہو)
 اس کے بعد شاہ صاحب نے ملا صاحب سے
 کہا: "بادشاہ وقت کی خدا خیر کرے۔"
 دیکھی یہ خواب بادشاہ کے حق میں اچھا
 نہیں معلوم ہوتا، تھوڑی دیر بعد کہ قدوة
 العارفین نے کہا: "اب میں اجازت
 چاہتا ہوں، کل پھر عیادت کو حاضر ہوں"
 گا: ملا صاحب مسکرائے اور شاہ صاحب
 کو خدا حافظ کہا، اس کے دوسرے دن
 صبح زریں جہادی الاول روز چہار شنبہ
 ۱۰۱۱ کو ملا صاحب انتقال فرما گئے۔

سلطنت مغلیہ کے وارث، شہنشاہ ہر محمد شاہ "اور سلطنت علیہ کے اورنگ زیب لکھنؤ
 پشتوں کے علم و فضل کے وارث، بابی درسی نظام الدین کا دھمال ایک ہی سال
 میں (۱۰۱۱ مطابق ۱۶۰۲ء) ہوا، اور دونوں "بادشاہوں" کی وفات کے درمیان فرق
 بھی صرف ڈیڑھ ہفتہ کا رہا، مغل بادشاہ ربیع الثانی (۱۰۱۱ء) میں سبھارا، اور شاہ
 الہند و جہادی الاولی ۱۰۱۱ء کو عالم جہاد دانی کی طرف روانہ ہوئے۔ ملا صاحب کی عمر ۴۲ سال کی تھی۔

میاں عبدالباقی میٹھوی نے ملا صاحب کی وفات کی تاریخ
 "بک بود و یہ یک حرکت ملک شد"
 سے نکالی ہے، پورا قطف اس طرح ہے:-

نظام الدین محمد واصل حق چو از دوتے زمین کوئے فلک شد
وصال سال تا بخش فلک گشت فلک بود و یک حرکت فلک شد
ان ہی میاں عبدالواسطہ امیتھوی نے ایک اور قطعہ تاریخ بھی کہا جس کی تقلید بعد کو
ہست کی گئی۔ یہاں تک کہ موتیں دہلوی کے اس مادہ تاریخ کی بڑی شہرت ہوئی جو انھوں نے
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی وفات پر لکھا تھا یعنی

دست بیدار اجل سے بے سرو پا ہو گئے فقر و فیض و فضل و کرم علم و عمل
اس سے تقریباً سو سال قبل میاں عبدالواسطہ امیتھوی نظام الدین کا حسب ذیل
قطعہ تاریخ لکھ چکے تھے۔

درد فاقہ سولوی صاحب خصال ایتھ تاریخ گفتش در مثال
درد فاقہ بے سرو پا گشتہ اند حشر و فیض و فضل و کرم کمال
عمرہ و سال میں درج دیگر تفصیلات کے مطابق ملا صاحب کی وفات گرمی کے
مہینے جیسٹ میں ہوئی، اس مہینے میں کھنڈ اور اطراف میں سخت تپش ہوتی ہے، دہ پھر کے
وقت جب جنازہ مبارک روانہ ہوا تو لوگ بھی اندیشہ کر رہے تھے کہ باغ تک جہاں تدفین
عمل میں آنے والی تھی، جو فرنگی محل سے کم و بیش ایک میل ہے، پہنچنے پہنچنے گرمی کی شدت
سے کہیں ہلاک نہ ہو جائیں، اس زمانے میں باغ میں بھی درد فاقہ ملا صاحب میں، کہیں کوئی
سایہ نہ تھا، جون ہی جنازہ اٹھایا گیا ابر کے ٹکڑے آسمان پر اُدھر اُدھر سے نمودار ہو گئے۔
جب جنازہ باغ پہنچا ہے تو پورا باغ بادل کے نیچے تھا اور سولے کے ناک کے برابر ترشح
بھی ہونے لگا، یہاں تک کہ دفن سے فرصت ہوئی، اُدھر دفن ختم ہوا، اُدھر بادل بھی چھٹ
گئے، لوگوں کو وہ ایسی دشوار ہو گئی۔

مزار مبارک فرنگی محل سے سمت مشرق کم و بیش ایک میل دور ایک وسیع آرامی ہے جو اب
دو حصوں میں منقسم ہو کر باغ ملا صاحب اور باغ سولوی انوار کہلاتی ہے، یہ آرامی

شرائع یا بہتہ ملا صاحب اور ان کے حقیقی بھتیجے ملا احمد عبدالحق کی جگہ میں آئی تھی، ملا احمد
عبدالحق کے حصے کی آرامی ان کے ایک بیٹے مولانا احمد انوار الحق کی طرف منسوب ہو کر باغ
سولوی انوار سے موسوم ہو گئی اور اب تک موسوم ہے، اب تو وہ پورا محلہ ہی "باغ سولوی انوار"
کہلاتا ہے، یہی آرامی خاندان فرنگی محل کا قبرستان ہے بلکہ

نظام الدین کا مزار مبارک ایک بلند چوترے پر ہے جو "باغ ملا صاحب" دالی
آرامی میں واقع ہے، مزار پر نہ چھت ہے نہ گنبد وغیرہ، بلکہ چوترہ بھی ملا صاحب کی تدفین
کے بعد تعمیر ہوا، کہا جاتا ہے کہ اودھ کے ایک اعلیٰ منصب دار نواب دیر الدلہ نے اسے
بنوایا تھا۔

بلند چوترے پر جس کی تعمیر کو اب دو سو سال سے زیادہ قلعی ہو چکے ہیں، پانچ قبریں ہیں،
دریائی قبر ملا صاحب کی ہے، بائیں جانب مولانا محمد نعیم اور مولانا عبدالغفار اور دہنی جانب
مولانا عبدالکیم اور مولانا عبدالکلیم کی قبریں ہیں، یہ چاروں بزرگ ملا صاحب کے اعتقاد
میں ہیں۔

پورا علاقہ رکاب گنج کہلاتا ہے، جس کا ایک جز "باغ سولوی انوار" ہے، اس باغ کے
پھاٹک میں داخل ہوتے ہی بائیں جانب ایک راستہ ہے جو ملا نظام الدین کی قبر مبارک
تک پہنچاتا ہے، سیدھا جانے والا راستہ "باغ سولوی انوار" کے اندرونی پھاٹک تک لے
جاتا ہے جس میں داخل ہو کر دہنی طرف ایک وسیع مسجد ہے۔

لے مولانا حسرت موہانی مرحوم نے ہی باغ سولوی انوار کو اپنی ایک غزل کے ذریعہ نذرانہ عقیدت پیش
کیا ہے، یہ غزل ان کی کلیات میں شامل ہے، جس کا مطلع ہے۔

تأقیات سے قائم مری سرکار کا باغ وہ جسے کہتے ہیں سب حضرت افلاک کا باغ
مولا حسرت کے مرشد اور گمنام پیران سلسلہ اسی باغ (قبرستان) میں مزار مبارک ہیں۔

سالہ فاتحہ | ملا صاحب کا سالانہ فاتحہ، یوم وصال و جہادی الاول کی شب کو یعنی درجہ اول کا دن گزر کر یوم مغرب، بلند چوترے سے متصل سڑک پر پختہ آوازی پر ہوتا ہے، اس موقع پر حاضرین میں سے کچھ لوگ بیچ کیشیں، چاروں قبل اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کرتے ہیں اور اعلیٰ ثواب کے بعد تبرک تقسیم کیا جاتا ہے، عروس سے متعلق دوسرے کسی قسم کے مراسم نہیں ہوتے یا کل میں طریقہ، ملا صاحب کے پیر طریقت حضرت سید شاہ عبدالرازق بانسوی کے سالانہ عرس کا بھی یہ وہ شوال کو بانسوی شریف، دھلی بارہ بنگی میں ہوتا ہے۔

ملا صاحب کے سالانہ فاتحہ کے موقع پر ایک عجیب منظر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ فاتحہ سے قبل بڑی تعداد میں خیریاں اور بقیوں جن میں جملانے والائیں بھی ہوتا ہے مراد کے سرائے رکھی ہوتی ہیں اور فاتحہ کے بعد لوگ اپنی خیریاں اور بقیوں اٹھالے جاتے ہیں، شہو کے کہ طالبان علم مراد کے سرائے اس لیے جملانے والائیں رکھتے ہیں کہ اس قبل سے چراغ جلا کر مطالعہ کتب کرنے سے شکل مطالب آسانی سمجھ میں آجاتے ہیں اور مسائل ذہن نشین ہو جاتے ہیں، مولانا عنایت اللہ فرنگی علی نے لکھا ہے :-

”قبر مبارک اس وقت بھی معینہ خاص و عام اور خاص کر مریدان علم کے لیے فتوہ

شفا ہے، مشہور ہے کہ جن کو مطلب کتاب کا سمجھ میں نہ آتا ہو، کتاب کھول کر مراد حق

پر حاضر ہے اور روحانیت حضرت سے توجہ کرے فوراً مطلب سمجھ میں آجاتے گا۔

(روح المعانی، ص ۱۰)

قیام گاہ | جس ”سولی فرنگی“ میں ملا قطب الدین شہید کا کتبہ سہالی سے آکر مقیم ہوا تھا، کہنے میں امانت کے ساتھ اس میں گنجائش کم ہوتی تھی، مولانا عنایت اللہ فرنگی علی کے الفاظ میں :-

لے ذکر، ملائے فرنگی علی، مطبوعہ مدینہ

جب اولاد بڑھی اور عہد کی تنگی ہوئی تو ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو

دعویٰ فرنگی کے جنوب جانب ۱۰۰۰۰۰

مکان بنوایا اور آخر تک ملا صاحب کا مکان سکونہ بھی جنوب جانب والا مکان رہا، اور یہیں سے درس و تدریس اور ارشاد و ہدایت کے چشمے بہوتے اور درس و تہذیب تشنگان علم و رشد کو سیراب کرتے رہے، ملا صاحب کی وفات کے بعد ان کے اکلوتے بیٹے ملا عبد اعلیٰ (بکر العلوم) نے بھی دس بارہ سال تک اسی مکان کی مسند تدریس کو ذریت بخشی، ان ہی تدریس سرگرمیوں کی بنا پر یہ مکان مدرسہ ملا نظام الدین کہلانے لگا، جس کا ایک حوالہ لطائف اکبری میں ملا محمد ولی فرنگی علی (متوفی ۱۱۰۰ھ) کے ذکر میں ملتا ہے جن کے بارے میں مرتب لفظوں نے لکھا ہے :-

”در مدرسہ ملا نظام الدین مدرس قوی الحمد للہ“

دوسرا حوالہ بکر العلوم کے ذکر میں ”رسالہ قطبیہ“ میں مولانا عبد اعلیٰ بن بکر العلوم نے دیا ہے :-

”تم بگو مدرسہ مولانا کے کالی درختا راہ بود“

لطائف اکبری کے حوالے سے یہ بات بھی سامنے آجاتی ہے کہ بکر العلوم کے ترک وطن کے بعد بھی، جو تخمیناً ۱۰۰۰ھ میں ہوا تھا، ملا صاحب کا یہ مکان ملا وہ رہائش کے درس و تدریس کے بھی کام میں آتا رہا، اس لیے کہ ملا محمد ولی فرنگی علی سے متعلق واقعہ ۱۱۰۰ھ کا ہے جبکہ بکر العلوم کو یہ مکان چھوڑے بیس برس ہو چکے تھے، بیس برس کے بعد بھی مدرسہ ملا نظام الدین

لے ذکر، ملائے فرنگی علی، مطبوعہ مدینہ ۱۰۰۰ھ لطائف اکبری و منظوم فرنگی علی، خود جس مدد دی (متوفی ۱۱۰۰ھ)

نے اپنے ارشد خواجہ سید علی بکر مددی بٹی (وفات ۱۱۰۰ھ) کے لفظیات و حالات میں ایک مہر کا کتب تحریر کیا

تھی کہ کام ”لطائف اکبری“ ہے، اس کو چھپا کر کتب لفظ کی تصنیف کے آغاز سال ۱۱۰۰ھ ہے۔

۱۰۰۰ھ رسالہ قطبیہ (مختصر فرنگی علی)، سال اختتام تصنیف ۱۱۰۰ھ ہے۔

قائم و جاری تھا جس میں ملا محمد دلی فرنگی محلی شاگرد ملا نظام الدین و ملا کمال الدین ہمالی مدرس "قوی الخدمت" تھے۔

جیسا کہ صفحات سابقہ میں گزر چکا ہے کہ ملا نظام الدین کے زمانے میں مدرسہ کے امام سے حدود فرنگی محل میں کوئی الگ عمارت نہیں تھی، ملا صاحب کی قیام گاہ بھی ان کی درس گاہ تھی یا قیام گاہ سے بالکل علی ہوئی مسجد جیسا کہ بحیر العلوم سے متعلق ایک مذکورہ واقعہ میں نقل ہو چکا ہے کہ:-

"بخشت مسجد نشست مراد رس می دادند" و غیرہ

یوں کہتا ہے کہ بحیر العلوم کو مسجد میں پڑھانے کا واقعہ محض اتفاقی ہو، اس لیے کہ اہل معالی خاں سے متعلق جو واقعہ اوپر گزر چکا ہے اس میں صراحتاً مذکور ہے کہ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ ملا صاحب کہاں لیں گے؟ تو:-

مردم بکان پشت مولانا قدس سرہ نشان دادند
و آن وقت جناب شان بر زمین بر فرش
دو جب خدمت میں پہنچا تو حال یہ تھا کہ
ملا صاحب زمین پر بیٹھے ہوئے جس پر بیٹھ
سافرین بھی تھا، درس نہ رہے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملا صاحب عموماً اپنے بیٹھکے ہی میں درس دیا کرتے تھے، اور یہ بات اتنی معروف تھی کہ نو وارد کے پوچھنے پر لوگوں نے "مکان پشت مولانا قدس سرہ" بھی کہا رات بتایا کہ مسجد کا، لیکن کیا یہ مکان پشت "بیٹھکا" ملا صاحب کے زمانے میں مدرسہ بھی کہلاتا تھا؟ اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، ملا صاحب کے بعد مدرسہ ملا نظام الدین اور مدرسہ مولانا کمال (بحیر العلوم) کے الفاظ ملتے ہیں۔

بحیر العلوم کے ترک وطن (۱۲۰۲ھ) کے بعد بھی "مدرسہ ملا نظام الدین" کے نام سے یہ مکان پشت "معرفت رہا۔

اس مکان کی ملکیت، ظاہر ہے کہ ملا صاحب کے وارث بحیر العلوم کو منتقل ہوئی، اور ان کے نقل مکانیت کے بعد ان کی اولاد، جو فرنگی محل میں قیام پذیر رہی اس مکان کی مالک رہی، بحیر العلوم نے جب فرنگی محل چھوڑا تو ان کے صاحبزادگان خود رسال تھے، ملا حسن فرنگی محلی، ملا محمد دلی فرنگی محلی، احمد حسین فرنگی محلی، اور مفتی محمد یعقوب فرنگی محلی در شاگردان ملا نظام الدین، نے استاد کی سند درس پر فرنگی قائم مقامی انجام دیئے، اور یہ وہی زمانہ ہے جب ملا محمد دلی کے پاس میں مدرسہ ملا نظام الدین مدرس "قوی الخدمت" بود کی بات کہی گئی ہے، بحیر العلوم کے ترک وطن کے دس بارہ سال کے بعد ملا حسن فرنگی محلی بھی ترک وطن پر مجبور ہوئے اور ان کی جگہ ان کے ایک شاگرد ملا محمد حسین فرنگی محلی نے لے لی، یہاں تک کہ وہ صدی رابعہ میں صدی ہجری یا اٹھارہویں صدی عیسوی ختم ہو گئی جس کا بڑا حصہ ارشاد اللہ ملا نظام الدین کے غلطہ درس و تدریس سے معمور رہ چکا تھا، اب یہ مدرسہ ملا نظام الدین "بحیر العلوم کی وفات (۱۲۲۵ھ) کے بعد ان کے صاحبزادے ملا عبدالرب اور پوتے ملا عبدالجبار کی وراثت میں آگیا، اس طرح وراثت اور باہمی تصفیہ سے یہ مکان موصوم بہ مدرسہ ملا نظام الدین "مولوی عبدالجبار کے صاحبزادے مولانا عبدالغفار کی تنہا ملکیت میں آیا، مولانا عبدالغفار کی وفات ۱۲۶۲ھ میں ہوئی، اور یہ مکان ان کی بیوہ ذکیۃ النساء کی طرف منتقل ہو گیا، مولانا عبدالغفار کا کوئی عقب نہیں رہا تھا، ان کی بیوہ اپنے بچے کا کوئی رخلع لکھنؤ میں مقیم ہو گئیں۔

مدرسہ نظامیہ | مولانا عبدالغفار کی وفات کے ایک ہی سال بعد مدرسہ ملا نظام الدین دلی مکان میں مدرسہ نظامیہ قائم کیا گیا، یہ مدرسہ علمائے فرنگی محل پر مشتمل ایک تعلیمی ادارے انجمن مؤیدہ العلوم نے قائم کیا تھا۔

ہیں مدرسہ کا افتتاح میرا کہ آپ حضرات کو معلوم ہو چکا ہے اور جلدی ادا دل ہوگی۔
 (مطابق شہادہ) کو بھلا جو روز وفات حضرت استاذ الملک نظام الدین علیہ الرحمہ کا
 ہے پہلے دو میں جب مدرسہ قائم کیا گیا تھا اس کا نام اشاعت العلوم رکھا گیا تھا
 اور اس کے لیے مولانا مفتی محمد رفیع علیہ الرحمہ (وفات ۱۳۱۰ھ) کا مکان کرایہ پر لیا گیا
 تھا جس میں اب مطبعہ برقی ہے، لیکن جب مدرسہ کو اشاعت العلوم کی از سر نو تازہ
 کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اس وقت وہ پہلا مکان خالی نہ تھا، اس لیے اس مکان مدرسہ
 نے موقوفہ کو غنیمت دیکھ کر استاذ الملک نظام الدین علیہ الرحمہ کا مکان الیہ مولوی عبد الغفار
 صاحب مرحوم حیدر حضرت مولانا محمد العلوم رحمۃ اللہ علیہ سے کرائے چھ ماہ مل کر لیا، اور
 نظام الدین علیہ الرحمہ کی زندہ یادگار کے طور پر انہی کی وفات کے دن اس کا افتتاح
 کیا اور چونکہ مدرسہ انہی کے تیرک مکان میں قائم کیا گیا تھا اس لیے اس کا نام بھی اپنے
 باقی کے نام نامی پر در نظام الدین کے نام نامی پر رکھا گیا۔
 مدرسہ نظامیہ کا افتتاح ۹ جمادی الاول ۱۳۱۰ھ مطابق جولائی ۱۳۰۹ھ کو مکان لا
 نظام الدین میں اس طرح ہوا کہ:-

صاحبزادہ والا تاج محمد دم و محترم حضرت میاں سید خورشید احمد خیر حضرت سید السالط
 (سید شاہ عبدالذائق) بانوی رحمۃ اللہ علیہا سے موجودگی حضرت استاذ الامام زادہ مولانا
 عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ افتتاح کرا لیا اور تبرکات میں نے حضرت استاذ الامام زادہ سے حدیث
 انما الاعمال بالنیات مشکوٰۃ شریف سے پڑھی۔

لے، دیکھا کہ سال ۱۳۰۹ھ میں مدرسہ عالیہ نظامیہ فریضہ فطر ۱۳۰۹ھ قیام کر کے مولانا محمد قطب الدین عبدہ الاول
 صاحب فرم (مخطوط) یہ دیکھا کہ ۱۳۱۰ھ کی ہے جو افتتاح مدرسہ کا بدھماں سال ہے۔
 لے مسرۃ افغان برقاۃ مجمع الافغان ص ۱۴۷ مطبوعہ از مولانا مفتی عزایت اللہ فرنگی مل۔

مکان لا نظام الدین کو مدرسہ نظامیہ کے لیے جب کرایہ پر الیہ مولوی عبد الغفار مرحوم سے
 لیا گیا تھا تو اس وقت مکان کی حالت:-
 یہ تھیں کہ صرف ایک دالان اور ایک بالاخانہ کام میں لانے کے قابل تھا اور باقی
 حصہ مکان کا منہدم اور بے کار بن چکا تھا۔
 اگلے مکان نے شہادہ میں یہ مکان مدرسہ نظامیہ کو کرایہ پر دیے دیا تھا، اس وقت اس کا
 صرف ایک دالان اور بالاخانہ قابل استعمال تھا، چار سال کے بعد شہادہ میں اگلے مکان نے
 اس مکان لا نظام الدین کو سو فیصد کے لیے یعنی اس کی آمدنی جو ۶۰ روپے سالانہ تھی، فائدہ
 نذر نیاز وغیرہ کے لیے وقف کر دی اور اس وقت کا متولی مولانا محمد عبد الباقی فرنگی محلی
 کو بنادیا۔
 ظاہر ہے کہ مدرسہ نظامیہ کی ضروریات ایک دالان اور ایک بالاخانہ سے پوری نہیں ہوتی
 تھیں، اس میں اصلے کی ضرورت اور مکان موقوفہ میں باعزت و آفتاب و بدل کی اہلیت
 شدید نے اس کا دل مدرسہ کو مجبور کیا کہ وہ کوئی قدم اٹھائیں اور یہ قدم اٹھایا گیا، جس کی طرت
 ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے:-

”مدرسہ اور مکان مدرسہ کے ابتدائی حالات اور وہ معاشی حالتیں جو انہیں اگلے مکان الیہ
 جناب مولوی عبد الغفار مرحوم دارکان مدرسہ سے سنا جناب مولانا عبد الباقی صاحب متولی
 وقت مکان مدرسہ تھا، ان سب کا ذکر گذشتہ دو تیرادوں میں ہو چکا ہے۔“

مذکورہ آیتوں میں ”معاہدے“ کا لفظ استعمال ہوا ہے، یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا، اس لیے کہ
 ”معاہدے“..... ہوا تھا درست نہیں ہے، یہ لفظ معاہدہ ہے، جیسا کہ سال ۱۳۰۹ھ

لے دیکھا کہ سال ۱۳۰۹ھ میں مدرسہ عالیہ نظامیہ (مخطوط) لے دیکھا کہ سال ۱۳۰۹ھ میں مدرسہ نظامیہ از باقی
 منہدم مولانا محمد قطب الدین عبد الاول (مخطوط)

نویں دہائی، مشرقی علی بنی۔ لے (اکس) اور مشرقی علی بنی۔ لے علیگ کو ایک مخصوص محلہ
تعیین اسناد میں "خدمۃ الاسلام والمسلمین" کے سلسلے میں مجاہدانہ سرگرمیوں کے شاندار
دیکھارہے ہیں۔ مولانا کی اعزازی دیگریاں دے کر "مولانا محمد علی" اور "مولانا شوکت علی" مینا دیا۔
یہ مدرسہ شمس کے بعد سے تارکین ممالک کا مدرسہ آخر تک رہا اور برطانوی حکومت کی کبھی
اور کسی قسم کی امداد اس نے قبول نہیں کی یہاں تک کہ ہندوستان آزاد ہو گیا۔

ترک ممالک کے ایک بڑے علم بردار مولانا محمد عبد الباقی فرنگی علی کی حیات تک
ہندوستان کی مسلم ریاستوں تک سے امداد نہیں لی گئی کتاچ برطانیہ سے ہر حال وابستہ ہیں مولانا
عبد الباقی اس وقت مدرسہ نظامیہ کے منصرم اور انجمن مروجہ العلوم کے صدر تھے، ان کی وفات
کے بعد (۱۹۳۳ء) ریاست حیدرآباد اور رام پور کی امداد کو قبول کیا گیا جو ۱۹۳۵ء تک لیتی رہی۔
تقسیم ہند کے بعد اس کے بعد خاتمہ زمینداری کے نتیجے میں مدرسہ نظامیہ کی کوئی مستقل آمدنی
نہیں رہی، مگر مدرسہ جاری رہا، طلباء کے لیے وظائف کا بندوبست نہ ہو سکے کی وجہ سے
ان کی تعداد گھٹتی گئی، اس کے بعد بھی مدرسہ میں فتویٰ نویسی، ملازمہ بندی، مختلف اسباق اور
اجرائی درجات کی باقاعدہ تعلیم ہوتی رہی، آخری دو تین برسوں میں پرائمری درجات،
دائرہ قرآن اور اوردہ کی پڑھائی تک تعلیم محدود ہو گئی، لکھنؤ سید پل کا پوریشن سے پرائمری
تعلیم کے لیے امداد بھی ملنے لگی تھی کہ ۱۹۴۷ء میں اس کا سلسلہ بھی ختم کر دیا گیا۔

بانی درس نظامی لا نظام الدین کی قیام گاہ اور درس گاہ، نیز بحر العلوم کے مولد و منشا
ہونے کی وجہ سے اس مکان کی حیثیت تاریخی اور دین جملہ آثار قدیمہ ہے، قدیم مشرقی علوم کے
قدردانوں کے لیے یہ مکان بلاشبہ ایک زیارت گاہ ہے، بانی درس نظامی، ان کے درس اور
خاندان فرنگی علی کی شاندار علمی و دینی خدمات کا اثر صرف ہندوستان ہی میں نہیں، بلکہ خاندان
مادر اہل ہند اور مشرق وسطیٰ تک پھیلا ہوا ہے، بیرونی ممالک کے علماء و فضلاء اب تک فرنگی علی
کے معنی سے متاثر مسلم ہوتے ہیں، اور گاہ گاہ ان کے وفود تاریخی آثار کی زیارت کے لیے

آتے رہتے ہیں۔

انہوں نے کہ اور مرد ایک سالی سے اس متبرک مکان کی حالت زیارت کے بھی
قابل نہیں رہی ہے۔ اور باب اوقات کی بے توجہی کا جتنا بھی شکوہ کیا جائے کم ہوس
لطیف ماضی کی جو کچھ یاد تھی باقی دل میں
اس کو بھی تیرے تغافل نے مٹا کر چھوڑا

تصانیف

"تصانیف لا نظام الدین" ایسا موضوع ہے جو بجائے خود ایک مستقل تصنیف کا محتاج
ہے، ظاہر ہے کہ ضمنی عنوان کے تحت اس موضوع کا پورا حق ادا کرنا ممکن نہیں، اس لیے ملاحظہ
کی تصانیف کے اجمالی ذکر تک گفتگو کو محدود رکھنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔
لامصاحب کی تصانیف کے موضوعات، (۱) اصول فقہ (۲) کلام (۳) فلسفہ

(۴) سیر اور (۵) حدیث ہیں:-

۱۔ اصول فقہ:-

(الف) شرح مسلم الثبوت۔

لامصاحب کے والد ملا قلعہ شہید کے شاگرد و نیز ملا قلعہ شہید کے شاگرد ملا قلعہ الدین
شمس آبادی کے بھی شاگرد، لامصاحب اشد بہادری (وفات ۱۱۱۹ھ) نے اصول فقہ میں ایک مختصر
مکمل نہایت جانت کتاب "مسلم الثبوت" لکھی تھی جس کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں، آخری شائع
مولانا عبدالحق خیر آبادی (بن مولانا فضل حق خیر آبادی) تھے، جن کی وفات مسلم الثبوت کے
مصنف کے دو سو برس بعد ہوئی، اولین شائع لا نظام الدین تھے، جنہوں نے ایک روایت
کے مطابق لا بہادری کی زندگی ہی میں شرح لکھی تھی اور لا بہادری کو ارسال بھی کر دی تھی،

مسلم البیوت در نظامی کی انتہائی کتاب میں شمار ہوتی ہے۔

لامصاحب کے پوتے لاء عبدالامانی بن بحر العلوم کے بیان کے مطابق لامصاحب نے مسلم البیوت کی دو شرحیں لکھی تھیں، ایک الطول دوسری طویل لیکن۔

شرح الطول مفقود شدہ است شرح الطول مفقود ہو گئی ہے۔
تعلیہ (مخطوط)

دوسری شرح "طویل" مکتبی مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے کتب خانے میں لانظام الدین کی شرح مسلم البیوت کا ایک مخطوطہ ہے جو کتب خانے کے ساتھ مولانا آزاد لائبریری (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) منتقل ہو گیا ہو۔ یہ اس قدر کرم خوردہ ہے کہ پڑھا بھی نہیں جاسکتا۔ مولانا آزاد لائبریری کے "مولانا عبدالحی کلکشن" میں اس کی جگہ صرف نام کی نشانی رکھی ہوئی ہے، مخطوطے کی پس زیادت کی جاسکتی ہے، صفحات تک گننا ممکن نہیں ہے۔

رضا لائبریری (دہلی) میں شرح مسلم البیوت (لانظام الدین) کے تین مخطوطے ہیں۔

(۱) از شرح تاملہ، بیوز النسخہ و از آفرندہ ناقص (مجموعی صفحات ۲۷۶)

(۲) شرح سے تفصل فی احکام البیوت (خط تعلیق) مجموعی صفحات (۳۲۲)

(۳) مختلف قلموں کا لکھا ہوا، مجموعی صفحات (۱۰۸)

پیش میوزیم (لندن) کے کیتلاگ سے بھی لانظام الدین کی شرح مسلم البیوت کی موجودگی کا علم ہوا، بولڈ کلکشن (کلکتہ) میں بھی شرح مسلم البیوت از لانظام الدین دو جلدوں میں موجود ہے۔

ان سب مخطوطوں کے تفصیلی مطالعے کے بعد یہی معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ سب شرح طویل ہیں یا ان میں کوئی شرح طویل بھی ہے، جس کی گم شدگی کا دعویٰ دو سو سال قبل لاء عبدالامانی نے کیا تھا۔

(ب) شرح مصادر سنیہ الصبیح الصادق

مول فقہ کا مشہور متن "المنار" ہے، جس کے مصنف ابو البرکات حافظ البیہقی فقیہ و وفات

۱۱۰۵ھ میں اس کی بھی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں، خود مصنف نے بھی اپنے متن کی

یہ ہے، جس کا نام "کشف الاسرار" ہے، زیادہ مشہور شرح فیہا فوائد ہے، شائع نہ

ہوئی روایات سنہ ۱۱۰۵ھ میں اس شرح درسی نظامی میں داخل ہے، وہی متن کی شرح

الذین نے بھی لکھی تھی اس کا ایک مخطوطہ رضا لائبریری (دہلی) میں ہے، اس کے صفحات

۱۱۰۵ھ (۱۱۹۲ھ) ہے، اس کی ایک جدید نقل درگاہ کالجیہ (کراچی) میں لکھی ہے، کتب خانہ

میں ہے، اور جس سال سے یہ نقل ہوئی تھی وہ سنہ ۱۱۰۵ھ میں قبل یکم فروری ۱۱۰۵ھ

ہوئی کے کتب خانے میں موجود تھی۔

(ج) شرح تیسرے الاموال

۱۱۰۵ھ کا ایک متن تحریر الاموال ہے، جس کے مصنف جلیہ کے شراح و مصنف فتح فقیر

ہیں، ہمام روایات سنہ ۱۱۰۵ھ میں، لامصاحب نے اس کی شرح بھی لکھی تھی، مکرر ۱۱۰۵ھ

میں اس شرح فرنگی محلی نے لکھا ہے کہ:-

"تحریر الاموال کی شرح آپ کے رجوع العلوم کے دورہ ایدہ نے لکھی شرح کی تھی

آپ نے رجوع العلوم نے مکمل فرمائی؟" (دیکھئے مختلف نسخے جو موجود ہیں)

پہلے اس کتاب کا سراغ ابھی تک نہیں مل پایا ہے۔

۲- کلام

آپ کلام میں بھی لامصاحب کی تین تصانیف ہیں:-

(الف) شرح عقائد جنالی کا تالیف یہ تالیف طبع ہو چکا ہے۔ اور اس کا ایک مخطوطہ

دہلی میں موجود ہے، جو تالیف اور منیہ ہے، یہ تالیف ہے اور اس کے صفحات

۱۱۰۵ھ (۱۱۹۲ھ) میں موجود ہے، (ب) تالیف مخطوطہ رضا لائبریری (دہلی) میں ہے۔

جس کے صفحات کی تعداد (۳۰۸) ہے۔

(ج) سالہ مبارکہ فی القادریہ الاسلامیہ کی شرح :- اس شرح کا سرخ بھی رضا لائبریری میں لا جو مخطوطہ رضا لائبریری میں ہے اس کے صفحات (۱۹۸) ہیں اور شرح آجوت علم

۳۔ فلسفہ

والفلسفہ علامہ صدر الدین شیرازی کی شرح ہدایۃ الحکمتہ معروفہ بہ صدر کا جاشیہ۔ یہ جاشیہ صدرا، اصل کتاب کے جاشیہ پر دیگر حواشی کے ساتھ متعدد بار طبع ہو چکا ہے اس جاشیہ کے مخطوطے بھی پائے جاتے ہیں۔ دو نسخے رضا لائبریری (رام پور) میں ہیں جن کے صفحات (۲۰۸) اور (۲۳۸) ہیں، مولانا آزاد لائبریری (دہلی) میں نو نسخے، مولانا عبدالحی کلکش میں بھی اس کا مخطوطہ موجود ہے۔ اور اس کا ایک مخطوطہ حبیب بخش کلکش (مولانا آزاد لائبریری) میں پایا جاتا ہے جس کی کتابت لا صاحب کی حیات میں ہوئی ہے۔

ایک حبیب زلت رقم لا صاحب کے اس مخطوطے کے بیان کے سلسلے میں یہ سہجہ ہوئی کہ وہ شرت ہدایۃ الحکمتہ کو شرح حکمتہ العین تحریر فرما گئے اپنے کتب خانے درجیہ بیگم کے لیے اس کی خریداری کے بعد لا صاحب نے ایک خط میں بے حد مسرت اس ناو مخطوطے کے حصول پر ظاہر کرتے ہوئے مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی (ناظم ندوۃ العلماء) کو تحریر فرمایا کہ :- "آزاد میر نظام علی آزاد بگدوی، نے سبتہ المربیان میں لکھا ہے کہ لا صاحب کے

تالیف میں سے جاشیہ، شرح حکمتہ العین صدر الدین شیرازی لکھا ہے۔

(کتاب صدیاد جنگ صفہ)

حالانکہ سبتہ المربیان میں حکمتہ العین نہیں جاتیہ الحکمتہ ہے :-

ومن تالیفہ جاشیۃ علی شرت
ہدایۃ الحکمتہ صدر الدین
الشیوازی
لا نظام الدین کی تصانیف میں ایک
منشیہ ہے جو صدر الدین شیرازی کی شرت
ہدایۃ الحکمتہ پر ہے۔

علامہ آزاد بگدوی نے آثار الحکام میں لکھی جبینہ بھی حیات فارسی میں تحریر کی ہے۔

"والتالیفات اور شرح ہدایۃ الحکمتہ..... ۲۱۰

لا صاحب دریا جنگ کے قلم سے چوک ہی ہوئی کہ وہ ہدایۃ الحکمتہ کو حکمتہ العین تحریر کر گئے، اسی خط میں آگے وہ خود لکھتے ہیں :-

"مولانا میں مخطوطے کے منقول اول پر نام اس حیات سے ہے نسخہ جاشیہ

بروزی نظام الدین علی شرت شرح ہدایۃ الحکمتہ صدرا"

(کتاب صدیاد جنگ صفہ)

میں نے خود اس مخطوطہ کو حبیب بخش کلکش (مولانا آزاد لائبریری) میں دیکھا اور جاشیہ صدرا (نظام الدین) کے دوسرے مخطوطوں سے اس کا مقابلہ کیا تو میں یہی کہانی پائی۔ (ج) جاشیہ شمس بازقہ :- علامہ محمد جون پوری کی شرتہ آفاق تصنیف الشمس الہاز خیر لا صاحب کا جاشیہ، اصل کتاب کے جاشیہ پر دیگر حواشی کے ساتھ طبع ہو چکا ہے، اس کا کوئی مخطوطہ بھی تک ملے نہیں آیا ہے۔

۴۔ سیر

اس فن میں لا صاحب کی ایک ہی تصنیف ہے، یہ اپنے مرشد حضرت شاہ عبدالذاق بانوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے حالات میں ہے جس کا نام مناقب رواقیہ ہے جو کئی بار طبع ہو چکی ہو اور کے مخطوطے بھی پائے جاتے ہیں، لیکن لا صاحب کے قلم کا کھامسودہ دستیاب نہیں ہے، کتاب کی شرح لا صاحب کے پوتے لا عبد اللہ علی بن بکر وعلوم (وفات ۱۲۸۲ھ) نے لکھی ہے جس کا نام محاسن رواقیہ ہے، اس کے مخطوطے پائے جاتے ہیں، اصل اور شرح دونوں میں ہیں، اصل کتاب کا اردو ترجمہ بھی تصنف صدری قبل شائع ہوا تھا، لا عبد اللہ علی بن بکر اولی شرت فرنگی علی (وفات ۱۲۸۲ھ) کی تصریح کے مطابق لا صاحب کی یہ تصنیف صرف عربی ہی تھی تصنف کو اس پر نظر ثانی کا موقع نہیں ملا تھا اس لیے اس کے متعدد مخطوطوں میں

تماماً انحراف سے ہے۔

ہر حال میں یہ بھی تصنیف ہے ایک فاضل اہل کی تصنیف ہے، اپنے مرشد کے عقیدت انتہائی درجے پر پوچھی ہوئی ہے، پھر بھی عقیدت کے سرشار علم کے حدود سے تجاوز نہیں ہوا ہے، یہ اتنا اثر اور علمی و فنی نکتوں سے ملبو ذکر ہے کہ اہل اہل ذوق مدون کو اس میں کشش کا پرانا مان لیا جاتا ہے۔

اس تذکرہ کا نمایاں ترین پہلو اس کے تصنیف کا — جو علامہ وقت اور زمانہ کا بھی ہے — عجز و خشوع ہے، پوری کتاب میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں آنے پایا جس سے ادعا علم کا ثناء بھی ہو سکے، اس کے برعکس اپنے علم و فضل کو اپنے اہل ذوق و ذوق کے مرغان کے گنگے بیج بکھنے کی متعدد بے ساختہ مثالیں من قبیل مذاقیہ میں دیکھی جاتی ہیں۔

مثلاً: لا صاحب کا بیان ہے کہ: ایک روز بندہ درگاہ اہل دوسرے مریدین حاضر ہے حضرت (یہ صاحب) نے فرمایا: عرض ہوا پیر دستگیر میرے عبد العبد علیہ الرحمہ کو میں نے دعا کہتے ہیں، دیکھو کہ وہ فرما رہے ہیں: آج دو شنبہ ہے اور آج میں نے قید خانہ حیات کی رہائی پائی اور لقاے حبیب سے پوچھنی نصیب ہو گئی، بعض پیر بھی گجرات سے آئے اور انہوں نے بتایا کہ حضرت میرے عبد العبد حضرت یہ صاحب کے پیر و مرشد کا انتقال ہو گیا ہے کہ وہ زندہ، حضرت یہ صاحب نے فرمایا: مجھے حیرت ہوئی کہ کیا کشف میں بھی غلطی ہو گئی، حالانکہ ایسا ہونا بعید ہے، بندے نے عرض کیا: اولیاء اللہ کے معاملے "تغیر پذیر" ہوتے ہیں، حضرت یہ صاحب نے فرمایا: صحیح ہے، اولیاء اللہ کے معاملے "تاویل پذیر" ہوتے ہیں، جیسا کہ علامہ خلیل شہر علیہ الصلوٰۃ و علی نبینا و آلہ الطاہرین کو پیش آیا، چونکہ حضرت یہ صاحب نے میں اس قدر فرمایا تھا اس لیے بندے نے عرض کیا:۔

خلیل شہر علیہ الصلوٰۃ و علی نبینا و آلہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ و

چہ طور پر من شدہ بعض یا ان گفتہ کہ
علی نبینا و آلہ کو کس طرح کامیابی میں آیا
اُن تصدیق دانی سوال اور ہر جہت
تھا: بعض موجود پیر بھی انوں نے کہا
نفس ہر ایک زبان مبارک ہو یا فرزند
آپ خود اس معاملے کو اچھی طرح جاننے
میں پھر حضرت سے یہ استفادہ کس لیے
کر رہے ہیں؟

میں نے جواب دیا: اس لیے استفادہ
کر رہا ہوں کہ حضرت اپنی زبان مبارک
سے اس معاملے کو بیان فرمائیں۔

یہ صورت ایک مثال ہے، اس سے ملے جلتے بہت سے واقعے مناقب مذاقیہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ سوانح اولیاء اللہ کے مصنفین عام طور پر اسی طرح کی انکساری اور بے مقداری کا انداز اپنے لیے اختیار کیا کرتے ہیں، لیکن اولیاء اللہ کا عالم و فاضل مصنفین کا اولیاء اللہ میں شاذ و نادر کوئی دوسرا ملے گا، دوسرے ایسے عظیم فاضل کامرشد ظاہری علم و فضل سے بالکل ہی بیگانہ ہو، ایسا تو بہت ہی نادر ہے، ایسے مرشد کی جلال شان سے ایک فلسفی منطقی منتظم اور بحاث کا اس درجہ مغلوب ہونا اور اپنی علمی عظمت و وقار کو اس کے حضور میں لاشعور محض یقین کر لینا، ایک عظیم انکسار و تقصیر ہے، تیسرے یہ کہ دوسرے مصنفین سوانح کی تحریروں میں احساس بے مقداری و بیجا میسرزی کی وہ بے ساختگی کم پائی جاتی ہے جو لا صاحب کی تصنیف مناقب مذاقیہ میں لفظ لفظ سے مترشح ہے۔

۵۔ حدیث

بانی دین نظامی کی طرف حدیث سے متعلق کسی تصنیف کا انتخاب ان لوگوں کے لیے یقیناً حیرت کا باعث ہو گا جو یہ سنتے اور پڑھتے چلے آئے ہیں کہ دین نظامی میں حدیث اور تفسیر سے بالکل بے توہی برقی گئی ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ لا صاحب کی ایک تصنیف

”در بیان وفود مسنون“ بھی ہے، جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے یہ کسی فقہی کتاب کے باب الطہارت کے قسم کی کوئی تصنیف نہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طریقہ وضو کے سلسلے میں جو احادیث صحیحہ مروی ہیں ان پر مبنی وضو کے مسنون طریقے کا بیان ہے! اس تصنیف کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اس قدر جوش اور فروغی سلسلے پر ملا صاحب نے قلم کیوں اٹھایا؟ یہ سوال بہت سے ذہنوں میں پیدا ہو سکتا ہے

”مناقب رزاقیہ“ میں ملا صاحب نے حضرت سید صاحب کا ایک کشف نقل کیا ہے اس سے خیال ہوتا ہے کہ شاید یہی سبب رسالہ وضو کی تصنیف کا ہو، ملا صاحب فرماتے ہیں

در تہم از بعض معاصرین پر سید کہ تہم بابت
کفایت ماند یاد؟ چون درین فہم مردم
حنفی والمذہب بستہ چنانچہ حضرت قدس
سروہ الامامی ہم در احوال حنفی پور گفتند کہ
کفایت نہ دارد و فروغ معلوم ہی شود کہ
کفایت دارد یا گفت کہ خبری رہ کہ
کفایت دارد۔

ملا صاحب نے فرمایا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ گھوٹوں تک ہی کافی ہے۔ یا سید صاحب نے اس طرح فرمایا: خبر دیت خبر دیت گھوٹوں تک تیمم کافی ہے۔

حضرت سید صاحب انصاریؒ کی بولی دیہاتی بولی تھی اور وہ عموماً اپنے الفاظ کو خبر دیت ”یعنی طہم غیب تبارک ہے“ کے الفاظ سے بیان فرماتے تھے۔ ہر حال یہ واقعہ حضرت سید صاحبؒ کے کشف پر ختم ہو جاتا تو کوئی بات نہ تھی اس کے

بعد ہوا یہ کہ:-

بعض ملا علم چون حدیث کی بنیاد ملی
نوشتہ حکم کردہ کہ سچو طور کفایت دارد
کتب فقہیہ بکلات نے مطلق۔
مہن ابی علم نے جو حضرت سید صاحب
سے پوری حدیث نہیں لکھے تھے مقررین
ہوئے اسی کا کتابہ تھا کہ گھوٹوں تک تیمم
کیے کافی ہو سکتا ہو جیسا کہ کتب فقہیہ (احادیث)
ایکے خلاف مراد و حضرت علم نے وہی بیان
مرشد پر لوگوں کا اعتراض ملا صاحب کے لیے تکلف پیدا کیا وہ اس کے آگے اس سلسلے پر روشنی
ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:-

کینیون تک تیمم ضروری ہے یا گھوٹوں تک اس بارے میں فقہاء کا اختلاف جو حضرت امام اعظم
اور صاحبین درجہم اندر کینیون تک کے تامل میں امام شافعی قول قدیم کے مطابق اور دوسرے
مسک کے فقہاء کی ایک جماعت گھوٹوں تک تیمم کو کافی قرار دیتی ہے، اگر حنفی مسلک سے بحث کر
ایک محقق کے انداز میں ملا صاحب فرماتے ہیں:-

اکثر احادیث صحاح مؤید قول امام شافعی
وغیرہ است و ظاہر فقہی حضرت شیخ ابن
عربی قدس سرہ الامامی ہمیں است
اور اکثر صحیح حدیثیں امام شافعی وغیرہ کے
مسک کی تائید کرتی ہیں کہ گھوٹوں تک تیمم کافی
ہی اور بظاہر حضرت شیخ ابی الدین ابن عربی
کافقوی بھی لکھا ہے۔

حضرت سید صاحبؒ کے اس کشف کی تائید میں ملا صاحب مقررین کو ایک اور جواب
دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

اشیاء حضرت چنانچہ حضرت سرہی مقلی و
حضرت غوث اعظم کو کافی بجزیب امام
شافعی یا احمد بن حنبل بر میں است سید
حضرت سید صاحب کے شانہ سلا بیجے
حضرت سرہی مقلی اور حضرت غوث اعظم جو امام
شافعی یا احمد بن حنبل کے مسک بر مال تھے

حکم پر طرست

اسی دن کے لئے کہ گھوڑے تک تیرے کافی ہو۔
ایسی حالت میں حضرت سید صاحب پر تو
کے کیا مہنت ہیں؟

اسی کے بعد صاحب کشف کی حمایت لیک اور پہلو سے کرتے ہیں:-

و من بعد الامام مالک رحمہ اللہ قتالی مرقا
و ایت ہی کہ کہ اختلاف اسی رحمت میں
احتمال دارد کہ حضرت قدس سرہ الامامی
کہ انہم بکفایت تابند دست شدہ ہیں
رحمت مبشر ہ وہ ہوا باشد و الاول و وجہ
واللہ اعلم

گوں تک تیرے کافی ہونے کا جو الحام
ہو اس کا مقصد یہی ہو کہ اس رحمت سے وہ
مبشر کے لئے ہوں، اگر پہلی بات (صحابہ)
صحابہ دلی زیادہ قوی ہو۔ واللہ اعلم۔

تیمم کی اس بحث میں مقلدین جامعین کا جو رویہ رہا ہو سکتا ہے کہ صاحب اسی بے لچ
روئے سے بدول ہو کر دین کے اس طریقے کی وضاحت کی طرف متوجہ ہوئے ہوں جو احادیث
صالح پر مبنی ہے جس سے فقہی مسائل کو میں مست سمجھنے والوں کی غلط روش کی اصلاح
مقصود ہو۔ لیکن یہ سب قیاس آرائی ہی ہے، اس لیے کہ صاحب کا یہ رسالہ دین ہی اب
دست رس سے باہر کا معاملہ بن چکا ہے، اس رسالے کے کسی نمکھوٹے کا ابھی تک پتہ نہیں چلا ہے

پیر و مرشد

حضرت سید شاہ عبد الرزاق بانسویؒ

انصاری فاؤنڈیشن پاکستان

بانی: فقیر اثر انصاری فیض پوری

آل انصار کی رفاہی، سماجی اور فلاحی خدمات
کے لئے وقف ادارہ

- انصاری میرج سنٹر
- انصاری بلڈ بینک
- انصاری لائبریری
- انصاری اولڈ کیمپ

"صحیت الانصار" ہویا "فلاح الانصار"۔ "انصاری فاؤنڈیشن پاکستان" ہویا "انصاری
برادری"۔ "اتحاد الانصار" ہویا "انصاری ویلفیئر سوسائٹی"۔ اسی کا نصب العین ایک ہے۔ اور
یہ تمام لوگوں کو قوم و ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لئے کوشاں ہیں۔ دنیا کے ستارے ہوئے انسانوں
کی ولولہ داری کے لئے ہم حاضر ہیں۔
آج منظم ہو کر آل انصار کی فلاح بہبود کے لئے کچھ کارہائے نمایاں انجام دیں۔

مرکزی دفتر

انصاری ہاؤس اثر منزل فیض پور خورو

ضلع شیخوپورہ، تحصیل فیروز والا، نزد لاہور، شرق پور روڈ، پنجاب، موٹروے زیر پوائنٹ
فون لاہور: 7125023، 7125024 (یہ ادارہ سیاست سے الگ ہے۔)

استاذ الملحد ملا نظام الدین محمد کی فردوسی، عاجزی و خاکساری اور بربادی کے غم نے
واقعات اور خود ملا صاحب کی نجی تحریروں کے ضمن میں ادھر گزرے، بظاہر ان کا بنیادی
سبب تو وہ ہولناک دارالت ہے جس سے ملا صاحب نو عمری ہی میں وہ چار ہوئے تھے،
ہر سال کی عمر میں آنکھوں کے سامنے نامور والد ماجد کی شہادت، گھر کی تاراجی اور خود اپنی
امیری وہ زبردست سانحے تھے جنہوں نے ملا صاحب کو تمام عمر کے لیے رفیق و قلب اور علم
بنادیا۔ تاریخ اسلام میں اس کی نظیر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی سیرت میں نظر
آتی ہے جن کی نگاہوں میں پورا حادثہ کو بلا اس طرح مبارک کہ تمام عمر کسی نے ان کو شادمان
نہیں دیکھا، ملا نظام الدین پر جو کچھ گزرا اُس کا بھی فطری تقاضا یہ تھا کہ ان کا قلب و رفیق و
گواہ ہو، اور ان کے مزاج میں عجز و انکسار کا پورا دخل ہو جائے۔ تاہم ملا صاحب کے اس
غصہ میں مزاج کے استحکام اور جذبہ کمال تک پہنچنے میں اس رشتے کا بھی بڑا ہاتھ نظر آتا ہے
جو ان کے برسرِ طریقت حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۳۷ھ) سے
فلانی اور بنیاد مندی کا تھا۔

استاذ الملحد کے سو بیچ حیات کا یہ پہلو، عقیدت و ارادت کی تاریخ کا انتہائی روشن
باب ہے۔ وہ جس کے علم و فضل کے آگے بڑے بڑوں کی گردنیں خم ہوتی تھیں اور وہ جس کا
باری کر دے نصاب — مد سب نظامی — اکیلے اپنے عہد ہی میں نہیں صدیوں بعد تک
علم و فضل کا اعلیٰ معیار بنادیا اور وہ جس کی منقولات کی ہمہ گیری ادب کمال تک پہنچی ہوئی تھی

ایک دوسرے سے اپنا خوب بیان کیا۔ لانظام الدین نے فرمایا کہ غالباً ہماری تمہاری امت میں ان ہی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے۔ (فیمن حضرت ابنہ علیہ السلام)
 جن صاحب کے ہاتھ میں ان دونوں کے ہاتھ دیے گئے ان سے بیداری میں ملاقات کی ہوئی اور کہاں ہوئی؟ اس سوال کا بھی صریح جواب مذکور میں نہیں ملتا، یہاں تک کہ خود امامان نے اپنے مرشد کے حالات میں جو رسالہ تحریر فرمایا ہے اور جو اس وقت ہماری دست رس میں ہے وہ بھی اس سوال کے جواب سے خالی ہے، اس جگہ بھی مولانا عبدالباری فرشتی علی کی سہا کی مدد کا سہارا لینا پڑتا ہے جو واقعہ کے دوسروں کے بعد قلم بند ہوئی، لیکن اس تاثر زمانی سے یہ لازم نہیں آتا کہ روایت مستند نہیں رہی یا ضعیف ہو گئی، اس لیے لازم نہیں آتا کہ امام صاحب کا ایک انہی بزرگ کے ہاتھ پر مرید ہو جانا ایسا واقعہ تھا کہ ہر زمانے میں خاندان کے لوگوں میں اس نامور اوتوح سلسلے کا ذکر ہوتے رہنا ممکن ہی نہیں بلکہ یقینی تھا۔

مولانا عبدالباری فرشتی علی تحریر فرماتے ہیں:-

”مجھے اپنی سماعت سے یاد پڑتا ہے کہ اکثر اکابر سے یوں مشاہدے کی اس کرامت کے ہم معنی (اس کرامت کا ذکر تفصیل سے آگے آ رہا ہے) ذکر حضرت لانظام الدین کے میں میں بھی ہوا۔ امام صاحب کے طلبہ ارشاد پر محمد صاحب کے ٹیلے پر رہتے تھے، باہم بحث کرنے لگے کہ امام صاحب نے لائیکل حقیقہ سے ہم کو سکت تو کر یا اگر یہ بات ناممکن ہے۔ حضرت (سید شاہ عبدالرزاق ابنوی) تشریف لائے یا پہلے سے بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا بحث کر رہے ہو؟ ایک طالب علم نے کہا: تم کیا باتوں جابلیں یہاں؟ یہ علمی بحث ہو؟ آپ نے فرمایا: طلبہ کی باتوں سے جابلیں غاصبہ نکلتی ہے، فرما کہ ایک طالب علم نے بحث کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: تم لوگ معقول ہوئے ہو کہ بعد وقت کے مکان سے بحث نہیں ہوتی، اگر تم اس امر کو دانتے ہو تو پھر تم کو قبول کرنے میں غور فرمنا۔ اس کے بعد طلبہ نے کرامت کا مشاہدہ کر لیا، حضرت سید صاحب پر اس وقت حبال

ہماری تھا، مصنفہ فیمن حضرت ابنہ کے الفاظ میں:-

”آپ نے فرمایا، جناب رسالت آپ بڑے مرتبے کے ہیں، ان کے خادموں کی ذرا نیت ہے کہ جس کیفیت جسم سے جس کر جائیں اس کو ذرا نی کر دیتے ہیں، چنانچہ اسی حالت میں کہہ رہے ہیں کہ اس کے ستون سے چھ کر باندھو وہ خشک ستون (جواب ملے کہ ہے) حضرت کی کمر میں باندھا گیا اور چادر نکل آئی۔“
 ”خشک ستون“ جس کا ذکر مولانا عبدالباری صاحب فرشتی علی نے فرمایا ہے ان کی تحریر کے وقت تک گویا آج سے پچاس سال قبل تک موجود تھا، مگر اب نئی تعمیر میں جو اس کے بعد ہوئی باقی نہیں رہا، کھڑی کے ستون کے بجائے سیٹ اور اینٹوں کے کھمبے بن گئے ہیں۔
 بہر حال مولانا عبدالباری صاحب نے اس کے بعد تحریر فرمایا ہے:-

”یہ قدر و حد و کرامت کا واقعہ جو لانظام الدین کے خادموں کے سامنے مشاہدہ ہوا، محمد صاحب کے ٹیلے پر پیش آیا تھا، حضرت لانظام الدین نے نما اور علیہ حضرت کا دریافت کیا تو وہ خواب جو انہوں نے دیکھا تھا کہ حضرت غوث اعظم نے ان کو حضرت خواجہ بزرگ سے مل کر ایک بزرگ کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ دیا تھا، یاد آیا، علیہ مطابقت ان بزرگ کے علیہ کے پایا، یہی امر حضرت لانظام الدین اور حضرت ملا عبداللہ (فرشتی علی) قدس سرہما کے، اعلیٰ سلسلہ ہونے کا ہوا۔“ (فیمن حضرت ابنہ)

یہ ترغبات ظاہر ہے کہ امام صاحب نے مجسم خود کرامت کا مشاہدہ نہیں کیا، بلکہ ان کے طلبہ نے جو شاہ پر محمد صاحب کے ٹیلے پر رہتے تھے، حد و کرامت کا واقعہ بیان کیا تھا، امام صاحب نے ان بزرگ کا علیہ دریافت کیا جن سے کرامت صادر ہوئی تھی، طلبہ نے جو علیہ بتایا وہ بالکل سچی تھا جو خواب میں دکھائے گئے بزرگ کا تھا، اب کوئی وجہ تاخیر کی نہ تھی، امام صاحب اور ان کے پیچھے اس جگہ پہنچے جہاں ان بزرگ کے قیام فرما ہونے کا گمان تھا، اور ملاقات کے بعد تصدیق بھی کر لی کہ بیعت وہی بزرگ ہیں جن کی زیارت خواب میں ہوئی تھی، دونوں حضرات ان

میرے ہونگے۔

مگر یہ کرامت کیا تھی؟ جسم نورانی سے کپڑے کا جو جسم پر پردہ چاہتا ہے، نیز کھولے اور پار نکل جاتا! اس کرامت کا ذکر خود علامہ صاحب نے اپنے مرشد کے ذکر پر مشتمل رسالہ "مناقب و مناقب" میں کیا ہے۔ لیکن یہ نہیں لکھا ہے کہ یہی کرامت ان کے مرید ہونے کا باعث ہوئی، علامہ صاحب نے کرامت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:-

"بعض علماء کی عقل میں ہجرت کی بحث پیدا ہو جاتی تھی، حضرت علی (ع) رضی اللہ عنہ کے اس ہجرت پر جو حضرت ابی بنی فاطر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کی روانے مبارک اگر آگے یا پیچھے کھینچی جائے تو آپ کا جسم مبارک معانی نہ ہوتا اور بے گنت روئے مبارک اور سے اُدھر نکل آتی تھی، اس عقلی علماء میں لوگ انکار کے انداز میں اظہار تعجب کرتے تھے، حضرت سید صاحب بانوی نے فرمایا: حضور اور رسالت و شہادت علیہ السلام واد کے فیضان سے آپ کی امت کے ایسے جو باقی علماء و آپ کے ہیں، یہی کر سکتے ہیں، پھر حضرت سید صاحب نے فرمایا: میری ہمارے کچھ بھائی ہیں جنہوں نے مبارک ہمارے کھینچی اور وہاں بات پائی کہ ہمارے ان لوگوں کو بڑے گھٹیا لیا اور وہ کھینچا کہ جسم مبارک اسے نہیں چھو:- (مناقب و مناقب علیہ السلام)

"جلس علماء کی کوئی دشمنیت علامہ صاحب نے نہیں فرمائی اور یہ بھی خود نہیں فرمایا اس کرامت کا مجدد کہاں ہو، صاحب جملۃ الرسائل الشفاء طاولی الشرفی علی (ع) وشرقی (ع) نے جنھوں نے علامہ صاحب کی تصنیف "مناقب و مناقب" کو از سر نو ترتیب دے کر اور حضرت و منافذ کے ساتھ منسلک کیا، علامہ الرسائل الشفاء لکھا، اس کرامت کا قلم سے تفصیل سے ذکر کیا ہے، اس میں بیان کے بعد جو علامہ صاحب نے تحریر فرمائی ہے، وہی تحریر منقول کی گئی ہے:-

"مصل علماء میرے ہجرت پر بحث کے اس میں کوئی نا اہل و محکم چھوڑ گئے۔"

کفر کے قریب ہو گئے، جسے شک اور تردد میں جا پڑے، حضرت سید صاحب کو بھی مگر یہ کہ بدلتا اگر ایک بچہ اور انھیں مگر یہی کے بھڑے نکات، اذان، اذان، حضرت سید صاحب ملا، انھیں میں پہنچے، کہتے ہیں کہ وہ... حاجی حضرت سید صاحب، ان کے دربار میں ہیں، انھیں نے کہتے تھے اور یہاں ہوں یہاں کی دشمنی اور لباس میں دہشت تھے، آپ نے ان پر پتے ہی حاضرین عقل کو سلام کیا اور ان سے فرمایا:-

حضار مجلس سے سید صاحب نے وہی فرمایا جس کا ذکر فانکام علیہ السلام نے "مناقب و مناقب" میں کیا ہے، علامہ الشرفی علی نے اس کے بعد مزید لکھا ہے کہ حضار عقل نے حضرت سید صاحب کے ارشاد کو درخور عقائد لکھا، آپ کا عقل انھیں ناگوار ہوا، خاموش رہنے کا ہدایت کر کے وہ پھر بحث و تکرار میں لگ گئے، دوبارہ حضرت سید صاحب نے انھیں یہ کہہ کر اپنی طرف متوجہ فرمایا کہ:- "ہجرت کے اس ہجرت میں شک کیا جو ہے؟ جسم نورانی سے روانے مبارک کا بند سے بند نہ نکل آئے گا سب سے ہجرت پر ختم نہیں ہو گیا ہے، آپ کی امت کے علماء سے بھی اس کا بطور کرامت مجدد ممکن ہے:-"

حاضرین عقل نے مطالب کیا کہ اگر تم سے اس کا مجدد ممکن ہو تو دکھاؤ، شک آپ ہی سے ہو جائے گا:- علامہ الشرفی علی نے فرمایا:-

"اس وقت حضرت سید صاحب پر ایک ایسی کیفیت طاری ہو گئی کہ وہ آپ سے نہیں

سلام کرتے تھے، بلکہ ریاکی کا پوری طرح ظہور آپ سے ہوا تھا:-"

پھر اسی طرح ہر ایک کہ علامہ صاحب نے مجدد کرامت کے مسئلے میں مناقب و مناقب میں تحریر فرمایا ہے:-

فانکام علیہ السلام کی "مناقب و مناقب" غالباً آدھیں کتاب ہے جو حضرت سید صاحب علیہ السلام کے حالات میں لکھی گئی ہے، اظہار ہے کہ متذکرین لکھا ہے، نہ موت ان کے کہ نہ سنت کا رتبہ علیہ السلام جہاں ہے، بلکہ اس لیے بھی کہ یہ کتاب ہے جو دیکھنے والے کی

ہوئی ہم تک پہنچ پائی ہے، لاہولی اللہ فرنگی علی کے بیان کے مطابق لامصاحب کی تصنیف کا ل اور جامع نہیں ہے، وہ اپنی تصنیف "عمدة الاسال للہجاء" کا سبب تالیف بیان کے ضمن میں لکھتے ہیں:-

"ہاں تک کہ اچانک خیال ہوا کہ عبارت کامل رئیس علماء مقتدائے زمان تعلق الاقطاب مولانا نظام الدین سہاروی (متم فرنگی علی) قدس سرہ کی تالیف کردہ رسالہ مناقب رزاقیہ کو جس کی تصنیف و ترتیب کا موقع مصنف کو نہیں مل سکا تھا اور نقل کرنے والوں کی تحریف نے اس کی عبارت کو اور مسخ کر کے نادرسی اسلوب تک سے پرشاد ہوا حتی المقدور درست کیا جائے، اور لامصاحب نے اپنے رسالے میں جو حالات جمع کر رکھے ہیں ان کو سنیس نادسی میں ایسی ترکیب کے ساتھ پیش کیا جائے کہ ہر غامض و عام اس سے فائدہ اٹھائے، لیکن اس بابو عظیم کے اٹھانے کی بہت نہیں ہو پاتی تھی۔۔۔

لانظام الدین کا تالیف کردہ تذکرہ "مناقب رزاقیہ" جامع و کامل نہ ہونے پر نظر ثانی سے محروم ہونے کے باوجود ایک اہم تصنیف اور ایک مستند عالم دین کی تصنیف ہے، اور ایسی تصنیف ہے جو عقیدت و ارادت کے بے عیاں اظہار پر مشتمل ہوتے ہوئے بھی افراط و تفریط سے یکسر بے دھن، محفوظ ہے، عقیدت مند مصنف کا قلم نشہ ارادت میں سرشار ہونے کے باوجود عبادہ اعتدالی سے سربمواخرات نہیں کرتا، کرامات و اہمات کے ذکر فراوان کے دوران بھی احادیث و اقوال فقہائے سنیہ اور ائمہ دینی پیش کرتا جاتا ہے۔

لامصاحب کی مناقب رزاقیہ ہی وہ تنہا کتاب ہے جسے حضرت سید صاحب بانسویؒ کی معاصر تاریخ سے یاد کیا جاسکتا ہے، چوں کہ اسے اور بھی معاصر تاریخیں اور سوانح حیات ہوں مگر ہم تک وہ پہنچ نہیں سکیں، لامصاحب کے شاگرد رشید ملاکمال الدین سہاروی (متوفی ۱۱۰۰ھ) نے بھی اپنے مرشد حضرت سید صاحب بانسویؒ کے حالات میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا سرخواب کہیں نہیں ملتا ہے، علامہ الدین محمود انصاری نقیودوی..... کی

سبب اخصان الانساب، مخطوطہ میں نہیں اس کا ذکر ملتا ہے۔

لانظام الدین محمد قدس سرہ اور ملاکمال الدین محمد قدس سرہ نے سید عالی نسب و حضرت شاہ عبدالرزاق بانسویؒ کی کرامتوں کے بیان میں، رسالے تصنیف کیے ہیں اور ان کے نام مناقب رزاقیہ رکھے ہیں، میرے ایسے بے ایہ اور تہی دست کی مثال کہاں کر لیا جاسکے کہ درج و تائیں میں اب کئی کروں۔

ملاکمال الدین کی تصنیف کردہ مناقب رزاقیہ، ہمارے لیے معدوم ہو چکی ہے، بہر حال لانظام الدین کی مناقب رزاقیہ موجود ہے اور کئی بار طبع ہو چکی ہے، اعتباراً اور اسناد میں اس کا مرتبہ بہت بلند ہے، اس کے بعد مستند اور معتبر ہونے میں لاہولی اللہ فرنگی علی کی کتاب عمدة الاسال للہجاء کا درجہ ہے۔ لاہولی اللہ فرنگی علی نے اپنی تصنیف حضرت سید صاحب بانسویؒ کے وصال پر پچھتر سال گزرنے سے قبل ہی مرتب کر لی تھی، تب نہ ہونا چاہیے اگر عمدة الاسال کے مصنف نے صدر کرامت کی تفصیل دیکھنے والوں سے یاد لیجئے والوں سے براہ راست نسخہ والوں سے سن کر اپنی کتاب میں درج کی ہو۔

پھر بھی "مغنی علماء" کی تفصیل و وضاحت نہیں ہو پائی، یہ وضاحت لغو و زانیہ اور روایات رزاقیہ کے مصنف نواب محمد غلام رزاقی شاہ جہانپوری نے کی ہے، نواب صاحب نے اپنی تصانیف میں تمام واقعات اپنے ان بزرگوں سے جن کو حضرت سید صاحب کے سلسلے سے قریبی تعلق تھا، اور اپنے مرشد زاداؤں سے سُن کر درج کیے ہیں، نواب صاحب کے بیروم خد حضرت شاہ غلام علی بانسویؒ (متوفی ۱۱۰۰ھ) تھے جو حضرت سید صاحب بانسویؒ کے فرزند کھنڈہ تھے، ملاکمال رزاقی کا بیان ہے:-

ایک روز حضرت سید صاحب بانسویؒ قصبہ سوان میں تشریف رکھتے تھے، اسی ندی پر سوانچ مندریہ سے فارغ ہو کر وصال فرما رہے تھے کہ غلام ہوا ایک طالب علم اپنے استاد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجسمے عقلی دلائل کی بنا پر انکار کر رہا ہے، قریب ہو کر

اس کا ایمان ذاتی ہو جائے، فوراً پہنچے اور اس کے ایمان کو قائم اور مستحکم رکھنے کی تدبیر کرے، حضرت سید صاحب حکم خداوندی کے موجب مولوی ابو الفتح کے مکان پر قصبہ نیوتنی دم قصبہ مولان سے قریب تھا ہے، ہمارا یہ دفعہ معنی تلوار خان کے چند تیر اور مکان ہاتھ نہیں اٹھائے گھوڑے پر سوار تشریف لے گئے۔

اس کے بعد لفظاً و مذاقی کے مصنف نے عدد و کرامت کا واقعہ اسی طرح لکھا ہے جس طرح مناقب و مذاقیہ اور عمدۃ الوسائل میں ہے، لفظاً کے مصنف کے بیان سے معلوم ہوا کہ مولوی ابو الفتح کی محفل تھی، جسے ”در محفل علماء“ کے الفاظ سے استاذ اللہ لانا نظام الدین نے مناقب و مذاقیہ میں ذکر کیا ہے، مناقب و مذاقیہ کے ایک محشی میاں سید شاہ غلام جیلانی بانسوی کے الفاظ ہیں جناب ملا شیخ ابو الفتح عثمانی حنفی چشتی خونی مرید جناب شاہ پیر محمد فکھنوی ہیں۔ لفظاً و مذاقی کے بیان کے مطابق عدد و کرامت نیوتنی ضلع انارڈو دیو پی، میں ہوا، جب نہیں کہ اس واقعہ کی شہرت لکھنؤ تک ہو چکی ہو جو نیوتنی سے بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اہ قیاساً یہ کہا جاسکتا ہے، اسی نادرا و نادر وقوع کرامت کا ذکر جو دلائل عقلیہ کی رو سے قابل قبول نہیں ہو سکتا، استاذ اللہ لانا نظام الدین کے ایسے عقول اور فلسفہ کے درس میں طلبہ نے بطور استعجاب کیا جو اور ملا صاحب نے ایسے خوارق عادت امور کے عدد و کرامت عقلی دلائل سے ثابت کر دیا، جو طلبہ ملا صاحب کے دلائل سے راکت ہو گئے ہوں، مگر مطمئن نہ ہوئے ہوں، اور وہی بچے اطمینانی کا اظہار اپنی قیام گاہ شاہ پیر محمد صاحب کے ٹیلے پر کر رہے ہوں کہ حضرت سید صاحب بانسوی وہاں ہو چکے تھے یا پہلے سے موجود تھے اور انھوں نے طلبہ کو کرامت کا مشاہدہ کرا دیا۔ دوسرے دن طلبہ نے درس میں اس کا ذکر کیا اور ذات کا واقعہ بیان کیا، ملا صاحب ان بزرگ کا علمیہ و غیرہ اہانت کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہو گئے۔

بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ لانا نظام الدین چالیس سال کی عمر میں حضرت سید صاحب بانسوی کے مرید ہوئے، اس بنیاد پر ملا صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں مرید ہوئے، کیونکہ ان کی پیدائش کا

عینی سال مشہور ہے، تذکرہ نویسوں کا یہ اندازہ صحیح نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ لانا نظام الدین کے استاد ملا غلام نقشبند کی حیات میں یہ واقعہ پیش آچکا تھا، اور ملا غلام نقشبند کا انتقال ۱۱۷۱ھ میں ہو رہا ہے، لفظاً و مذاقی کے مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت سید صاحب بانسوی کی اس کرامت کا جب شہرہ ہوا تو علوم عقلیہ کے ماہرین و طالبین نے ملا غلام نقشبند سے رجوع کیا، ان رجوع کرنے والوں میں ملا کمال الدین سہاوی بھی تھے، رجوع اس وقت تک حضرت سید صاحب کے مسلک ارادت سے وابستہ نہیں ہوئے تھے، ملا کمال الدین اس بنا پر اس کرامت کے منکر تھے کہ جو مجیزہ پیغمبر سے ظہور میں آتا ہے وہ کسی دلی سے کرامت کے طور پر ظہور نہیں پاسکتا، ملا غلام نقشبند اس غلط خیال کی دلائل عقلیہ سے تردید فرما رہے تھے، یہ مباحثہ شاہ پیر محمد صاحب کے ٹیلے پر ہو رہا تھا، جہاں ملا غلام نقشبند، شاہ پیر محمد صاحب کے سجادہ نشین کی حیثیت سے قیام پذیر رہتے تھے، یہ ٹیلہ دیوانے گوشتی کے کنارے واقع ہے، دیوانے کے دوسرے کنارے پر تقریباً ٹیلے کے مقابل ایک بزرگ شاہ دوست محمد دیوانے رہتے تھے، شاہ دوستی کے حضرت سید صاحب بانسوی سے گھر سے دو باغ تھے، سید صاحب جب لکھنؤ تشریف لائے تو شاہ دوستی صاحب کے یہاں قیام فرمائے، ٹیلے پر ملا کمال الدین اور ملا غلام نقشبند میں تکرار و مباحثہ جاری تھا کہ حضرت سید صاحب بانسوی کشف سے معلوم فرما کر شاہ دوستی کے یہاں سے ٹیلے پر تشریف لائے اور ملا کمال الدین کے مقابل بیٹھ کر فرمایا۔

”تمہیں اس امر میں شبہ ہے، بلکہ اشد شبہ کر رہے ہو، چارہ ہے، لکھنؤ؟“

اس واقعہ سے یہی نتیجہ نکلا ہے کہ لانا نظام الدین کے مرید ہونے کا واقعہ ۱۱۷۲ھ سے پہلے کا ہے، کتنا پہلے کا ہے، یہ جتنا پیش نظر سوادہ تاریخی کی بنیاد پر ممکن نہیں ہے، بہر حال ملا صاحب چالیس سال کی عمر میں نہیں، بلکہ ۲۰ سال کی عمر سے پہلے ہی حضرت سید صاحب کے مرید ہو چکے تھے اور تقریباً گیارہ سال اپنے پیر طریقت کے دوہم و ظاہری سے مستفیض ہوتے رہے، یہاں تک کہ ۱۱۷۳ھ میں پیر و مرشد نے وصال فرمایا، اس وقت ملا صاحب کی عمر ۴۳ سال کی تھی۔

باطن کے بھی اہل گئے اور صحت عامہ کے قائل ہونے کے باوجود ان کا سوا مرنے کا
اتحاد بھی تھا کہ ملت ترقی و ترقی میں کس طرح ہے امتیاز نہیں ہونے پاتے تھے۔

رفیق حضرت باطن

حضرت یہ صاحب باطنی کے فیض صحبت سے لانا نظام الدین نے تصوف کی تعلیم
کس طرح پالیا اس کو اس واقعہ کے ضمن میں معلوم کیا جاسکتا ہے جو ملاحی اور شریعتی ملاحی
بیان کیا ہے۔

نظام الدین کے زمانے میں ایک صاحب لکھنؤ شریعت لائے جو تصوف کا گفتگو
بڑی خوش بانی اور فطرت انداز سے کرتے تھے، ایک دنیاوی کی گزیرہ جو گئی اور غفلت
ان کی طرف متوجہ ہو گئی، ان صاحب کی خوبیاں بھی لوگ لاصاحب سے بیان کرنے
لگے، لکھنؤ حیرت انگیز واقعات اور تاریکائیں ان صاحب سے منسوب کر کے لوگ
لاصاحب کی خدمت میں بیان کرنے لگے، مگر لاصاحب کچھ بولتے ہی رات تھے، جب ان
صاحب کا صبر زیادہ ہو کر وہ غفلت نے لاصاحب سے کہ تو لاصاحب نے
بات فرمائی۔ تصوف وہ فن ہے جو شریعت و بیان کی تاب نہیں لاسکتا، اصل ظاہر کے
بجائے اپنے باطن کی نگہداشت اور دوسرے مسائل کے بجائے صرف ذات خداوندی
پر اعتماد کا نام تصوف ہے، اور میں کہہ دوں باطنی حاصل ہو جائیں پھر وہ قبل
کمال کے چھلے میں کمان پڑ سکتے ہیں، وہ تو اپنے حال کی طلب جو خود انجام کی نگرہ
اندیشی میں گھوڑتا ہے۔

اس کے بعد لاصاحب نے اپنے پیچھے اور اسرار باطنی کے واقف لاصاحب عبدالحی
قدس سرہ سے فرمایا تم جاؤ اور ان صاحب کا حال، حال دیکھ کر مجھے بتاؤ، اگر وہ امتیاز
باطن میں ہوئے اور ان کی باطنی کیفیات کا کوئی اثر تم پر بھی ہوا تو پھر میں بھی ان سے
ملنے جاؤں گا، مگر عبدالحی نے جا کر دیکھا تو بولے نہیں ٹھنکو، پھر فریض خیانت کی گونڈ

اور عوام کی نظر دہریہ کے دہان کچھ دھکا، اور اس کو اپنا آخر عمر بزرگوار سے بیان کرنا بھیجے
کی بات نہیں کرنا صاحب نے فرمایا۔ صوفی دراصل وہی ہے جو اپنے باطن کی لائنیں شریعت
سے پاک رکھے اور لکھا دے سنا دے کے میل کو اندر آنے نہ دے، وہ صوفی نہیں کہلاتے
مگر جو اپنے باطن کو حتیٰ امکان سے صاف کر ڈالے اور باطن لکھا دے لکھا دے اس کو
ناپاک کہہ، اللہ کے بندے ہمیشہ اپنے باطن کو اور صاف دسمیہ سے پاک رکھنے کی
کوشش کرتے رہتے ہیں اور شریعت شریف کی پاسداری اور خدمت کو پیش نظر رکھتے ہیں
ظاہری شریعت پر ہمیشہ عمل درآمد کرتے رہتے ہیں، اور قلب کی صفائی اور
ذات خداوندی پر کمالی اعتقاد، جس کی کیفیت کی تفصیل بارہ بیان ہو چکی ہے اسی کا شمار اور
ان کی بھان ہے۔ (عمدة السائل قلمی)

اور یہی تصوف لاصاحب کو اپنے مرشد کے فیض نظر سے نصیب ہوا اور شریعت کی بھر پور
خدمت باطن پر کڑی نگرانی اور اپنی باطن سے انتہائی عقیدت یعنی بظاہر دو متضاد پہلوؤں سے
مکمل ہم آہنگی لاصاحب اور ان کے بعد سلسلہ قادریہ رزاقیہ سے وابستہ رہنے والے ان کے
رشتہ داروں اور خاندان والوں کا مقصود بنارہا۔

نظام الدین اپنے مرشد کے دربار میں کس مرتبے کے تحت قرار پائے، اس کی تفصیل ظاہر
ہے کہ لاصاحب کے قلم سے نکل گئی تھی، ملتی ہے، وہ خود اپنے کو بر علیہ بندہ گاہ ہی کہہ کر کرتے
رہے، کرامات اور الہامات کے ذکر میں لاصاحب نے تحریر فرمایا ہے۔

(رسالہ غیب کی آوازیں سننے کے بحیرت واقعات میں سے) ایک واقعہ ہے کہ بعض مرید
جب اپنے گھر سے آستان بوس کے ارادے سے روانہ ہوتے تو حضرت یہ صاحب باطنی
اپنے دل کے میں فرمادیتے "میرویت میرویت" (خبر دیتا ہے خبر دیتا ہے خبر دیتا ہے) (اللہ)
إِنَّ الدِّينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ، اُوتُوا بِهِ (آیت میں) میں جو بیان لائے
اور جنوں نے اچھے مل کے آیت کا ترجمہ خود ہی سے فرمائے کہ ظلال آمل ہے لکھنؤ کی

مخلی مالی کے ویرایشیں طرز سے اس حد تک نازیں ہو گئے تھے کہ جب حضرت
سید صاحب فرماتے تھے کہ "خبر دیت خبر دیت کہ ان الذین استخوان علقا طصالحات
آوت ہیں" آماں ہاں حضرت فوراً کہنے لگے کہ نکال نکال آؤ ہے میں، اور یہی وہی
یاد دہرے دن حاضر خدمت ہو جاتے، حضرت سید صاحب کو غیب سے یہ خبریں وقت ملتی
جب وہ جہاں کہہ جائے میں خبر دی جھٹکا ہے اپنے گھر سے روانہ ہو کر راتے میں جوتے یا پھر
قدح معجم کر چکے ہوتے۔
(مناقب و مناقب)

مناقب رزاقیہ کے شائع ملاحظہ الاعلیٰ (حفیدہ نظام العین) نے اپنی شرح محاسن رزاقیہ میں تحریر کیا ہے :-

علامہ امین، لاجپور، لاہور، علی گڑھ اور محمد یعقوب غفر اللہ عنہم (شاگردان نظام الدین اور مکتبے اور پڑھتے تھے) سے بالاتفاق میں نے سنا ہے کہ اسی المذہب آستانہ علم و اصلاحاً سے جو اہل دین کی آؤ کی خیر نصرت سے صاحب دیتے تھے وہ خود نظام الدین اہل دین کے بارہ زادہ علامہ عبدالحی ہیں۔ (عاشق منور علی)

اس سے ظاہر ہے کہ ملا صاحب نے انرا وہ کفر نفسی کنایتہ میں بات کہی قصہ ہی کے آگے اپنے پیر بھائی حضرت میر اسماعیل بگڑائی کے بارے میں جب اسی طرح کے اہام کا ذکر کیا تو ملا صاحب نے ان کے نام کی صراحت کر دی کہ وہ قیام میر محمد اسماعیل توحید اہل صوبہ ہی خود خبر می دہد کہ یہ عالی نسب می آید یعنی بب میر اسماعیل بگڑائی اپنے بیان سے حاضر کی کے قصہ سے روانہ ہوتے تو حضرت میر صاحب فرماتے خبر دیت خبر دیت کہ یہ عالی نسب آدمیت میں۔

بر مال لا صاحب اپنے مرشد کے دیار میں مقرب بھی تھے اور مرز بھی اس درجہ معزز کہ
زبان فیض ترجمان سے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَاصْحَابِ قُرٰی اَعْنٰی۔

سید صاحب کا نام | انعام ملین کے مرشد حضرت شاہ عبدالحق بانوی کا وصال چارشنبہ
۱۲ شوال ۱۱۳۵ء مطابق ۱۵ جون ۱۷۲۲ء کو (۶۰ سال یا ۶۱ سال) ایک عمارت کے مٹا ہونے

۱۰ سال کی عمر میں ہوا، مانتظام الدین سے پہلی روایت منقول ہے، وہی کہ ترجمہ دیتے ہوئے حضرت سید صاحب کی ولادت کا سال ۱۰۳۱ھ ہوا اور سید صاحب کا نانہالی وطن باندہ ضلع بارہ ننگی، ریال اور یاد (ضلع بارہ ننگی) سے متصل ایک قصبہ محمود آباد کے ایک گاؤں رسول پور میں تھا، سید صاحب کا مولدہ میں گاؤں ہے جہاں سے ان کے والد ماجد سید عبدالرحیم ترک وطن کر کے اپنی سسرال چلے آئے تھے، سلسلہ نسب ۲۵ واسطوں سے سیدنا امام محمد الافرک پہنچتا ہے، سید صاحب کے سبب املی پریشان سے ہندستان آئے تھے، کس عہد میں آئے تھے؟ یا جو مرتبہ املی آئے تھے، کہ کا نام کیا ہے؟ یہ امور میں طرح ہر فاضل ان کی تاریخ میں اختلافی رہے ہیں، یہاں بھی مختلف

ابھرے آئے والے خاندان غمنا اپنی منزل مقصد و ہندستان کی راہ جد حانی کو قرار دیتے تھے،
 صاحب کے اجداد میں جو بزرگ پہلے پہل ہندستان آئے وہ بھی وہیں ہوئے، جہاں سے ان کے گھنے
 کے ایک صاحب کو صوبہ دار اودھ کے پاس جو راجہ سورج پور کی بغاوت کو فرو کرنے کی جہد و جد میں مرکز
 سے طالب امداد تھا، بھیجی جانے والی کمک کے ہمراہ اودھ کی طرف بھیجا گیا، تذکرہ نگاروں نے ان کا
 نام سید معز الدین ابن سید معین الدین بتایا ہے، ہمیں داروشیاعت دینے پر سلطان وقت سے سہارا ملا
 کا خطاب پایا اور سورج پور کی ریاست بھی عطا ہوئی، دیگر قزاقین، تاراجی کے پیش نظر ایک قریبی اندازہ یہ
 لگایا گیا ہے کہ سید صاحب کا خاندان سورج پور میں جاگیر دار کی حیثیت سے مقیم ہوا،
 سید صاحب کے والد اجداد کی ولادت بھی رسول پور میں ہوئی، جہاں سورج پور کے ایک معر کے میں
 مغلوب ہو کر اور خاندان کے بیشتر افراد کی شہادت کے بعد ان کی والدہ انھیں تھیں، رسول پور سے سید صاحب
 کے والد اجداد اپنی شہسوارانہ (ضلع بارہ بنگی) اس لیے منتقل ہوئے کہ ان کی اولیہ کو کچھ زمینداری ملے
 میں بی بی عتی جس کا انتظام کرنا تھا، سید صاحب کا انہماں قد و انجون میں تھا۔

بہر حال سید شاہ حمید النقیہ انیسویں کی ولادت، مغل حکمران شاہ جہاں کے دور حکومت (۱۶۲۸ء تا ۱۶۵۸ء) میں ہوئی، اُس وقت شاہ جہاں کو تخت نشین ہوئے دس سال ہو چکے

تھے یہ وہ عمدہ صاحب علوم عقلیہ و نقلیہ کے اساتین و مجتہدین، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، ملا عبد السلام دہلوی وغیرہ تعلیم و تدریس کے دیباہدار تھے، مجدد صاحب الفت ثانی کے وصال کو چند ہی سال گزرے تھے ان کے خلفاء اور فرزندوں کی اصلاح عقائد و رسوم کی وہ سرگرمیاں جاری تھیں جن کے محرک اصلی خود مجدد صاحب تھے، ملک محمد عباسی، اور دارالعلوم بن شاہجہاں کامیلان نقوی بھی اپنے اپنے دنگ میں کارفرما تھے، شریعت و طریقت کی مساعی خدمت انجام دینے والے شاہ پیر محمد لکھنوی (جسٹس)، اور مولوی عبدالرشید جون پوری، کی ایسی شخصیتیں بھی بقید حیات تھیں، علوم و فنون کے زعم اور عرفان و سلوک کے ادعا سے پورے ہندستان کی فضا گونجی ہوئی تھی جب زمیندار سید عبدالرحیم کے اس صاحبزادے کی ولادت ہوئی جس کی نشوونما زمیندارانہ ماحول میں ہوئی اور قرآن شریف و اتہادانی نوشت و خواند کے بعد، مزید تعلیم کی غرض سے یہ صاحبزادے اپنے سے قصہ زدوں کی (منسلق بارہنکی) کے لیے ایک ملازم کے ہمراہ روانہ کیے گئے اس وقت صاحبزادے کی عمر دس گیارہ سال کی تھی، راستہ میں ملازم نے ان کو ایک رشتہ کے بچے یہ کہہ کر بٹھادیا کہ وہ قریب کے گاؤں سے، جہاں اس کی رشتہ داری ہے، کچھ کھانے کا سامان لے کر بھی آتا ہے، وہ وطن دنگ ریلوں میں اس طرح کھو گیا کہ قریب شام کم سن صاحبزادے کو تنہائی کا خوف پریشان کرنے لگا، غیبی امداد کے طور پر ایک دیار دویش شاہ عنایت اللہ حاضر آگئے، اور ہراس و پریشانی میں مبتلا و عمر بچے کو ڈھارس دلائی اور پوچھا کہ یہ کون سی کتاب لیے بیٹھے ہو؟ صاحبزادے نے جواب دیا: "یوسف زلیخا"۔ دویش نے کہا: "تمہیں اس سے کیا سروکار کہ یوسف حسین جلیل تھے اور زلیخا ان پر غریبہ و شہداء اللہ قانی نے تمہیں اپنے کام کے لیے خلق کیا ہے؟"

دویش کے ان الفاظ نے صاحبزادے پر عباد کا سا اثر کیا، علاوہ اور امور باطنیہ کے جو اس درویش کی مختصر صحبت میں سید صاحب کو حاصل ہوئے، انھوں نے علوم ظاہری سے دست برداری اختیار کر لی اور کن کی سمت چلے گئے، اس لیے کہ درویش نے چلتے وقت وعدہ کیا تھا کہ دو بارہ ملاقات دکن میں ہوگی، وہاں پاپیوں میں ملازمت کرنی، کئی سال کے بعد وطن واپس ہوئے، والدین کا

افعال پر چکا تھا، بھائیوں نے نکاح کر دیا، کچھ دنوں قیام کر کے سید صاحب پھر دکن کی سمت تشریف لے گئے اور اس دفعہ اشارہ غیبی کے تحت احمد آباد (گجرات) جا کر میر سید عبدالعزیز خاں راجہ لکھنوی (وفات ۱۱۱۹ھ) سے قادریہ سلسلے میں مرید ہوئے اور مدارج سلوک ان کی رہنمائی میں طے فرمائے۔ بعض پیر بھائیوں نے میر صاحب سے درخواست کی کہ سید عبدالرزاق کو چلے کشتی کے ذریعہ مزید تربیت دی جائے، میر صاحب نے فرمایا: "دوسروں کو چلے کشتی سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ ان کو کھوئے کی بیٹیہ پر رہ کر حاصل ہو جائے گا" میر صاحب کا مزار احمد آباد میں ہے۔

درویش سے ملاقات اور میر عبدالعزیز خاں سے ہیبت کا بیان خود حضرت سید صاحب نے اپنے مریدوں سے کیا، ملا نظام الدین نے لکھا ہے کہ درویش شاہ عنایت اللہ کے بارے میں میں نے حضرت سید صاحب سے عند اللہ ذکرہ پوچھا کہ اب وہ درویش کہاں ہیں؟ سید صاحب نے پہلے فرمایا: "واللہ اعلم"۔ پھر فرمایا کہ وہ عرب میں وفات پا گئے، سید صاحب مرید اور تلمیذ ہونے کے بعد بھی کب ملائی کی خاطر ملازمت کرتے رہے، پھر مرشد کے حکم پر وطن واپس آکر مرشد و ہدایت کے وہ فرائض انجام دینے لگے جن کے لیے تھکائے الہی نے ان کو منتخب کیا تھا، مرشد نے وطن جانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ دلی میں سید حسن رسول نما سے ملاقات کرتے جانا، حضرت رسول نما ز وفات ۱۱۹۹ھ) سے دلی میں ملے اور انھوں نے رخصت فرماتے وقت نصیحت کی: "اے مرد پرہیزگار! ایک ہی بات ہے جو تم کو تھکائے مرشد سے پہنچی اور بھوکو میسر ہے، لیکن حصول مطالب بقدر سعی ہر ایک کے ہے، ایسا نہ چاہیے کہ غلبہ شہم سیر ہو کے کھائے اور پیر بھلا کے سوتے اور کسی فقیر کو بدنام کرے"۔ حضرت سید صاحب وطن میں قیام پذیر ہو گئے، اور سلسلہ قادریہ رفاقیہ کے نام سے ہوبہم سلسلہ ارشاد کے بانی ہوئے، یہ وہ عمدہ صاحب سلسلہ قادریہ کا کوئی ایسا متفق علیہ شیخ یہاں نہیں تھا جو اس اہم فریضہ کو کا تھا ادا کر رہا ہو۔

تصویر ایک روحانی ضرورت ہے، جسے بعض ظاہر میں طریقت کہہ کر شریعت سے مقصود قرار دیتے ہیں، بڑے بڑے موفیاء حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی، شیخ شہاب الدین بہروردی،

امام خراسانی اور مولانا جامی وغیرہ طریقت اور شریعت کی موجود کشش کو دفع کرنے کی کامیاب کوشش کرتے رہے ہیں، پھر بھی تصوف کی تحریک میں یہ تو اذن کم مٹا ہے کہ غلط فہمی کا جو اثر بھی باقی ضرور ہے۔

مسئلہ قادریہ مذاقہ، اس مسئلے میں قابل لحاظ ہے کہ اس کے بانی اور اس کے پیروں نے اس تواریخ کو قائم کرنے میں ایسا کار خیزات انجام دی ہیں، حضرت سید صاحب، علیہ السلام میں کبھی کبھی 'اہل ہائے نماز' کے ظاہری طور پر متکبر نظر آتے تھے، جن کی تفصیل و توضیح نظام الدین نے 'مناقب رزاقیہ' میں بیان کی ہے، لیکن شریعت کے خلاف بڑے بڑے درویش سے بھی کوئی بات سن کر انہماک اٹھا کر فرماتے تھے، اور اچھی بات سن کر بہت مسرور ہوتے تھے، ملا صاحب نے لکھا ہے کہ ایک ملا سنی درویش شاہ مرتضیٰ نے شیخ محمدی نے غلطی کی، ملا سنی درویش نے شیخ کو پیاز شرب پیش کیا، شیخ نے انکار کیا، شاہ مرتضیٰ نے کہا: 'یہ بھائی خمر سے بول ذکر خدا' شیخ محمدی نے فرمایا: 'یہ زبان عطر سے بدل ذکر خدا' اس واقعہ کا سید صاحب اکثر ذکر فرماتے اور اس پر حجاب کو جو شیخ محمدی نے بہت دیا تھا پسند فرماتے تھے اور اکثر تہنیں فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ بھڑوچ (وکن) میں پیش آیا کہ ایک دہری درویش نے حضرت سید صاحب سے کہا تم بھی کوہ ہمدانست (دب اشوب) حضرت نے فرمایا کہ کچھ پر یہ حال ظاہری نہیں ہے، درویش نے بدعا دی، سید صاحب نے فرمایا کہ بڑی حضرت غوث اعظم کچھ بھی نہ ہوگا، ملا صاحب نے لکھا ہے کہ بعد ایک مدت کے سید صاحب نے اس درویش کو جلا کر لکھو تے میں دیکھا کہ اس کے چہرے سے سرت کے آثار ظاہر ہیں مگر اس کا سر اس کے ہاتھ میں ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے آئے قتل کر دیا تھا، سید صاحب اس درویش کی قوت کی تعریف فرماتے تھے۔

اور علامہ رضا: | اتاذ البند نظام الدین کے چھوٹے بھائی علامہ رضا کا ذکر اتاذ البند کے حوالہ سے ذکر کے ضمن میں ضرور دیا جا رہا ہے، یہی چھوٹے بھائی اتاذ البند پر سب سے زیادہ طعنہ زن تھے کہ

اس بابر مرد پر سب سے خاندان کی عزت کا بھی پاس تھا لہذا تہنیں کیا! پھر ان کا خود کیا انجام ہوا؟ علامہ گرامر زوج تھے، بھائی زوجین کے پلو پلو پلو میٹھ کر دس دیا کرتے تھے، بعض اعتراض خاندان کی ناموس سے غفلت کا انہم نکال کر دل کی بھڑاس نکال لینے تو ایک بات بھی تھی، وہ خود علم و محبت ناموس خاندانی کے زعم میں ملا صاحب کے 'ناخاندہ پر' کو بھی بڑا بھلا کہا کرتے تھے، علامہ گرامر تھے تو بھائی کا ناموس خاندانی کا لحاظ نہیں کیا، پیر و مرشد کا اس میں کیا تصور تھا، مگر وہ بھائی سے زیادہ بھائی کے پیر کو جلی کھائی نکالیا کرتے تھے، کثرت مجاہدہ سے ملا صاحب کے پیر و مرشد کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی، اس صحت حال کو ملا صاحب نے 'مناقب رزاقیہ' میں جس خوبی سے بیان کیا ہے وہ حقیقت و حق تحلیل کے شاہ کار سے کم نہیں ہے۔

ہر عمر میں بسبب ریاضت کو سرت
ہر عمر میں بسبب کثرت ریاضت کے جو
گرمی مانع اشتہاد چیم جانب میں
دماغ کی صحت کا باعث ہوا کرتی ہے
انہیں نہریں رفتہ ماہ خود گرفت
حضرت سید صاحب ہنسوی کی دہن آنکھ
نے 'دوئی' کو درسیان سے ہٹا کر

اپنا ماہ لے لی تھی۔

مگر علامہ رضا اس پہلو کو بھی بڑی بے ادراکی سے زبان پر لایا کرتے تھے جس سے عقیدت مندوں کے دل پر قیاسی حرج ہوتا تھا، نظام الدین نے بار بار اصرار کیا تھا، اسی کے ساتھ شیخ کمال کے فیض و شرف خیر بھی، چھوٹے بھائی کی اس قسم کی جہادوں پر چسب ہوتا رہتا، لیکن بھتیجے (ملاح محمد علی)، جو ان کا شیخ کمال کے مرید اور غلیظ تھے، بہر حال نظام الدین نہ تھے، وہ اپنی آگاہی ظاہر کیے بغیر کیسے وہ کہتے تھے، چھوٹے بھائی سے اتنا کہتے تھے، کہیں اسی جوابی اور کالے فیر کا جادو آپ پر بھی پہل جاتا ہے، مجھے تو کچھ ایسا ہی نظر آ رہا ہے۔

اور علامہ رضا: | علامہ رضا کا ذکر اتاذ البند کے حوالہ سے

ہر عمر میں بسبب ریاضت کو سرت
ہر عمر میں بسبب کثرت ریاضت کے جو
گرمی مانع اشتہاد چیم جانب میں
دماغ کی صحت کا باعث ہوا کرتی ہے
انہیں نہریں رفتہ ماہ خود گرفت
حضرت سید صاحب ہنسوی کی دہن آنکھ
نے 'دوئی' کو درسیان سے ہٹا کر

تافتہ و مرید شرف و بیعت ماعتد و
خود غلاف ہم عطا شد، قربت باں
درجہ رسید که در دیگر ابواب اسب
حضرت سید قدس سره بر فرق خود عطا
پرسر باز پیش پیش سواری می رود و
چنان شیفته و دالز مرشد خود شد که
از دیگر کار و بار در داند نه

یہ سب ہوا کیسے؟ ناموس خاندانی کے اتنے بڑے علم بردار آخر کیوں بھاگ بھاگ "بانہ
شریعت جانے پر مجبور ہو گئے؟ وہ خود اس پر سب سے بہتر روشنی ڈال سکتے تھے، اگر اس نئی
صورت حال کے بعد بھی وہ اسی طرح دس و تدریس و تعینف و تالیف کے کام کیے رہتے جس
طرح اس سے قبل کرتے تھے، مگر وہ تو سب کچھ تاج کمر سے پیر کے چوکر رہ گئے تھے، پڑھنا
پڑھانا ترک کر دیا، بال بچوں سے بے نیاز ہو گئے، مولانا عبد الباقی فرنگی علی (وفات ۱۹۲۶ء)
نے مسئلہ بے لاشن کر لکھا ہے:-

"لیکھ شب خواب میں دیکھا کہ حضرت رسالت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری
جاری ہے، دو آدمیوں کے کاغذ پر چڑھ کر دیکھنا چاہا، دونوں ہٹ گئے یہ کہہ کر کہ
بیان حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شریعت لے جاتے ہیں، ان کو تو تم کا نا جان لگے
ہو کیا کہو گے دیکھ کر "اکھ کھلی تو دیکھا کہ کنگ سے گسے پڑے ہیں اور کوڑا کھڑا ہے، اسی
حال میں دو کوڑا کھڑا ہوا انتہا مضطرب کشاں کشاں، بانہ شریعت حاضر ہوا، پوسے
حضرت سید صاحب قدس سرہ یہ فرما کر کہ اندھے کے لئے کہ بڑا سکر اوت ہے"۔

لے انصاف انساب (مخطوطہ فرنگی علی)، لے "تاریخ فرنگی علی" سہ قلم صفت (مخطوطہ فرنگی علی)

لا محمد ولی اللہ فرنگی علی کے بیان کے مطابق حضور انور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم پر لا
محمد رضا سرور ہونے بانہ شریعت روانہ ہوئے تھے، خواہش منہ بیعت اور اس کے مطلوب و مرجع تھے
کے بیان جو مرید گزرتے ان کا بیان بھی فائدے سے خالی نہیں:-

روانہ حضرت بانہ گشت ہمیں کہ از مکان خود
بیرہ گشت حضرت شیخ قدس سرہ بانہ فرمود
مرا از عالم غیب خبری دو کہ "دست خدا"
کی آید، دیکھیں اس کبر پر زبان آور دہر گاہ
قربیب بانہ رسید، بر خوات اندھ غلام
رفت و روانہ حکم ساخت چون دروازہ
رسید در حکم بانہ از دست بگرفت
حضرت از دونوں فرمود:- کیست؟
عرض کرد: محمد رضا
فرمود: "وے خاندانہ عالی اور مقدس"
زبان خود دست، اورا یا فقیر چاہی
چہ نسبت؟
دو چہ حرفائے طعن کہ باں حضرت مابان
گفتہ ہر زبان آور دہے -

لا محمد رضا (در عایت حضور رسالت آئینے -
حکم پاک بانہ شریعت کی طرف روانہ ہوئے،
اور لا محمد رضا اپنے کمر فرنگی علی سے تھے
بانہ روانہ ہوئے، اور حضرت سید صاحب
نے بانہ شریعت میں فرما شروع کر دیا خبر
ایت خبر رسید کہ دست خدا آت ہے حضرت
سید صاحب نے اربابہ الفاظہ بانہ مبارک
سے فرمائے، جب لا محمد رضا بانہ شریعت کے
نزدیک پہنچے تو حضرت سید صاحب ابر سے
اٹھ کر کمر کے ذریعے گئے اور دروازہ بند
کر لیا، لا محمد رضا اردولت پر حاضر ہوئے
دروازہ اندر سے بند پایا، (اتھ سے روانہ
کو دھپ دھپا اور عیا کہ اس زمانے میں
اندر اطلاع کرنے کا رواج تھا)
سید صاحب:- "وکان کے انہما ہے اکہ؟
دنگ مینے والا:- محمد رضا
سید صاحب:- "وہی محمد رضا جو کیا ادبچے

لے مہمہ الوسانی شہادۃ (مخطوطہ فرنگی علی)

فراوان سے نکلن رکھتے ہیں اور اپنے زمانے کے
عالم و پیشوا ہیں؟ ان کو ایک مجال خیر سے
کیا سرا کا؟

اور یہ سراسیمہ رہے وہ تمام باتیں بھی اور کیا
جو علامہ محمد رضا کے ہاتھ میں اس سے تہی
کیا کرتے تھے۔

علامہ محمد رضا نے اس سوال پر جواب دیا کہ جب وہ کلمات بھی سنے جو ان کی زبان سے یہ صاحب
کے ہاتھ میں اکثر نکلا کرتے تھے تو بجائے اہل معرفت و قداست کے، اپنے مزاج کے عین مطابق
جواب دیا۔

اوسے، مراد میں آگاہی ہو، ناچ کچھ نہ ہو
سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کشتہ
ام ایکے سوا میں مسافت بیدہ فرستادہ
امت شہاد ہم آگاہ سازد و رجوع بحال ہیں
کردہ ہو رہے

یقیناً! مجھے آپ کے بارے میں ایسا بھی انداز
تھا!! لیکن کیا کروں؟ حضور سرور کائنات
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت سے
امور عامری ہوا ہوں! جس ذلت بابرکات
نے آٹھ دوسرے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے
وہ آپ اکہمی اس معاملے میں غلط فرمائے گی
اور میرے حال پر تو جو فرمائے پر آمادہ کرنے گا

معاذ اللہ اتنے ہی پر ختم نہیں ہوا اور علامہ محمد رضا کی اس صفت گوئی پر حضرت سید صاحب یہ سنوا
کہ فوراً باہر تشریف لے آئے ہوں! عالی خانہ الہی اور نمکنت علی کی سرسائی کیفیت میں مبتلا رہیں
محض اتنی پوچھ کہ تشفی و ازالہ مرض کے لیے کہاں کافی تھی؟ مرض پہلی بار مولانا محمد رضا کے
مطلب میں حاضر ہوا ہے، اور ایک حادثہ صانع ہی کا فیصلہ صحیح فیصلہ پر نکلا ہے کہ کس طرح

۱۔ عمدۃ السائل صفاۃ (مخطوطہ قرطبی)

حیثیت اصلی کو مانتے مرض کے لیے اُنہما زنا نسب ہو گا!

گروہ کا اس روز بیکانہ شیعہ قدس سرہار
آگاہ بیان ہو گا کہ ان تین شہادہ حضرت سید صاحب
داد آں جناب محسن و خدام و انکار بود شیعہ
مسلک اہل حق و انکار کے ہوا حضرت کی طرف سے
مسلک اہل حق و انکار کے ہوا حضرت کی طرف سے
ان تین دنوں میں اہل حق و انکار کے ہوا حضرت کی طرف سے
سید صاحب کی اشارہ فیہی کے منتظر ہوں۔

”اشارہ فیہی“ کے اختصار کا قیاس اپنی جگہ صحیح، لیکن صاحبان ارشاد و سلوک کے علاج کا
ایک نسخہ یہ بھی تو ہوا کرتا ہے کہ شوق و طلب کی آگ کو تیز سے تیز تر ہونے دیا جائے کہ عیوب لغائی اسی
تیز بھی نہیں رنگ کی طرح نیا دنیا ہو جائیں اور انسان پاک صاف ہو جائے۔
ہر گز عبادہ و عشتے چاک مشد
اور عرض و عیب کئی پاک مشد (مقامہ)
علامہ محمد رضا کی حالت بہت ہی علاج کے بجائے کئی پاک ہونے کی متقاضی تھی، اس لیے شیخ
کال نے اس چنگاری کو جو اشارہ فیہی درو عانیت سرور کائنات سے ملا رضا کے دل میں ملگئی تھی
لنگے دیا کہ وہ بڑھ کر ساری کشتیوں کو نیست و نابود کر دے!

ان تین شہادہ روز میں شوق و طلب کی شعلہ سامانیوں اور اخلاص و انکار کے کچے اور ٹھنڈے
چھینٹوں کے دوران قیاس بھی چاہتا ہے کہ شعلے اور بھڑکے ہوں، اہر حال مرغلہ سلوک کے اس بہت
سمت مقام میں تین شہادہ روز گزروا نے کہ بعد حضرت سید صاحب نے فرمایا کہ: تمہیں لکھنؤ
میل کہ مرید کریں گے! اس مشرورہ جانفزا پر ملا رضا کی یہ بے یقینی حق بجانب ہو گی کہ حضرت علامہ
جلد لکھنؤ کا تہیہ فرمائیں، عجلت کے لیے دست بستہ التجا بھی کی ہو تو محجب نہیں، حضرت سید صاحب
کاسفر عام طور پر ناگن گھوڑے پر ہوتا تھا، اور اس زمانے کے دستور کے مطابق سائیں ہمراہ ہوا رہی
چلتا تھا کہ گھوڑے کا سامان اس کے پاس ہوتا، روٹھی لکھنؤ میں تاخیر نظر اہر اس لیے ہو رہی تھی کہ

۲۔ عمدۃ السائل صفاۃ (مخطوطہ قرطبی)

سائیں موجود تھا، اور دراصل اس تاخیر کو بھی سلوک و طریقت کا ایک مرحلہ ہی قرار دینا چاہیے، خاص کر پند اور تکلف و علم و نسب و حسب کے اسے کے لیے امتحان میں کامیابی کا فیصلہ اسی وقت کیا جاتا درست ہے جب وہ کہتے ہیں نہ سمجھوں گا تجھے مجھ تو بے! میں عاشق

کہ جب تک کوچہ و بازار میں نہ سوار نہ دیکھوں گا

لا رہا ہے سائیں کے خرافات انجام دینے کی پیش کش کی یعنی سواری کا سامان اپنے سر پر رکھ کر ٹھنڈے چلنے کو حاضر ہوں اور اس طرح ٹھنڈے جانے میں لا محمد رضا نے سلوک کے کیا کچھ مدارج و مراحل طے کر لیے، اس کا حال کون جان سکتا ہے؟ ہاں! عرفان نصیب تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ پھر تو لا محمد رضا کا مولیٰ ہی بن گیا تھا کہ۔

برہ نام و رنگ از بیان بر خاست اسباب
اصب شیخ قدس سرہ بر سر خود نہاد و منزل
ہمزاد و کلاب می دید ہر چند شیخ قدس سرہ
معمول ہو گیا کہ حضرت یہ صاحب کے گوشت
ازیں حرکت ممانعت می کردا اغایت عشق
کے سادہ سامان کو اپنے سر پر رکھے، ہمزاد
و محبتش نمی گزاشت و دریں عمر نہ دل
کلاب کو سوں دوشتے حضرت سید صاحب
نقہ مات فیضی و علوم لا ریبہ از جناب
شیخ فرماتے لیکن شیخ سے انتہائی عشق و
رب العزت پر قلب ماضی حبلہ گر
مست۔ لے

محبست پیدا ہو جانے کا بنا پر لا محمد رضا اس سے باز نہیں آتے تھے، اسی ریاضت کے دوران میں ان کے قلب معانی پر روح شیخ کی نظر التفات سے قبل آلودہ غرور و تکلف تھا، فطری فتوح اور لاریبی علوم کا حضرت رب العزت کا طرف سے انکشاف ہوا کہ۔

لا محمد رضا جو شاد اللہ کے چلو پہلو دس و تدریس کے خرافات انجام دیتے رہے تھے عمرت دس ہی نہیں تھے مصنف بھی تھے اور مقلوب بھی، سلم العلوم۔ منطق کے ایک مشہور متن۔ کے شارح بھی، ان کی یہ شرح کم از کم ڈیڑھ سو برس بعد تک موجود تھی، شمس العلماء مولانا محمد نعیم قرنی علی (وفات ۱۳۱۳ھ) نے مولانا مفتی محمد نعمت اللہ قرنی علی (وفات ۱۳۹۳ھ) سے ایک مکتوب کے ذریعہ استفسار کیا تھا کہ۔

خدیہ ام کہ..... شرح سلم العلوم
حضرت لا محمد رضا ہمراہ ملازمان است
مکتبہ میں آیا ہے کہ..... حضرت لا
محمد رضا کی شرح سلم العلوم آپ کے پاس
نقل دیا چاہے وہاں کتاب ہم از تفصیل
ہے، آپ کی شفقت و کرم سے اس شرح
کے دیا چاہے اور غائدہ کی ایک نقل کا امیڈاد
لازمان یابم.....
ہوں۔

مفتی صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا بڑا دہ سے، تحریر کیا تھا۔

شرح سلم حضرت لا محمد رضا نے دیکھ کر
فازی (لکھنؤ) مساندہ کردہ دوم لے
لا محمد رضا کی شرح سلم (سیرہ پاس نہیں ہو)
میں نے اس شرح کو حکیم مرزا غازی (لکھنؤ)
سے لے کر دیکھا تھا۔

مفتی صاحب کے جواب خط پر ۱۲ صفر ۱۳۸۶ھ کی تاریخ درج ہے، (مطابق ۱۹۶۷ء) جس کا مطلب یہی ہو کہ لا محمد رضا کے مفتوحہ اخیر ہونے کے ڈیڑھ سو سال بعد تک ان کی شرح سلم العلوم باقی باقی تھی لا محمد رضا شیخ کمال کے مرید ہونے اور اس عالی بارگاہ سے دوستی خدا کا خطاب پانے کے بعد دنیا سے یکسر بے تعلقی ہو گئے، حالانکہ دنیا ہی ان میں ان کا اٹنا کہ اس حد تک رہ چکا تھا کہ اپنے بھائی لائعظام الدین کو معاملات دنیاوی کے کھیروں سے آزاد کر کے تمام امور خانگی و غائدانی کے خود ذمہ دار بن گئے تھے۔

مزار اور خانگی مولوی محمد رضا بدو ہیں

لائعظام الدین لکے ہر سہ خانان کے امور

خانگی کے ہاں و مزار مولوی محمد رضا تھے، ان کے

لے نقل و زیارت مولانا محمد نعیم لے صاحب مذاقہ شرح مناجات و غائدہ مسند آنا و کبریٰ سلم و غائدہ

پہرہای عبدالحق (برادر زادہ) پر ہے۔

میں دس سے مراد بھی ہے لارضا کے تارک الدنیا ہونے کے بعد اعلیٰ "امور خاکی" کے ہونے کے لارضا سبب دُن "میں بھی علی ایسی لیتے تھے۔

در مزاج دس شریع غالب بود در عالم لارضا کے مزاج میں شریع کا عنصر غالب

دنیا داری جہاد کردہ بود برناظم کھنڈاں تھا دین زمانے میں جب وہ ابوہریرہ میں

دیکھا لیا کرتے تھے، ایک دفعہ کسی مسئلہ شرعی

میں بہیم ہو کر کھنڈاں کے حاکم کے خلاف جہاد

بول دیا تھا۔

ظاہر ہے کہ حضرت سید صاحب (وفات ۱۱۳۶ھ) سے ارادت سے قبل کا یہ زمانہ تھا یعنی با سلطنت اور بہرہ من الملک سے بھی قبل کا زمانہ۔

یعنی آخری دنیا، انہی سے قطع خلق کے بعد لارضا نے ذکر و شغل، مجاہدہ، دیانت اور حضور پر شیخ سرکار دکھا۔

چوں اہل تہذیب و دین و دین و رسول خدا علی شریع

علیہ وسلم ہی فرمایا کہ زود آیا، اذ شیعہ قدس

سورہ عرض کر کے حکم ہی فرمایا، شیخ فرمود

پہرہ منورہ بردارے "ہائے باں آجاؤ" لارضا نے حضرت سے دعا

سے عرض کیا اور پوچھا کیا حکم ہو؟ سید صاحب

نے فرمایا، مدینہ منورہ جاؤ۔

لامحمد ولی اللہ کا بیان ہے کہ جب لارضا نے سید صاحب سے یہ معاملہ عرض کیا تو:-

شیخ قدس سرہوی فرمود: اند کے توقف حضرت سید صاحب نے جو یہ میں فرمایا کہ

باجہ کو دے "ابھی کچھ دن توقف سے کام لو۔"

لے ایضاً صاحب منورہ گزشتہ لے ایضاً لے مدۃ الوصال للشفاعۃ (مخطوطہ فرعی مل)

شیخ قدس سرہ کے حکم پر وہ ٹھہر گئے، اس اثنا میں حضرت خواجہ قطب الدین (نجیاریا کا کچھ) اور حضرت نظام الدین سلطان الاولیاء قدس سرہ کی روحانیت سے لامحمد رضا کو حاضری کا فرمان ملا، پھر شیخ سے سالہ عرض کیا، شیخ نے جواب میں سکوت اختیار فرمایا آنکھ خود پر دو غواچکان چشت کی روحانیت سے ملایا ہوئے یہ تفصیل بیان کرنے کے بعد لامحمد ولی اللہ لکھتے ہیں:-

سربادشت و فرمود، محمد رضا! تم لارضا! دم حضرت سید صاحب نے (جو لارضا کی عرض پر

زود خود را بزیارات، ہر ماں و بہادت کار سکوت اختیار فرمائے تھے) سوا تھا اور

بہرہ افروز، در حال پیادہ، ایک کس کہ از نور فرمایا: اجازت ہو، فرمود: ہاں جو جہاد اور فرمایا

رفیق حضرت گشتہ بے زاد و راصل روانہ از زکات چشت، حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ

و السلام سے فیض حاصل کر دے، اس کو لارضا

پا پیادہ بے زاد و راصل، اپنی کی سمت چل کھنڈے

ہوئے صرت ایک صاحب ہمارا تھے جو خوری

رفیق سفر میں گئے تھے۔

پھر کس حال میں آگے روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ تک کس حال میں پہنچے؟ اس کی تفصیل نہیں ملتی۔

نہ اتنا ملتا ہے کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

و انہما تے اذہ گاہہ کا خبر سے آدہ بعد مدینہ منورہ میں کافی مدت تک رہے جہاں سے

منقولہ اخیر شد، غالب است کہ اسجاوت کبھی کہیں ان کے پاس سے کوئی اطلاع بھی

کر دے دون شد لے رفاہان و ان کے پاس سے جاتی تھی، اس کے

بعد ان کی خبر خیر نہ ملتا نہ ہوگی، مگر ان غالب ہے

کہ مدینہ منورہ ہی میں ان کی وفات ہوئی اور

وہیں دفن ہوئے

لامحمد رضا کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ لارضا کی جب کوئی خبر نہ معلوم نہیں ہوئی تو ان کے گھر والے

لے ماسنہ نالی شریع سائب مذاقہ (مخطوطہ مسلم بنیوی)

پیشانی ہو کر حضرت سیدنا ربنا انصاری کی خدمت میں پہنچا ہوئے۔

راہے سر تنکے درخشاں بے اذان فرمودہ اذان
یہ صاحب انصاری کھڑی در سر چھٹکے
عالم غیب خبری اور کھم رضا ای وقت
دہے بھر فرمایا خبر دیت خبر دیت کہ اہوت کھڑا
بندہ مہم جو مہم جو و مہم جو مہم جو
اور کھم رضا ای و کھم رضا ای و کھم رضا ای
اور کھم رضا ای و کھم رضا ای و کھم رضا ای

بچے سب نماز پڑھیں۔

درس نظامی

یہ حضرت سید صاحب انصاری (رحمۃ اللہ علیہ) کی حیات کا زمانہ تھا۔ علامہ محمد رضا کی وفات کب ہوئی اس کا علم
میں کو نہ ہو سکا۔ لیکن غالب ہو کر اس زمانہ کا نظام الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کی حیات ہی میں انکی وفات ہو گئی تھی
علامہ محمد رضا کے دو صاحبزادے تھے۔ احمد حسین (رحمۃ اللہ علیہ) اور اسحاق (رحمۃ اللہ علیہ)۔ ان کا ذکر اب پر گزرتا ہے۔
علامہ محمد رضا تھے اور ایک صاحبزادی تھیں۔ علامہ محمد رضا کی بی بی علامہ محمد رضا ایک بی بی تھیں جو کہ زوہری میں انتقال کر گئیں۔
علامہ حسین سے علامہ محمد رضا کی نسل چلی۔ علامہ حسین کے ایک ہی صاحبزادے تھے مولوی محمد سعد الدین اور بی بی عثمان
تھیں مولوی سعد الدین اور گار کے سلسلے میں وطن سے باہر رہے۔ ان کی اولاد اپنے نام نہال سید (مصلح بادشاہ) کی
میں رہی اور سید ابراہیم طرز زندگی گزارتی رہی۔ پھر اولاد کی دو شاخیں ہو گئیں۔ ایک اب تک نام نہال میں
آباد ہے ایک فرنگی محل رکھتا ہے منتقل ہو گئی۔ ان سطور کا راقم اسی شاخ سے ہے جو فرنگی محل میں آباد ہے۔
محمد رضا انصاری بن مولوی محمد سخاوت اشرف بن مولوی محمد ہدایت اشرف بن مولوی محمد شرافت اشرف بن مولوی
محمد کوست اشرف بن مولوی عبد الرزاق محمد شافع بن مولوی سعد الدین بن علامہ احمد حسین بن علامہ
محمد رضا بن لائق الدین شہید۔

آنان کہ خاک را بہ نظر کمیہا گفت
آیا بود کہ گوشہ چشمی بہ ما گفت

مقصد کے لیے نصاب مقرر کیا گیا ہے وہ مقصد اس سے حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔ جہاں تک کتب معقولات کی زیادتی کا تعلق ہے بانی دین نظامی کو اس پر بحث کا بانی نہیں ٹھہرایا جاسکتا، ہندوستان میں بانی دین نظامی سے بہت پہلے سے معقولات کا خوب چلن ہو چکا تھا ثبوت کے لیے محدث الہد شاہ دلی ان روایتوں نے جن میں اس کے مطابق تعلیم حاصل کی اس کی تفصیل ان ہی کی تصانیف میں دی گئی جاسکتی ہے۔ شاہ صاحب صاحب کے ہم عصر تھے۔

”معقولات“ کی کثرت کی معقولیت کو بھی جو حلقے مانتے ہیں وہ بھی اس پہلو سے مستتر نظر آتے ہیں کہ منطق و فلسفہ کے نام پر اتنی بہت سی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں پھر بھی جسے منطق و فلسفہ کہتے ہیں وہ نہیں آتا! منطق و فلسفہ بحیثیت علوم دین نظامی کی غرض و غایت نہیں، علوم آلیہ کی حیثیت رکھتے ہیں، جیسے دست کار کے اوزار اگر وہ دست کار کے کام میں مددگار ہیں تو وہ ان کو ضرور استعمال کرے گا، نام ان کا کچھ رکھ لیا جائے! منطق و فلسفہ کے نام سے جو کچھ پڑھایا جاتا ہے وہ نئی لحاظ سے منطق و فلسفہ مذہبی لیکن جس غرض سے وہ پڑھائے جاتے ہیں وہ ان سے حاصل ہوتی رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ نصاب میں مثال معقولی کتابوں، ان کی شرحوں، شرحوں کے حواشی اور حاشیوں کے منہیات کا جو تہہ و تہہ سلسلہ نظر آتا ہے اس کو بعض حکماء نے ”ذہنی ورزش“ کے صحیح اور مناسب ترین نام سے تعبیر کیا ہے۔

کسی مخصوص علم یا فن کو اپنی غرض و غایت ٹھہرا لینے والوں سے قطع نظر ہندوستان کے مسلم معاشرے کا، جب تک تاقیوں اور شرعی حدائق کا چلن رہا، عام دینی تقاضا یہی تھا کہ مسائل شرعیہ سے کیا حقد و تقیید اور ”قواعد“ و ”حوادث“ کے سلسلے میں صحیح و مستحکم ”ملکہ“ پیدا ہو، ”ملکہ“ پیدا کیا جانا جب مقصد و مطلوب ٹھہرا تو مدرس و تعلیم کے زادیئے کو درست رکھنے کا دار و مدار کسی خاص فن اور خاص علم کی مخصوص کتابوں پر نہیں رہا، ”ملکہ“

دین نظامی، تسلیم شدہ ہے کہ ابتداء الہند ما نظام الدین محمد فرنگی بکلی کی نسبت ”دین نظامی“ یا ”دین نظامیہ“ کہلاتا ہے، علامہ شبلی نعمانی کے الفاظ میں:-

”دین نظامیہ اگرچہ خاص ہندوستان کا کا نام نہ فرمے لیکن نظام الملک نے بعد ازاں جو درجہ اعظم نظامیہ کے نام سے قائم کیا تھا اس کی عالم گیر شہرت نے اس قدر دست درازی کی کہ اس سلسلے کو بھی اپنی فرست اعمال میں داخل کرنا چاہا، چنانچہ ہمارے زمانے کے اکثر نادانوں کو دھوکا ہوا، یہاں تک کہ ایک اور تصنیف

میں صراحتاً یہ دعویٰ کیا گیا: (معقولات شبلی)

البتہ اس کا سراغ لگانا آسان نہیں کہ سب سے پہلے کس نے ما نظام الدین کی طرف اس کو منسوب کیا! دین نظامی ایک خاص طریقہ دین کا نام ہے، نہ کہ مخصوص کتابوں کا، اس دین کے تحت شرف ہی سے متعدد ایسی کتابیں پڑھائی جانے لگی تھیں جو بانی دین نظامی کے تلامذہ کی تصانیف تھیں اور ان کے سامنے یا ان کے بعد تصنیف ہوئی تھیں، اور بیشتر کتابیں تو وہی تھیں جو بہت پیشتر سے پڑھائی جا رہی تھیں۔

دین نظامی کی ایک خصوصیت یہ ہے اور ہی بنا پر اس پر اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ اس میں معقولات کی تدریس پر ہی سارا زور صرف کر دیا گیا ہے اور علوم شرعیہ قریب قریب نظر انداز کر دیے گئے ہیں۔ کسی بھی نصاب کے سلسلے میں اس نزاع کی کیا کوئی گنجائش ہو کہ کن علوم و فنون پر زیادہ توجہ کی گئی ہے اور کن پر کم؟ دیکھنا صرف یہ چاہیے کہ جس

کی تعریف اگر وہی ہے جو بعض حضرات نے کی ہے کہ:-

”چوں حاصل شد خواندہ و ناخواندہ لکھ اُس صلاحیت و استعداد کا نام ہے
برابر است و چون حاصل شد خواندہ جو اگر حاصل ہو جائے تو جو کچھ پڑھا جو
و ناخواندہ برابر است اور جو نہیں سمجھی پڑھا ہے وہ دونوں
یکساں (یعنی پڑھا ہوا) ہو جاتے ہیں۔
اور اگر حاصل نہ ہو تو پڑھا اور اُن پڑھا
دونوں یکساں رہتے ہیں۔

تو یہ بحث اور بھی بے محل ہو جاتی ہے کہ کیا پڑھا یا جاتا ہے اور کیا نہیں! اسی لکھ کو پیدا
کرنے کے لیے بانی درس نظامی اُن کے جانشین و بحر العلوم اور اُن کے جانشینوں نے
درسی کتابوں میں کمی اور بیشی کو ہمیشہ روا رکھا، اگر علامہ شبلی نعمانی کا یہ خیال درست ہے کہ:-
”درس نظامی اگرچہ لا نظام الدین صاحب کی طرف منسوب ہے، لیکن حقیقت

اس کی تالیف ایک پشت اوپر سے شروع ہوتی ہے، یعنی لا نظام الدین کے والدین
جن کا نام ملا قطب الدین شہید تھا؟

تو ملا قطب شہید سے بحر العلوم اور اُن کے جانشینوں تک درسی کتابوں میں کمی بیشی کے جواز
کی سند تاریخی طور پر آج بھی دستیاب ہے، بحر العلوم کے فرزند اکبر ملا عبدالاعلیٰ نے جو خلفائے
فرنگی محل کے پہلے تذکرہ نگار بھی ہیں، رسالہ قطبیہ میں لکھا ہے:-

بانی دانت کہ داب تدریس ہر یک وہاں لیا چاہیے کہ ہر ایک استاد کے
موافق زمانہ و استعداد و جد است پڑھانے کا انداز زمانہ اور حصول استعداد
کو لائے شہید از ہر یک فن یک کتاب کے لحاظ سے جدا گانہ رہا ہے، اس لیے
جیتہ می خواندند و شاگردان معقن می کہ ملا قطب شہید ہر فن کی ایک ہی ایک
شدند، و مولانا عارف از ہر علم و دور کتاب جو اپنے موضوع پر بہترین ہوتی

کتاب و بعضے اذکیا، ایک ایک درس
می دادند، و مولانا نے کامل بعضے ہر ایک
یک بعضے را دو دو بعضے را سہ سہ از
کتاب پیچیدہ حسب استعداد متعلین تعلیم
می کنند و کتاب الحروف حسب استعداد
طلبہ دان و اب تدریس بسیار مستحسن مقرر
ساختہ کہ متعلم را از ازل و استعداد و توجہ
و نحو مطلب کتاب و غیرہ لوازم مہم خوب
می شود و فراغت از تحصیل علم را وہی
شود

پڑھانے سے اور اُن کے فائدہ صاحب
تحقیق ہو جاتے تھے، لا نظام الدین
ہر علم کی اور کتابیں اور بعض دینی طلبہ
کو ایک ایک کتاب پڑھاتے تھے بحر العلوم
بعض طلبہ کو ایک ایک بعض کو دو دو
بعض کو تین تین کتابیں ہر علم و فن کی
پڑھاتے تھے، یعنی طلبہ کی استعداد کے
مطابق کتابوں کی تعداد کا تعین کرتے
تھے، را تم ملا عبدالاعلیٰ نے اپنے
زمانے کے طلبہ کی استعداد کے پیش نظر
تدریس کا ایک بہت ہی خوب انداز معقول
کیا ہے جس سے طالب علم میں کتاب کا
مطلب سمجھنے اور علم و فن کے دوسرے
پہلوؤں کے حصول کی استعداد پیدا ہو جاتی
ہے اور تحصیل سے جلد فراغت بھی حاصل
ہو جاتی ہے۔

درس نظامی — خواہ لا نظام الدین اس کے بانی نے جائیں یا اُن کے طلبہ یا
اپنے زمانے میں، اسی لکھ اور استعداد کے پیدا کرنے کی طرف ایک ترقی پسند و اقدام متباد
باقدام کس نوعیت کا تھا؟ اس کا اندازہ علامہ شبلی نعمانی نے اس طرح کیا ہے:-

” (۱) اختصار، یعنی ہر فن کی ایک دو مختصر کتابیں لے لی گئیں۔
(۲) اختصار کے اصول پر اگر کتابیں ناتمام درس میں رکھی گئیں، یعنی صرف

اس قدر محدود رہا گیا جو ضروری خیال کیا گیا

۱۳) ہر فن میں وہی کتاب رکھی گئی جو اس فن کے مشکل کتاب ہے، اس سے مقصد یہ تھا کہ غور کی قوت پیدا ہو جائے کہ پھر جس کتاب کو چاہے دیکھ کر سمجھ سکے؟

(مقالات شبلی)

یعنی درس کا نظام ایسا بنایا گیا کہ مقصود بالذات علوم و فنون پر گرفت مضبوط کر کے لے کر جن علوم آئینہ کی جتنی ضرورت ہو اسی قدر اس پر وقت صرف کیا جائے "درب قدریں" میں "موافقی زمانہ و استقواء و رد و بدل کرنا، خود درس نظامی کے پہلی میں مثال نظر آتا ہے، اس لیے زمانہ اور حالات کے انقلاب کے ساتھ اگر اس درس میں تبدیلی کی جاتی ہے تو اس کے قدر دانوں کو ذرا بھی شاق نہ گزرنے چاہیے اور نہ تبدیلی کے مطالبے کو کسی معاذانہ رویہ پر محمول کرنا چاہیے، خواہ اس مطالبے کے اظہار میں بعض پرورش طبیعتوں کی طرف سے ایسا ہی اذعان اختیار کیوں نہ کیا گیا ہو جو معاذانہ نظر آتا ہو۔

تندیس نظریات مسلسل تجربوں کے نتیجے میں بہت کچھ بدلے ہیں اور برابر بدلے جاتے ہیں اصلاح کی تیز رفتار دنیا میں تبدیلی کی رفتار بھی بہت تیز ہو گئی ہے، درس نظامی کو اگر اس بوجھ سے دیکھا جائے کہ اس تعلیم و تدریس تجربے کو کتنے طویل عرصے تک استقامت حاصل رہا اور اس کی مقبولیت کی وسعت کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی تو یہی پہلو اس کا طرہ امتیاز نظر آئے گا۔ ہندوستان میں دینی علوم کی تدریس و تعلیم مسلمانوں کے یہاں آباد ہونے کے بعد سے برابر رہی ہے، تاریخ و تذکرہ کے صفحات میں بہت سی ان کتابوں کے نام بھی ملتے ہیں جو پڑھائی جاتی رہی ہیں، لیکن کسی نظم نصاب کے عام رواج کا کوئی حتمی ثبوت نہیں ملتا، درس نظامی ہی غالباً پہلا نظم نصاب ہے جس سے ہم متاثر ہوئے ہیں، جو انھارویں صدی عیسوی (چارویں صدی ہجری) میں پورے ملک میں رواج پذیر ہوا۔

شہور مشرق اور محقق مسٹر ڈیو کانٹ دہلی اسمتہ نے اپنے مضمون "علماء ابن الدین پاکستان"

اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے، گو اس بیان کے بعض پہلوؤں میں تاریخی تسامح بھی ہے مثلاً "ملی کل سب سے ۱۶۹۹ء میں از روئے فرانس شاہی" خاندان لاقطب شہید سہالوی کو رہنے کے لیے اٹھا آجہن کے کٹھن میں برس کے بعد وہاں لاناظام الدین کے ہاتھوں درس گاہ (درس) کا قیام مل میں آکر، نیز اگرچہ سنی مدرسہ اس لحاظ سے تھا کہ "سنی علوم دینیہ" بھی اس میں پڑھائے جاتے تھے، لیکن مجموعی طور پر اس کا درس سنی یا شیعہ یا غیر مسلم کسی کے لیے بھی خارج از دست اس نہ تھا، بہر حال مشر اسمتہ لکھتے ہیں:-

..... OF THE GROWTH OF THE LATTER ONE
GETS ONE OR TWO THINGS
SUCH AS THE EXPANDING SIGNIFICANCE
OF THE FARANGI MAHAL LUCKNOW SET
UP AS A TYPICAL ONE-MAN SCHOOL IN
1698 BUT DEVELOPING IN EIGHTEENTH
CENTURY INTO PERHAPS INDIA'S FIRST
NATION-WIDE SUNNI MADARSAH
INSTITUTION AND THE SPREAD OF ITS
CURRICULUM AS AN STANDARDIZED
DARS-E NIZAMI WHICH CAME
TO PREVAIL AS DOMINANT FORMULA-
TION FOR FORMATION OF RELIGIOUS SCHOLARS.
P 47

POLITICS & HISTORY IN INDIA

THE ULEMA IN INDIAN

POLITICS

K. WELLSMITH.

”آخرا ذکر کے ارتقا کے بلور میں دو ایک چیزیں ملتی ہیں، مثال کے طور پر فرنگی محل
نکھڑی کی برصغیر ہوتی ہے جس کی خصوصیت یہ تھی کہ ۱۹۰۰ء میں صرف ایک
شخص نے تنہا اسے قائم کیا تھا۔ لیکن جو اٹھارہ صدیوں میں ایک ایسا ادارہ
بن گیا جو قومی پیانے پر ہندوستان کا قریب قریب اولین سنی مدرسہ تھا اور اس کا انتظام
ایک ایسے میاں ”درسی نظامی“ کی شکل میں رائج و شائع ہو گیا جو مذہبی علماء کی تعمیر و
تعلیم کا ایک اہم اور غیر ملکی کارکن بن گیا۔“

مصنف کا کتاب پالی گس ایڈیٹری انڈیا

میں مضمون وی ملان انڈیا پالی گس

ڈبلو کانٹ ویل اسمتھ

جہاں تک علوم دینیہ کا تعلق ہے وہ درسی نظامی میں باری طور سے کہ بغیر کسی دقت کے
غیر سنی ان کے بغیر اس درس گاہ سے پورا پورا استفادہ کر سکتا تھا۔ قیام مدرسہ سے اس وقت
تک جب تک یہ درس گاہ جاری رہی شیعہ بلکہ غیر مسلم بھی برابر اس سے استفادہ کرتے رہے بعض
حلقے اسی بنا پر اس درس کو ”سیکولر“ (مذہبی) درس کہتے ہیں۔ اور دوسرے حلقے انہی لیے مقرر
رہے ہیں کہ اس درس میں علوم دینیہ کا قریب قریب نہ دینے کے برابر مل گیا ہے۔

اعتراض و نکتہ چینی سے قطع نظر دیکھنا یہی ہے کہ اس درس کے فاضل حضرات سے دینی
علوم کی خدمت بن پڑی یا نہیں، اگر علوم دینیہ کی تدوین میں اس قدر دقت کے باوجود درسی نظامی
کے فاضلین نے علوم دینیہ و شریعہ کی کسی اور درس گاہ یا استاد سے استفادہ کے بغیر کچھ خدمات
انجام دی ہیں اور تالیفات بتاتی ہے کہ دی ہیں تو ایسی نکتہ چینی فعلی حجت ہی قرار دی جائے گی۔
تمام دوسری نکتہ چینیوں پر رد و ”کے بغیر“ تاکہ یہ کتاب تالیف و تذکرے کے

اور سے محل کہ اصول تعلیم کی نئی بحث میں نہ جا پڑے۔ اس ایک نکتہ پر گفت گور
کر کہ کتنا مناسب ہو گا کہ درسی نظامی کے بانی اور اس درس کے فاضلین نے علوم شریعہ کی کیا
خدمات انجام دیں اور درسی نظامی میں حدیث و تفسیر کے ایسے علوم شریعہ کی تدوین کیوں ہوئے کی نظر کی
اگر اس کو دینی غائی بھی مان لیا جائے تب بھی یہ کتنا حق بجانب نہ ہو گا کہ بانی درسی نظامی بھی
ان علوم شریعہ سے نا آشنا تھے، جیسا کہ مروجہ یہ علمان خودی نے اپنے مضمون ہندوستان میں علم حدیث
میں یہ رویہ روا رکھا ہے۔ بقول ان کے:

”..... جب یہ کہ اس قدر فاضل زمانے تک ہندوستان کی مشرقی درس گاہ حدیث

کے ترازو قدس سے نا آشنا رہی، بزرگوں سے جو کچھ منسوب وہ یہ ہے کہ درسی نظامی میں

صرف مشکوٰۃ داخل تھی اور دینی فرمایا جاتی تھی۔ یہ بھی مناسبت ہے کہ فرنگی محل میں تالیفات

کے ہندو پاک موجود تھے مگر وہ صرف تبرکات رکھے رہتے تھے.....“

(مقالہ علمی، جلد دوم)

اس عبارت سے تین الزامات باقی درسی نظامی فانکس نظام الدین پر وارد ہوتے ہیں۔

(۱) اس قدر فاضل زمانے تک درسی گاہ فرنگی محل ترازو قدس سے نا آشنا رہی۔

(۲) درسی نظامی میں حدیث کی صرف ایک کتاب رکھی گئی۔

(۳) نصف صحیح بخاری فرنگی محل میں موجود تھی مگر پڑھنے کے لیے نہیں صرف تبرک کے لیے۔

تاریخی اور واقعاتی بنو سے صرف ”دوسرا اعتراض“ درست ہے یہ حقیقت ہے کہ جہاں تک

درسی نظامی کا معاملہ ہے اس میں حدیث کی صرف ایک ہی کتاب ”مشکوٰۃ“ جو صحیح مسلم سے

بہترین خلاصہ ہے، رکھی گئی، یہ بحث الگ ہے کہ اس ایک کتاب سے دینی تاریخ حاصل ہوئے

یا نہیں جو صحیح مسلم کا پورا دورہ کر دینے سے حاصل ہوتے ہیں۔

دوسرا صحیح بخاری کے تبرکات رکھے رہنے کی بات تو فرنگی محل کے چلے ذکر علماء اور بانی

درسی نظامی فانکس نظام الدین کے مضمون پڑھنے و محبت اسلامی روایات سے ملے رہا کہ تعلیم

ثبوت میں کرتے ہیں، بلکہ اصول حدیث پر ایک تصنیف بھی فرماتے ہیں: بحر العلوم کی تصنیف رضا لائبریری کوام پور میں موجود ہے جس کا تعارف لائبریری کے ناظم مولانا امتیاز علی خاں عرشی کے الفاظ میں یہ ہے:-

”میں نے مولانا بحر العلوم کا رسالہ دیکھا وہ اصول حدیث کا پر ہے اور بے حد مختصر ہے، کل تین درجوں میں سارے فن کو سمویا ہے، چٹک دیا ہے میں اپنا اور اپنے والد ماجد اور دوا احمد کا نام صراحت سے لکھا ہے لہذا اس کے ایضاً بحر العلوم ہونے میں شک نہیں، شریعہ کے معنی میں بالائی بائیں گوشے میں کاتب نے الجزء الاول من تعظیم الحدیث تصنیف مولانا عبد الحلیم مدظلہ لکھا ہے اس کے سلام ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں اس کی کثرت ہوئی تھی، آخر میں لکھا ہے: قول بالمسودة ونقل عنها، اس سے موجودہ نسخے کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔“

(نہجی مکتوب مورخہ ۱۱/۱۲/۱۳۸۵ھ)

اگر خود بانی درسی نظامی کی تصانیف پر واقفیت حدیث نبوی کے پہلے نظر ڈالی جائے تو ان میں سے بھی حدیث سے واقفیت کے ثبوت دستیاب ہو سکتے ہیں، علامہ سید سلیمان نے نظام الدین کی معرفت ایک مطبوعہ تصنیف ”مناقب مذاقہ“ سے واقفیت حدیث کا ایک ثبوت لاش کیا جو سلاطین کے سلسلے میں ہے، یعنی:-

”دائرہ امارت صحاح مؤید قول امام شافعی وغیرہ است: (مناقب مذاقہ)

علامہ صاحب کی دیگر تصانیف جن میں واقفیت حدیث کے ثبوت مل سکتے ہیں، مندرجہ مخطوط کی شکل میں ہیں، جیسے شرح منار سخی بالصبح العادق (اصول فقہ) شرح مسلم الثبوت (اصول فقہ)، رسالہ احوال و خصوصیات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور شرح تحریر الاصول (اصبح لصادق میں قرآن شریف کے جواز متقول ہونے کی بحث میں علامہ صاحب

تحریر فرماتے ہیں:-

وہو مخالف بعد اسدی من قبیل: اور یہ روایت (اس روایت کے مخالف) وہو الاخری بالقبول لانی ضعیف ہو جو اس سے قبل نقل ہوئی، اور یہی روایت البغاسی اصح الکتاب الخ: قبول کرنے کی زیادہ مستی ہے اس لیے کہ یہ صحیح بخاری کی روایت ہے جو تمام کتب حدیث میں سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔

رسالہ احوال و خصوصیات الہی دست رس سے باہر ہے مگر جیسا کہ اس رسالے کے ذکر میں پہلے خیال ظاہر کیا جا چکا ہے کہ احادیث کی روشنی ہی میں دھنوں کے سلوک طریقے پر اس رسالے میں روشنی ڈالی گئی ہوگی، اصل رسالہ اگرچہ دست رس سے باہر ہے، مگر اس کا ایک اقتباس مفتی مظہر کیم دریا بادی (ذات فاضلہ) کے مجموعہ الفتاویٰ (مخطوطہ) میں نظر آتا ہے مخطوطہ مفتی صاحب کے پوتے مولانا عبد الماجد دریا بادی کے پاس محفوظ ہے، وضو میں گردن سے سج کے متعلق ایک استفسار کے جواب میں علامہ نظام الدین کے رسالہ دھنوں کا یہ اقتباس نقل ہوا ہے:-

فی مسیح الرقبۃ فی رسالۃ میلانا نظام الدین محمد قدس سرہ۔ نظام الدین محمد قدس سرہ کے رسالہ دھنوں میں ہے۔

”ہدی ان الہی صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسیح الرحیمۃ لہما فی مسند النبی ص علیہ السلام کی سنت یہ ہے کہ گردن کا سج فرماتے تھے۔ بیجا کہ حدیث کی کتاب میں ان افراد میں حضرت کا ارشاد متقول ہو کہ جس شخص نے سر کے ساتھ گردن (رگدی) کا سج کیا وہ بڑا خوش و خراب کے طوق کر گردن میں ڈالے جانے سے بچ گیا، لیکن اس حدیث ضعیف و جہاد فی روایۃ اخری

ذکر الثمین وحسن ابن ہمام عن الزبیدی
عن عائش بن جبر شمس علی رأسہ
ثلثاً وسمی اذنیہ ثلثاً وظاہر
رغبۃ عن کعب بن حمزہ الیمانی
انہ علیہ السلام وعلی الدمشق
الرقبۃ مع سمس الرأس، فائدہ:
وہو مستحب عند ابی حنیفہ ذ
علیہ بعض الشافعیۃ وقال الشیخ
ابن ہمام عند البعض بدعۃ
وینظر الیہ قول صاحب السفر
السعادۃ لم یثبت حدیث صحیح
فی سمس الرقبۃ، واللہ اعلم
کیا من ضعیف ہے اور دوسری حدیث میں
جس: ذکر الثمین نے کیا ہے آیا ہے اور
ابن ہمام نے زبیدی سے یہ حدیث نقل کی
ہے کہ وہابی جو جبرودایت کرتے ہیں کہ پھر
آنحضرت نے تین بائیس کا مسح اور تین بار
دونوں کانوں اور گردن کا مسح کیا کعب
بن عمر یافانی سے روایت ہے کہ آنحضرت
علیہ وعلی آلہ السلام نے سر کے مسح کے
ساتھ گردن کا بھی مسح کیا، فائدہ: گردن
کا مسح امام ابو حنیفہ اور بعض شافعیوں کے
نزدیک مستحب ہے شیخ ابن ہمام نے
لکھا ہے کہ بعض دوسروں کے نزدیک
بدعت ہے، صاحب بفر السعادۃ کا یہ
قول گردن کے مسح کے بارے میں کوئی
حدیث صحیح نہیں ہے اسی کی طرف اشارہ
کرتا ہے، واللہ اعلم

بانی درس نظامی لانظام الدین کی تصانیف کے یہ وہ چند اقتباسات ہیں جو اول نظر میں
محیط روزنہ کے لیے لگے ہیں، ان سے اتنی وضاحت بہر حال ہو جاتی ہے کہ درس نظامی میں حدیث
کی صورت ایک کتاب مثال کرنے کے باوجود لا محاسب پر اور درس گاہ فرنگی محل پر حدیث شریف
سے بے نیازی یا ناآشنائی کا الزام غلط واقع ہے۔

خاندان علمائے فرنگی محل کے ذکر میں امدادیت نبوی سے قتل و ربط کا ضمنی تذکرہ

ایک کے صفحات میں اس وقت سے لیا ہے، جب ہندوستان میں حدیث سے بے نیازی کا الزام
لانگے کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا، مولانا غلام غفران گیلانی مرحوم نے اس الزام تراشی کی تائید اور
جس کا ذکر اپنی تصنیف ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت میں بڑی برائی کے ساتھ
کیا ہے:-

”پچھلے دنوں جو جو محل بالحدیث کا دعویٰ کر کے ایک فرقہ اس ملک میں اٹھا اور اسلام
کے طویل الذیل ابواب..... میں صرت مملوۃ کے باب سے اس نے کل تین بابا
مسکون قرآنہ خلف الامام، امین بالجبر، وضع الیہ بن علی السہ کا اقتضا
کر کے جینا شروع کیا کہ اس ملک کے مسلمانوں کو حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ ان
چار مسکون میں ان کا طریقہ عمل حدیث کے خلاف ہے“ (ص ۱۴۵)
..... کہنے کو تو کہا جاتا ہے کہ اس سے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی قیمت پریدہ اگر کوئی
مقصود ہے، لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ سعدی کا مطلب کچھ اس کے سوا ہے، یعنی
برطانوی عہد میں محل بالحدیث کے نام سے سنا چلا گاؤں کا جو فرقہ اٹھایا گیا اور ان ہی
چار مسکون کی اشاعت کا نام حدیث کی اشاعت رکھا گیا اور یہ ہندوستان کی حدیث کی
سرگرمیوں کو اس فرقہ کی طرف منسوب کرنا مقصود ہے“ (ص ۱۴۶)

”ہندوستان کے قدیم نصاب پر اعتراض کیا گیا کہ اس میں حدیث کی تعلیم کے لیے صرت
ایک کتاب تھی، تفسیر میں صرت جلالین پڑھائی جاتی تھی..... لیکن کیا ان چند گنی
چنی کتابوں کا درس ان علوم میں تبحر اور وسعت نظر پیدا کرنے کے لیے کافی نہ تھا؟“ (ص ۱۴۷)
”مسکوۃ جیسی کسی متن حدیث کی کتاب کو محل و بحث کے طریقے سے پڑھ لینے کے بعد
اگلے مصلح کی کتابوں کے پڑھانے کا مطلب بطور تبرک سمجھے یا روایت کی درستگی سمجھے
اور کوئی دوسرا مقصد نہیں جو تا تھا جو یوں بھی مناد و غیرہ طریقوں سے حاصل کیا جاسکتا
ہے اور کیا جاتا ہے کیونکہ کتابوں کی تدوین کے بعد اسناد کی درستگی کا مسئلہ بھی تبرک کے

سوا کیا رہ گیا ہے۔ (ص ۲۱۱)

منادوں نے یہ محدثین کا ایک طریقہ تھا کہ جس کی قابلیت پر اعتماد ہوتا پڑھنے بغیر کتابوں کی روایت کرنے کی اجازت عطا فرماتے تھے۔ (ص ۲۱۱)

پھر یہ چیزیں ہی استاد کی احانت کے بغیر لوگوں کی سمجھ میں آ رہی ہو اس کو

غواغخواہ استادوں سے پڑھنے کی کیا حاجت ہے؟ (ص ۲۱۱)

”الزام تراشی“ کے آغاز سے یعنی محمد بن یحییٰ سے پہلے علمائے فرنگی محل کی عادت

سے اعتقاد کے جو حوالے ملتے ہیں ان میں سب سے قدیم اس محضر کا حوالہ ہے جو ملاقطب الدین سہالوی کے واقعہ شہادت (۱۱۹۹ھ) کے بعد علماء و علماء دین کے دستخطوں کے ساتھ عالم گیر کو پیش کیا گیا تھا۔ اس میں ملاقطب الدین شہید کے ہاتھ میں یہ شہادت دی گئی ہے جو بلاشبہ چشم دید ہے کہ۔

در اوقات فراغ از درس و حجابات درس اور عبادت سے فرصت کے

بہ تصنیف و در علم تفسیر و حدیث و فقہ اوقات میں علوم تفسیر و حدیث و فقہ

و اصول کی پر داغ و تختہ و اصول فقہ میں تصانیف کرتے تھے۔

اس محضر میں ملائے شہید کے کتب خانے کی تہا ہی کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے:-

از مدخل جمع بود در این میان اس کتب خانے میں نو سو کتابیں تھیں

معصوم تہجد چہار جلد و مشکوٰۃ وغیرہ (جو جلد آدوں نے ملا دیں) ان میں

از کتب حدیث الخ۔ قرآن شریف کے چار نسخے اور مشکوٰۃ

وغیرہ حدیث کی کتابیں تھیں.....

(وہ سب مل گئیں)۔

واقعہ شہادت کے بعد ملاقطب شہید کا کتبہ سہالی سے فرنگی محل (لکھنؤ) منتقل ہوا۔ (ص ۱۱۰)

میں) اور سات آٹھ سال کے بعد فرنگی محل میں دجاں ڈیج تاجر کا کاغذ کبھی قائم تھا، پہلی بار

نظام الدین کی سندوں میں بھی، جن کے پاس اپنے والد ماجد کے جلیے ہوئے کتب خانے کی چند کتابیں رہ گئی تھیں جن میں علامہ سید سلیمان ندوی کی بلا سند روایت کو اگر قبول کر لیا جائے تو بخاری شریف کے پندرہ پائے بھی ہوں گے جو تبرکاً رکھے یا نہیں رہتے تھے بلکہ کم از کم ایک شاگرد شاہکار اختر سند دہلی نے نظام الدین سے اس کا درس لیا بھی تھا!

مصلحت سے کہ ”دورہ“ کے طور پر پڑھانے سے ہوائے اس کے اور کیا مقصد ہو سکتا تھا کہ جس طرح قرآن شریف ناظرہ پڑھایا جاتا ہے اسی طرح مصلحت ناظرہ پڑھادی جائیں ایک ایک دن میں پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ صفحے ”دورہ“ کے دوران پڑھانے کے بعد نہ بدعت دینا بس وہی معاملہ ہے جسے مولانا گیلانی نے ”تبرک“ سے تعبیر کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ درس حدیث (بطور دورہ حدیث) حامل قلم حدیث نہیں ہے بلکہ اس خوش اعتمادی کی تسکین ہے کہ:-

”جس قدر وقت تعلیم حدیث میں صرف ہوتا ہے وہ عبادت میں صرف ہوتا ہے اور

فی الواقع ہے بھی یوں ہی اور سرسند کا لینا (ابن حدیث کے نزدیک ایک اہم مرتبہ

اور اس کے لیے ساری کتابوں کا پڑھنا اُسنا ضروری ہے اور جس حصے میں اگر کیا جائے

کہ کچھ کتابیں کم کر دی جائیں وقت زیادہ صرف ہوتا ہے تو کتنے؟ مگر اس سے دیکھئے

تو پہلے امر کا عبادت میں وقت صرف ہونے کا) جو نقصان آویں ممکن ہے کہ بعد

حصول مقصود کے کتب حدیث کا دیکھنا، طلبہ کو درس حدیث کا دینا، حدیث کی

تصانیف میں وقت صرف ہونا، سب حدیث کی خدمت ہے اور وہ یعنی عبادت ہے۔

”دوسرے امر کا مطلب یہ ہے کہ سند کے بہت سے اقسام ہیں کبھی صحابی ہوتے ہیں کبھی

اترے حدیث کا سُنا..... دوسرے شیخ کے سامنے پڑھنا یا کبھی دوسرے کو ہاتھ

کے سامنے پڑھتے سنتا..... جس کو معوض ہوا کرتے ہیں..... اور کبھی بطور

منادیت ہوتی ہے یعنی شیخ کتاب شاگرد کو دے دے اور کچھ کہیں نے اس کتاب کی

بعد از بحر العلوم کی وفات کے محض سو سال بعد مظاہر ہے کہ ایسی ضخیم تصنیف کا آغاز سال انعام کے پندرہ جیس سال قبل تصور و مجاہد گوارا اس طرح یہ تفسیر انظام الدین کے شاگردوں اور جانشینوں کی حیات ہی میں تصنیف ہونے لگی تھی۔ لادنی اکثر فرنگی مکی نے صوفیہ دین نظامی پڑھا تھا اور شاگردان انظام الدین ہم سے سب کچھ اٹھ کیا تھا، تفسیر حدیث الجواب کا تعداد مجملہ علوم الدین (۱۰۰۰) و کئی دینیات مسلم کوئی دینی کے دوسرے شاہ سے راہبیت (۱۰۰۰) و اقامت طور نے گویا ہے۔ یہ تفسیر دین نظامی کی جامعیت کا ایک زندہ ثبوت ہے۔

ابن عربی نظامی انظام الدین سے فاتحہ الفروغ پڑھنے والے ایک عالم مولوی رستم علی قزوینی بن مولوی علی اختر قزوینی گروہ میں (۱۰۰۰ تا ۱۰۰۰) جنہوں نے مولانا تک درسیات اپنے والد ماجد سے حاصل کیے ان کی وفات کے بعد انظام الدین سے استفادہ کیا، کس حد تک استفادہ کیا اس کی تفصیل آئیں گی یہ بہر حال قنا ہے کہ۔

فاتحہ فروغ ۱۰۰۰ بحمد انظام الدین
لکھنؤ خاندان (۱۰۰۰) ملائے ہند از
روای رحمانی

مصائب سے فاتحہ فروغ پڑھنے والے مولوی رستم علی قزوینی نے ایک تفسیر عربی میں تصنیف کی تھی جس کے بارے میں تذکرہ علماء ہند کے مصنف کا کہنا ہے کہ۔

تفسیر صغیر کہ صاحب حیات بہ جلالین ہم ان کی لکھی ہوئی تفسیر تفسیر صغیر کے نام سے مشہور ہے۔
وہ ہے حیات کے عربی اختصار میں تفسیر جلالین کے ہے۔

تفسیر صغیر مخطوط، علامہ آزاد و سید ابوالحسن علی دہلوی کے ذخیرہ مخطوطات میں ہے، ان میں سال تصنیف کی حراست نہیں ہے، مقدمہ میں صرف یہ اشارہ ہے کہ مصنف نے جب وہ نو تفسیر کا دس لے لیا تھا اسے تصنیف کیا تھا، اس تفسیر کو دین نظامی کے حباب میں شمار

اسے ہیں، اگر فاتحہ فروغ 'ابن عربی نظامی سے پڑھنے کو کچھ بھی علمی اہمیت دی جا سکتی ہو۔ بہر حال 'دین نظامی' ایسا درس ہے جس میں دینی اور دنیاوی تعلیم کی تفریق اس طرح ہے کہ اس طرح آج کے زمانے میں ایک طرف دنیاوی علوم کے فائز ہیں تو دوسری طرف دینی علوم کے فائز، اور ان دونوں گروہوں میں اتنی دوری ہے کہ ایک دوسرے کی جگہ لینے کا امکان نہیں ہوتا۔

دین نظامی میں دینیات کا مختصر لٹکاب مثال کر کے اور دیگر علوم غیر دینیہ پر زیادہ توجہ کر کے ایک طرف یہ فائدہ ملحوظ رکھا گیا کہ 'دینیات' کی طرف رجحان رکھنے والوں کی راہ سے تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں، دوسری طرف دنیاوی اہمیت حاصل کرنے کے خواہش مندوں کو بھی اس قابل بنادیا جائے کہ وہ نازک ترین اہمیت سے دستاویز اور قانون و کالت وغیرہ کے پوری طرح اہل ثابت ہوں۔



پیر طریقت شان ہمیں ملا نظام الدین بود کہ طارکات اکر آبادی و مولوی فضل اللہ کتب العلماء
یعنی مولوی احمد اللہ سند لای و ملا حسن فرنگی مکی و ملا حسن چوہا کوٹی و ملا عالم سند لای و ملا ذوال
ادب و ملا حسن ہمیشہ زاد و ملا بود، باقی ہمہ اعیان، بالجلد طارکات احمد اللہ در آئینہ کجہڑے
مور و عنایت ملائے ذہور شدہ بود و ملا نظام الدین ہم ہی رفت لیکن ہر جہی یافت
از کمال الدین یافت؟

مطبوعہ ہفت تماشاً اور مخطوطہ میں ذرا فرق ضرور ہے، نشان زدہ الفاظ مطبوعہ
سے مختلف ہیں مگر معنی کوئی بڑا فرق نہیں، البتہ مطبوعہ میں پیر طریقت شان ملا کمال الدین بود
ہے اور مخطوطہ میں ہمیں ملا نظام الدین بود، مخطوطہ میں آگے جن شاگردوں کے نام لیے گئے
ہیں وہ ملا نظام الدین کے نہیں ملا کمال الدین کے شاگرد ہیں! اگر کسی طرح عبارت کو درست
کیا جائے تو پیر طریقت شان میں "شان" کی تفسیر علمائے زمانہ حال کی طرف بھیجنا پڑے
گی، مطلب یہ ہوگا کہ اگرچہ زمانہ حال کے علماء کے استاد اول ہیں تو ملا نظام الدین مرحوم ہی
مگر ان علماء کے رہنمائے علمی ملا کمال الدین تھے، جن کے ایسے ایسے شاگرد ہیں! اس طرح
عبادت کی صحت کے بعد مطبوعہ ہفت تماشاً کا جملہ ہمیں ملا کمال الدین بود زیادہ مناسب
رہے گا، مخطوطہ کا ہمیں ملا نظام الدین بود بالکل میل نہیں کھاتا۔

ضمیمہ

مرزا قیقل کی کتاب "ہفت تماشاً" کا ایک اقتباس صفحہ ۲۷۹ پر نقل ہوا ہے جسکی
عبارت کا مفہوم مطابق واقعہ نہیں ہے، اس نقل کی طرف اقتباس کے ساتھ ہی اشارہ کیا جا چکا ہے۔
مطبوعہ ہفت تماشاً کی اس غلطی کی تصحیح کے لیے اس کتاب کے کسی مخطوطہ کی طرف رجوع
ضروری تھا۔ مگر کسی مخطوطہ کی رسائی نہ ہو سکی، برٹش میوزیم لندن، کے کینیڈا لگ میں ہفت تماشاً کا
مخطوطہ نظر ثانی ہوا، آزاد لائبریری اسلام یونیورسٹی، کے لائبریری میں یہ محمد حسین رحمانی نے راقم مطور
کی درخواست پر اس کا میکروفلم "لندن سے منگوایا، یہ مخطوطہ "کرخیل جاس" و "علیم بطن صاحب بیاد"
کی ملکیت میں رہ چکا ہے، مخطوطہ پر نام اس طرح مکتوب ہے "ہفت تماشاً تصنیف محمد حسن
المتخلص مرزا قیقل علم فارسی" اس کا سال کتابت ۱۲۶۶ھ ۱۸۵۰ء رجب المرجب ہے، اگرچہ تصنیف
کی وفات کے تقریباً تیس سال بعد اس کی کتابت ہوئی! تصحیح طلب اقتباس مخطوطہ میں جس
طرح ہے وہ بھی الجین کو درج نہیں کرتا۔ مخطوطہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

ملا نظام الدین پیر طریقت شان ہمیں ملا نظام الدین بود کہ طارکات احمد اللہ بیاد بود
زمانہ دولت محمد شاہ بادشاہ سرکرد ملایا بود، چنانچہ علامہ علی نقی نقی و طلبہ باد
انتہائی پرورد، ملا کمال الدین بہاولی شاگرد علی نقی کے بیسیں موصوم بہ مرادہ الوتقی و شہ
کہ بخدا یہ علماء کثرت عنایت و علم و تقویٰ آئی حیرانہ اگر استاد اول علمائے زمانہ
حال ملا نظام الدین مرحوم است کہ فرنگی مکی راہ لکھنؤ از ذات او شرفیات لیکن

اشایه

مَرْتَبَةُ جَنَابِ ضِيَاءِ الدِّينِ أَنْصَارِي
مولانا آزاد لائبریری، نسلم و نیورسٹی، علی گڑھ

الفند آتش، خواجہ حمید علی - ۶۶

آزاد نگاری، نظام علی - ۱۵، ۳۳، ۳۴

۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹

۲۱۸، ۲۱۹

آزاد، مفتی صدر الدین - ۱۰۲

آصف الدولہ (وزیر الممالک) - ۱۲۹

آصف الدولہ (نظام الملک) - ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴

۱۸۳

ابراہیم علیہ السلام - ۲۲

ابن بطوطہ - ۵۳

ابن حاجب - ۴۱

ابن حسن - ۱۸۵

ابن عربی، محی الدین - ۲۲۳

ابن ہمام - ۲۱۴

ابوالخیر (سیرۃ شاہ عالم) - ۳۱

ابوالفتح - ۲۳۶

ابوالسالی خان - ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۲۰۸

ابوبکر صدیق - ۱۲۱

ابوصیفہ (امام اعظم) - ۲۲۳

احمد المارحسہ مفتی - ۱۸۸

احمد شہر خیر آبادی - ۱۰۰

احمدیہ لائبریری - ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰

احمدی خان - ۳۶

احمدیہ فیض، امام - ۲۲۳

احمدیہ لائبریری، شیخ - ۲۲

ارسطو - ۲۲۸

ازہار الحق - ۱۱۴

اساتذہ - ۲۱، ۲۲، ۲۳

اساتذہ جماعیہ - ۱۰

امداد خان - ۱۹۱

اسامیہ اورنگ آبادی - ۲۴

اسامیہ لائبریری - ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰

۲۶۸

ب. باب اشترج خوری. ۱۲۹، ۱۲۸، ۱۲۷، ۱۲۶، ۱۲۵، ۱۲۴، ۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰، ۱۱۹، ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

ب. اشترج - ۲۹

خ

ح

- ۵- دانا شکوه - ۲۲۲
- دانیال چوراسی (قا) - ۳۲
- دیرالدوله دیوب - ۲۰۵
- دولاد علی نصیر آبادی (خفزان آسب) - ۲۳۳
- ۱۲۹-۱۲۸
- دانی (علاء علی الدین) - ۲۰۹
- ۱۰۸-۱۰۷
- دوست محمد - ۱۴۹
- دوست محمد - ۲۳۲
- دوست محمد فتح پوری - ۳۳
- دولت سهاوی (قاصبی) - ۱۴۱-۱۴۰
- ۹۴-
- ۵- ذاکریه الزار - ۲۰۹
- س- راجه بونج پور - ۲۳۲
- رافعه - ۱۸۰
- راجندر - ۵۲
- رام لکهن - ۵۵
- رانی جانی آباد - ۲۱۲
- رحمان خان - ۱۹۰
- رحمان علی - ۱۵
- رحمت الله شیخ - ۱۹۳-۱۹۲
- رحمت خان امانظ - ۱۱۳۱-۱۱۳۰-۱۱۲۹
- ۱۵۳-۱۵۲-۱۵۱
- رضی الدین محمد - ۱۹۱-۱۹۰-۱۸۹
- ۲۳۳-۱۳۳
- رفیع الدین - ۲۳
- س- زام برودی امیر - ۳۸
- زین العابدین امام - ۲۲۴
- زین العابدین سندلی - ۳۳
- من - سادات الله محمد (فرخی محلی) - ۲۵۶
- سری سق - ۲۲۳
- معدت علی خان دیوب - ۱۲۴-۱۲۳
- ۱۲۸-۱۲۷
- سعد الدین محمد - ۲۵۶
- سعود بن قاضی نعمت الله - ۲۱
- سلیمان ندوی - ۲۶۹-۲۶۸-۲۶۷-۲۶۶
- ۲۴۵-۲۴۴-۲۴۳
- میر احمد شید - ۱۲۳-۱۲۲-۱۲۱
- سید الدین شیخ - ۱۳۶
- ش- شافعی امام ابو عبد الله - ۲۲۳
- شاکر الله - ۲۴۳-۲۴۲-۲۴۱-۲۴۰
- شاهجهان - ۲۲۲
- شاه - ۲۹

- شاه عالم در محمد عظیم - ۱۱۴۲-۱۱۴۱-۱۱۴۰
- ۱۸۳-۱۸۲-۱۸۱
- شاه عالم امیر - ۳۳
- شاه محمد سندلی - ۲۳۰
- شاه محمد رشاد شریف الدین قادری پشانی - ۱۳۸-۱۳۷-۱۳۶-۱۳۵
- ۱۳۸-۱۳۷-۱۳۶-۱۳۵
- مشعلی پشانی - ۲۳۱-۲۳۰-۲۲۹-۲۲۸
- شجاع الدوله - ۱۵۲-۱۵۱-۱۵۰-۱۴۹
- شیر محمدی و عبدالمسلم - ۹۹-۹۸-۹۷
- شریف جبرانی امیر - ۲۲
- شیخ الله - ۲۹
- شوق قدرت الله - ۱۳۴
- شوکت علی مولانا - ۲۱۳
- شهاب الدین سرودی شیخ - ۲۳۵
- شهاب الدین گپاموی - ۲۲
- شیخ خلیف - ۱۳۶
- شیرلیک - ۱۸۰-۱۷۹
- ص- صابر علی - ۲۳
- صمد الدین شیرازی - ۲۱۸-۲۱۷-۲۱۶
- صمد الدین قاضی - ۲۳
- صمد الدین شفیق - ۲۳۰-۲۲۹-۲۲۸
- صمدی جنگ و لایب - ۲۱۹-۲۱۸
- صفت الله خیر آبادی - ۲۲
- صفت جنگ و لایب منصور - ۲۱۱-۲۱۰-۲۰۹-۲۰۸-۲۰۷-۲۰۶
- ۱۹۵-۱۹۴-۱۹۳-۱۹۲-۱۹۱-۱۹۰
- ۱۹۶-
- ص- صابله خان - ۱۳۵-۱۳۴
- فنا - ۱۰۰
- ط- طوسی - ۲۲۸
- ظ- ظریف امیر - ۹۹-۹۸
- ظفر جنگ (سید عبد الله خان) - ۱۸۳
- ظفر جنگ (عظیم خان) - ۱۸۳
- ظفر خان - ۵۲
- ظهور - ۲۲
- ظهور الله (مفتی) - ۱۸۸-۱۸۷-۱۸۶-۱۸۵
- ع- عابد حسین امیر (دکتر) - ۹
- عالم سندلی (قا) - ۴۹
- عالم گبر - ۲۲۵-۲۲۴-۲۲۳-۲۲۲-۲۲۱
- ۱۹۹-۱۹۸-۱۹۷-۱۹۶-۱۹۵-۱۹۴-۱۹۳-۱۹۲-۱۹۱-۱۹۰
- ۱۸۹-۱۸۸-۱۸۷-۱۸۶-۱۸۵-۱۸۴-۱۸۳-۱۸۲-۱۸۱-۱۸۰
- ۱۸۴-۱۸۳-۱۸۲-۱۸۱

عین القضاة - ۲۱۰ -

عین الملک الابرار - ۵۳ -

غ - غزالی، امام محمد - ۲۳۶ -

غضنفر - ۲۹ -

غلام احمد، شیخ - ۱۹۲ -

غلام امام، شهید - ۱۰۰ -

غلام جیلانی، انصاری - ۲۳۶ -

غلام حسین، کنوری - ۲۳ -

غلام دوست، محمد، شاه - ۵۳ -

غلام رسول، قاضی - ۱۴۸ -

غلام طیب - ۱۳۳ -

غلام عبد القادر - ۱۱۵ -

غلام علی، انصاری، رزاقی - ۱۳۷۵/۵۴ -

غلام قادر، درویش - ۹۱ -

غلام محمد، شیخ - ۳۰۰/۲۲ -

غلام محمد، شیخ - ۱۵۰ -

غلام مسعود - ۱۹۰/۱۹۳/۱۹۴ -

غلام مصطفی، قاضی - ۱۹۶/۱۵۲ -

۱۹۹/۱۹۸/۱۹۷ -

غلام نقشبند، شیخ - ۱۹۱/۳۴۱/۳۵ -

۲۴۹/۲۳۴/۸۹/۸۸/۸۷ -

غلام محی، بهاری - ۱۰۰ -

غوث پاک - ۲۳۳/۱۹۴/۱۸۹/۱۶۰ -

۲۳۱/۲۲۹/۲۲۶ -

غوث الصاری، فرنگی، علی - ۱۰۰/۹ -

ح - حاشا، و ساری - ۲۳۸ -

حاجی، فاضل، عثمان - ۶۸ -

حافظ، دین، رسول - ۲۳۲ -

فتح الله، شیرازی - ۳۲ -

فرحت الله - ۱۶۶ -

فرخ سیر - ۱۴۹/۱۴۵/۱۴۳/۱۴۲ -

۱۸۳ -

فرید الدین، لعلپوری، محمد - ۳۲ -

فضل الله، شیخ - ۲۹/۲۵/۲۰/۲۲ -

فضل امام، خیر آبادی - ۱۰۰/۹۱/۱۱ -

۱۳۶/۱۳۵/۱۲۹/۱۱۲ -

فضل حق، خیر آبادی - ۲۱۵/۹۱ -

فقیر الله - ۶۹ -

فیض الله، خان، نواب - ۱۱۱ -

فیضی، آصف، بن علی، مسعود - ۶۸ -

ق - قیس، مرزا محمد حسن - ۱۴۶/۱۵۰/۱۴۳ -

۲۴۹/۱۰۳/۱۰۱/۹۸/۹۰/۸۹ -

قربت الله - ۱۱۳ -

قادر، شاه، عبدالحق - ۲۰۳/۲۰۲ -

قادر، علی، السلام - ۹ -

قطب، شیخ - ۲۲ -

قطب الدین، ابن کمال، الدین - ۹۳ -

قطب الدین، نجفی، کاک - ۲۵۵ -

قطب الدین، رازی - ۳۲ -

قطب الدین، شمس آبادی - ۲۱۵/۲۳ -

قطب الملک، میرزا، الدودار - ۱۴۳ -

قزاق، قاضی - ۱۹۰/۱۸۹/۱۸۸ -

۱۹۶/۱۹۵/۱۹۳/۱۹۲/۱۹۱ -

۱۹۰ -

قنن، کهنوی - ۶۶ -

ک - کرامت الله، محمد، فرنگی، علی - ۲۵۶ -

کریم الدین - ۳۳ -

کوکب، عمری، محمد، یوسف - ۱۱۴ -

گ - گامی، انصاری، قاضی، میرزا، الدین -

۲۲۹/۲۲۲ -

گیلانی، منظر، حسن - ۲۴۳/۲۴۲/۱۰۸ -

ل - لکهن - ۵۵ -

م - ملک، بن، ابن، امام - ۲۲۳۰ -

مبارک، جهوری - ۳۲ -

مبارک، شاه - ۵۲۰/۲۲ -

مبارک، گوپاوی، قاضی - ۱۹۵ -

محمود، دولت، ثانی - ۲۳۳/۲۳۱ -

محب الله، آبادی، شیخ - ۱۹۱/۳۸ -

۲۳۹/۲۲۹/۱۹۰ -

محب الله، بن عبدالحق، فرنگی، علی -

۱۹۶/۱۹۳/۱۵۳/۱۵۱/۱۵۰ -

محب الله، بهاری، قاضی - ۲۱۵/۲۳ -

محبت، نواب، محبت، عثمان - ۱۰۹ -

۱۱۱/۱۱۰ -

محب الله، رزاقی - ۳۲ -

محسن، کبیر - ۱۲۰ -

محمد، آصف، محمد، عمری - ۲۳۰/۲۲ -

۱۳۱/۳۹ -

محمد، حسن، چریا، کوٹی - ۱۰۰ -

محمد، حسن، فرنگی، علی - ۱۹۸/۲۹۱/۲۳۱ -

۱۱۴۳/۱۲۲۹/۱۰۸۳/۸۲/۷۹ -

۲۲۹/۱۱۸۳/۱۰۸ -

محمد، اسلم - ۲۵ -

محمد، شریف، سترکی - ۹۰ -

نظام الدین انجمنی - ۲۲

نظام الدین بن علاء الدین - ۳۶

نظام الدین سلطان الاولیاء - ۲۵۵

نظام حیدر آباد - ۴۳

نعت اللہ - مفتی - ۱۸۸

نعت اللہ فرنگی مکی - ۲۵۳

نعت خاں - ۱۸۲

نقیم اللہ فرنگی مکی - ۱۲۵، ۱۲۶

نور الحق افاضی - ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰

نور اللہ - ۱۳۶

نور اللہ چشتی - ۳۳

نور محمد - ۲۳، ۲۴

نور رائے راجہ - ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲

وجہ الدین اشرف کھنوی - ۲۶، ۱۶۶

وجہ الدین دہلوی - ۱۰۳، ۱۰۴

وجہ اللہ - ۱۱۷، ۱۱۸

ولی اللہ شاہ - ۲۶۰، ۲۶۱

و حیدر مرزا (ڈاکٹر) - ۶۴

وسیم (پیر سر) محمد - ۶۵، ۶۶

ولی اللہ انصاری محمد - ۱۱۳، ۱۱۴

۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵

۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹

۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴

۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷

۲۵۴، ۲۵۵

۱۸۲ - اشم خاں

اشقی فرید آبادی - ۹۳

دایت اللہ شاہ محمد - ۲۳

دایت اللہ انصاری (فرنگی مکی) - ۲۵۶

دایت اللہ قادری - ۳۲

ذبیحہ سربان پرکاش - ۶۵

یوسف و غلام محمد - ۳۲

یوسف کوکلی محمد، دیکھو کوکلی محمد، یوسف

کتابت

۱. خیر العین بر ابراهیم علی فرنگی علی: از مولانا ابوالکلام محمد علی فرنگی علی. (در دست نوشته)
 ۲. تفسیر مسنن: از مولانا ابوالکلام محمد علی فرنگی علی. (در دست نوشته)

۳. مسببات: مکتوب مولانا عبدالحلیم سہاوی رحمہ اللہ نظام الدین بانی دہلی نظامی (نزد مولف)
۴. مقصود القاصدین: * * * * *
۵. ہدایہ (اخیرین): * * * * * (فرنگی علی گلشن مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی)
۶. آداب نامہ: از مولانا فضل امام خیر آبادی (نزد مولف)
۷. اخصان الناسب: از مفتی الدین محمد رفیع پوری (*)
۸. بحر غار: از مولانا عبدالحلیم اشرف لکھنوی (*)
۹. رسالہ قطب: از علامہ الامام علی فرنگی علی (*)
۱۰. عمدۃ الاسالئل الشفا: از مولانا اشرف فرنگی علی (مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی)
۱۱. فرحۃ النافین: از محمد مسلم انصاری (* * *)
۱۲. قرۃ العباد فی نسب قطب الافکار: از مولانا عبدالباقی فرنگی علی صاحب دہلی (نزد مولف)
۱۳. لطافت اکبری: از مولانا عبدالحلیم اشرف لکھنوی (نزد مولف)
۱۴. مجموعۃ الفتاوی: از مفتی مظہر کرم دہلوی (نزد مولانا عبدالحلیم سہاوی)
۱۵. محاسن رزاقیہ: از علامہ الامام علی فرنگی علی (مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی)

۱۶. معون الجوامع: از علامہ مولانا اشرف فرنگی علی. (مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی)
۱۷. وقائع قادری: از عبد القادر راجپوری (* * *)
۱۸. ہفت تہا: از مولانا محمد حسین نقی (میکر و فلم مولانا آزاد لائبریری)
۱۹. حالات آوارگی چودہریان گڑھی: (نزد مولف)
۲۰. تاریخ فرنگی علی: از مولانا عبدالباقی فرنگی علی. (*)

مطبوعات

۲۱. آثار الاولیٰ من علماء فرنگی علی: از مولانا عبدالباقی فرنگی علی. (مطبع مجتہدی لکھنؤ ۱۳۲۱ھ)
۲۲. رسلہ ابن بطوطہ (۲۳) سبقتہ المرجان: از علامہ غلام علی آزاد بکری
۲۳. عقیدۃ دہلی: از مولانا عبدالحلیم اشرف لکھنوی. (مطبع برہم پور نزد مولف ام کا مکتوبہ ہے)
۲۴. نشر المرجان فی رسم نظم القرآن: از علامہ غوث مدرسی (مطبوعہ حیدر آباد دکن)
۲۵. ترجمہ الخواطر: جلد ۱ و ۲. از مولانا عبدالحلیم اشرف لکھنوی (دارۃ المعارف حیدر آباد دکن)
۲۶. اخصان اربعہ: از مولانا اشرف فرنگی علی (مطبع کارنامہ فرنگی علی ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۳ء)
۲۷. انوار الرحمن لسنن الجہان: از مولانا محمد نور احمد (مطبع ذکیر لکھنؤ ۱۳۱۳ھ/۱۹۰۳ء)
۲۸. تاریخ پراگ: از علامہ عبد القادر راجپوری
۲۹. تذکرہ علمائے ہند: از مولانا رحمان علی
۳۰. دریائے لطافت: از مولانا اشرف غفران نقاش (انجمن ترقی ادب ۱۰۰ رنگ آباد دکن)
۳۱. سرو آزاد: از علامہ غلام علی آزاد بکری
۳۲. آثار الکواہم: از علامہ غلام علی آزاد بکری (مطبوعہ حیدر آباد دکن)
۳۳. محفوظہ ذاتی: از مولانا محمد خان شاہ بھانپوری
۳۴. مناقب رزاقیہ: از مولانا عبدالحلیم سہاوی (مطبع دوم ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۳ء)
۳۵. آرائش محفل: (آندہ)

۳۰. تاریخ خطہ پاک بگرام، از شریف الحسن بگڑی.
۳۱. تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت: (جلد دوم) از سید اشمن فرید آبادی (مطبوعہ کراچی).
۳۲. تذکرہ مشاہیر کاکڑی: از شاہ عارف علی حیدر خاں کاکڑی (مطبوعہ کھٹوا).
۳۳. تذکرہ علماء فرنگی محل: از مولانا عارف اللہ فرنگی محل (مطبوعہ اشفاق العلوم فرنگی محل ۱۳۳۵ھ).
۳۴. تعلیم نظام تعلیم و تعلیم: از مولانا محمد حسین الداد آبادی (مطبوعہ انوار احمدی الداد آباد).
۳۵. حیات شہلی: از مولانا سید سلیمان ندوی (دارالمنصفین اعظم گڑھ).
۳۶. خانوادہ قاضی بدایونہ: از ڈاکٹر پروت کوکھی.
۳۷. دولت مندی کی ہیئت مرکزی: از ڈاکٹر ابن جن مرحوم (مطبوعہ لاہور).
۳۸. صدر راجہ جنگ: از شمس تبریز خاں (مطبوعہ تحقیقات و نشریات کھٹوا).
۳۹. فناری جوازی شیخ عبدالقادر شیدا شہر: از محمد بن کاکڑ بھور (طبع منشی نو ککڑ بھور ۱۳۵۵ھ).
۴۰. فیوض حضرت بانہ: از مولانا عبداللہ الداد آبادی فرنگی محل (مطبوعہ اشفاق العلوم فرنگی محل ۱۳۳۵ھ).
۴۱. کراہت رزاقیہ: از قاضی محمد خاں شاہجہان پوری.
۴۲. گوشہ کھٹوا: از مولانا عبدالحکیم شہر کھٹوی.
۴۳. گھنٹان طریقت: از مولوی محمد حسین بٹین فرنگی محل (مطبوعہ نجم العلوم فرنگی محل کھٹوا ۱۳۵۵ھ).
۴۴. نقلا سید سلیمان ندوی: (جلد دوم) از مولانا سید سلیمان ندوی (دارالمنصفین اعظم گڑھ).
۴۵. نقلا شہلی: از مولانا مشعلی نقانی (دارالمنصفین اعظم گڑھ).
۴۶. ہندوستان میں مذہب اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت: از مولانا سید سلیمان ندوی (مکتبہ مہامہ ممبئی دہلی).
۴۷. ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت: از مولانا سید منظر الحق گیلانی (مکتبہ المنصفین دہلی).
۴۸. پرورش آفت لٹرننگ: از مولانا سید منظر الحق گیلانی (مکتبہ المنصفین دہلی).
۴۹. سائنس و سماج: از مولانا سید منظر الحق گیلانی (مکتبہ المنصفین دہلی).
۵۰. کیناگ برٹش میوزیم: (غادر کا مخطوطات).

مقامات

اور

ادارے

الف: احمد صیا. ۶۶

احمد آباد. ۲۲۵

اردو اکادمی. ۱۱-۱۰

ارکات. ۱۱۳-۱۱۲

اسینی موضع. ۲۹

افغانستان. ۲۱۳

امروہہ. ۱۲۳-۹۲-۹۱

اسینی. ۲۲-۲۰-۲۳

اناد. ۲۳۶

انجمن مؤید العلوم. ۲۱۲-۲۰۹

۱۱۵-۱۱۴-۱۱۳-۱۱۲-۱۱۱-۱۱۰-۱۰۹-۱۰۸-۱۰۷-۱۰۶-۱۰۵-۱۰۴-۱۰۳-۱۰۲-۱۰۱-۱۰۰-۹۹-۹۸-۹۷-۹۶-۹۵-۹۴-۹۳-۹۲-۹۱-۹۰-۸۹-۸۸-۸۷-۸۶-۸۵-۸۴-۸۳-۸۲-۸۱-۸۰-۷۹-۷۸-۷۷-۷۶-۷۵-۷۴-۷۳-۷۲-۷۱-۷۰-۶۹-۶۸-۶۷-۶۶-۶۵-۶۴-۶۳-۶۲-۶۱-۶۰-۵۹-۵۸-۵۷-۵۶-۵۵-۵۴-۵۳-۵۲-۵۱-۵۰-۴۹-۴۸-۴۷-۴۶-۴۵-۴۴-۴۳-۴۲-۴۱-۴۰-۳۹-۳۸-۳۷-۳۶-۳۵-۳۴-۳۳-۳۲-۳۱-۳۰-۲۹-۲۸-۲۷-۲۶-۲۵-۲۴-۲۳-۲۲-۲۱-۲۰-۱۹-۱۸-۱۷-۱۶-۱۵-۱۴-۱۳-۱۲-۱۱-۱۰-۹-۸-۷-۶-۵-۴-۳-۲-۱-۰

۱۱۵-۱۱۴-۱۱۳-۱۱۲-۱۱۱-۱۱۰-۱۰۹-۱۰۸-۱۰۷-۱۰۶-۱۰۵-۱۰۴-۱۰۳-۱۰۲-۱۰۱-۱۰۰-۹۹-۹۸-۹۷-۹۶-۹۵-۹۴-۹۳-۹۲-۹۱-۹۰-۸۹-۸۸-۸۷-۸۶-۸۵-۸۴-۸۳-۸۲-۸۱-۸۰-۷۹-۷۸-۷۷-۷۶-۷۵-۷۴-۷۳-۷۲-۷۱-۷۰-۶۹-۶۸-۶۷-۶۶-۶۵-۶۴-۶۳-۶۲-۶۱-۶۰-۵۹-۵۸-۵۷-۵۶-۵۵-۵۴-۵۳-۵۲-۵۱-۵۰-۴۹-۴۸-۴۷-۴۶-۴۵-۴۴-۴۳-۴۲-۴۱-۴۰-۳۹-۳۸-۳۷-۳۶-۳۵-۳۴-۳۳-۳۲-۳۱-۳۰-۲۹-۲۸-۲۷-۲۶-۲۵-۲۴-۲۳-۲۲-۲۱-۲۰-۱۹-۱۸-۱۷-۱۶-۱۵-۱۴-۱۳-۱۲-۱۱-۱۰-۹-۸-۷-۶-۵-۴-۳-۲-۱-۰

۲۲۳-۱۸۸

ایست اندیا کمپنی. ۱۱۸

لب: زرهنگی. ۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹

بهرنج. ۲۴۶

بھوگان. ۹۷

پا: پنجاب. ۱۲

فت: شیره (وضع). ۲۳

فت: شیلہ شاہ پیر محمد. ۸۹

ج: جامعدیہ اسلامیہ. ۹

جائس. ۱۹-۱۸

جعفر پٹیل. ۱۱۱

جون پور. ۵۲

ج: چنگل پٹیل. ۱۲۱

چنور. ۱۲۱

چھرا سو. ۹۷

ج: حبیب گنج. ۲۱۹-۲۱۸

حسام پور. ۲۳

حیدر آباد. ۲۱۳-۱۱۳

خ: خالص پور. ۹۷

د: دارالصفین. ۱۰

دارانگر. ۱۳۳-۱۳۲-۱۳۱-۱۳۰-۱۲۹-۱۲۸-۱۲۷-۱۲۶-۱۲۵-۱۲۴-۱۲۳-۱۲۲-۱۲۱-۱۲۰-۱۱۹-۱۱۸-۱۱۷-۱۱۶-۱۱۵-۱۱۴-۱۱۳-۱۱۲-۱۱۱-۱۱۰-۱۰۹-۱۰۸-۱۰۷-۱۰۶-۱۰۵-۱۰۴-۱۰۳-۱۰۲-۱۰۱-۱۰۰-۹۹-۹۸-۹۷-۹۶-۹۵-۹۴-۹۳-۹۲-۹۱-۹۰-۸۹-۸۸-۸۷-۸۶-۸۵-۸۴-۸۳-۸۲-۸۱-۸۰-۷۹-۷۸-۷۷-۷۶-۷۵-۷۴-۷۳-۷۲-۷۱-۷۰-۶۹-۶۸-۶۷-۶۶-۶۵-۶۴-۶۳-۶۲-۶۱-۶۰-۵۹-۵۸-۵۷-۵۶-۵۵-۵۴-۵۳-۵۲-۵۱-۵۰-۴۹-۴۸-۴۷-۴۶-۴۵-۴۴-۴۳-۴۲-۴۱-۴۰-۳۹-۳۸-۳۷-۳۶-۳۵-۳۴-۳۳-۳۲-۳۱-۳۰-۲۹-۲۸-۲۷-۲۶-۲۵-۲۴-۲۳-۲۲-۲۱-۲۰-۱۹-۱۸-۱۷-۱۶-۱۵-۱۴-۱۳-۱۲-۱۱-۱۰-۹-۸-۷-۶-۵-۴-۳-۲-۱-۰

دیبااد. ۲۲۳

دکن. ۲۲۹-۲۲۳-۲۰۰

دوآپ. ۵۲

دولت آباد. ۵۳

دولتی (دولتی). ۵۳-۶۹-۹۰-۹۱-۹۲

۲۳۵-۱۷۰-۱۳۳-۱۱۳-۱۱۱

دیپال پور. ۵۲

دیوہ (شریف). ۴۱-۵۶-۶۱-۸۱

۱۶۲-۱۷۵-۱۷۴-۱۷۳

س: رام پور. ۹۱-۹۲-۱۰۵-۱۱۱-۱۱۳

۱۳۳-۱۳۲-۱۳۱-۱۳۰-۱۲۹-۱۲۸-۱۲۷-۱۲۶-۱۲۵-۱۲۴-۱۲۳-۱۲۲-۱۲۱-۱۲۰-۱۱۹-۱۱۸-۱۱۷-۱۱۶-۱۱۵-۱۱۴-۱۱۳-۱۱۲-۱۱۱-۱۱۰-۱۰۹-۱۰۸-۱۰۷-۱۰۶-۱۰۵-۱۰۴-۱۰۳-۱۰۲-۱۰۱-۱۰۰-۹۹-۹۸-۹۷-۹۶-۹۵-۹۴-۹۳-۹۲-۹۱-۹۰-۸۹-۸۸-۸۷-۸۶-۸۵-۸۴-۸۳-۸۲-۸۱-۸۰-۷۹-۷۸-۷۷-۷۶-۷۵-۷۴-۷۳-۷۲-۷۱-۷۰-۶۹-۶۸-۶۷-۶۶-۶۵-۶۴-۶۳-۶۲-۶۱-۶۰-۵۹-۵۸-۵۷-۵۶-۵۵-۵۴-۵۳-۵۲-۵۱-۵۰-۴۹-۴۸-۴۷-۴۶-۴۵-۴۴-۴۳-۴۲-۴۱-۴۰-۳۹-۳۸-۳۷-۳۶-۳۵-۳۴-۳۳-۳۲-۳۱-۳۰-۲۹-۲۸-۲۷-۲۶-۲۵-۲۴-۲۳-۲۲-۲۱-۲۰-۱۹-۱۸-۱۷-۱۶-۱۵-۱۴-۱۳-۱۲-۱۱-۱۰-۹-۸-۷-۶-۵-۴-۳-۲-۱-۰

رائے پوری. ۹۱-۹۲-۱۰۵-۱۱۱-۱۱۳

راباب گنج. ۲۰۵

رودلی (شریف). ۲۳۳-۲۳۲

رودلی پور. ۲۳۳-۲۳۲

رضا لاہوری (رام پور). ۱۲۶-۱۲۵

۲۱۸-۲۱۷

روہیل کھنڈ. ۱۳۱-۱۳۰-۱۲۹

س: شیبہ (وضع). ۲۰۸-۲۰۷

شکرہ (قسید). ۱۳۳

شکرگ ددار. ۵۳

سندیلہ. ۳۰

سودج پور. ۲۲۳

سہارن پور. ۹۱

آل انصار کی تاریخ اور انصاری برادری کی معروف
شخصیات کی سوانح حیات منگوانے کے لئے

سیکھ آدم جی عبداللہ بھٹی وائے تاجر کتب و لکھ بازار لاہور

ملک بشیر احمد تاجر کتب کشمیری بازار لاہور

مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرول لوہاری روازہ لاہور ^{فون} ۷۶۳۲۲۷۸

جامعہ نظامیہ رضویہ شیخ خواجہ

سائیں عاشق بیگم پویشی شہ ہندی مارکیٹ

مہبائی چوک لاہور



منگوانے کا پتہ: سیدھا آدم جی عبداللہ بھٹی والے تاجر کتب نو لکھا بازار لاہور